وَهُوَ الَّذِیٓ اَنزَلَ اِلَیکُمُ الکِتَابَ مُفَصَّلًا

سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۱۴

وَلَقَد جِئنٰھُم بِکِتَابٍ فَصَّلنٰہُ عَلٰی عِلمٍ

سورۃ الاعراف آیت نمبر ۵۲

# قرآن فہمی کے خلاف سازش

الٓرٰ- کِتَابٌ اُحکِمَت اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَت
مِن لَّدُن حَکِیمٍ خَبِیرٍ

سورۃ ھود آیت نمبر ۱
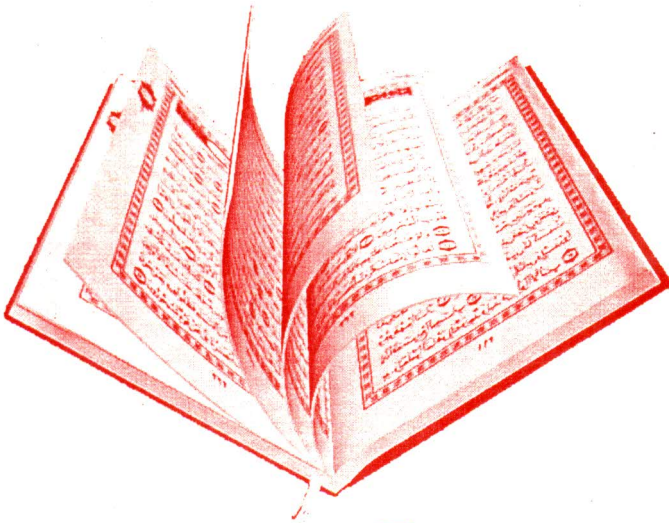
سندھ ساگر اکیڈمی

ہمیشہ سے اللہ کی یہ چاہت رہی ہے کہ جن لوگوں کو زمین پر لٹیرے لوگوں نے سازشوں سے کمزور بنادیا ہے ایسے لوگوں کو ان کی غلامی سے آزاد کرا کر زمین کا وارث اور پیشوا بنادیں، جس سے یہ بھی ثابت کر دکھائیں کہ غلام ساز فرعونیت اوراس کی ہتھیار بند فورس تادیر کسی کو غلام بنا کر نہیں رکھ سکتی (۶ ـ ۲۸) جس کے مثال تاریخ میں قوم نوح قوم عاد قوم ثمود، قوم لوط، ایکہ والے رس والے اور روس کی زار شاہی سے مزدور انقلاب کی طرح کے کئی سارے ملینگے، ایسی ساری مہمات کا انداز ایسے رہا ہے جیسے کہ ہم نے ممولوں کو شاہینوں سے لڑوا کر جتوایا ہے، ایسے انقلابی مراکز کے نام مختلف زبانوں میں کہیں صومعہ رکھا گیا کہیں بیعہ رکھا گیا کہیں گرجا کہیں ہیکل کہیں معبد کہیں مسجد کہیں لینن گراڈ ہم نے اس طرح کے سارے انقلابات کی بنیاد جس اصول پر رکھی ہے کہ وہ یہ ہے کہ ولتجزی کل نفس بما کسبت وھم لا یظلمون (۲۲ ـ ۴۵) یعنی کسی کی محنت کا استحصال نہ ہو ہر صاحب کسب کو اس کا پورا پورا حق دیا جائے، پھر انقلابیوں کے لئے تعلیمی نصاب کہ وان لیس للانسان الا ماسعیٰ یعنی انسانوں کو بغیر محنت کے مفت خور رہنے نہ دیا جائے اس تعلیم میں ملاوٹ سے ہم نے بہت تاکید سے روکا ہوا ہے کہ حنفاء لله غیر مشرکین بہ یعنی انقلابات کے اس نصاب میں کسی بھی دانشور اور امام مافیا کی تاویلی تحریفات کو قبول نہ کیا جائے ہمارا یہ کنفرم فیصلہ ہے کہ کل نفس بما کسبت رھینة یعنی ہر شخص اپنے کسب کے برابر کا مستحق ہوگا، بغیر کسب والے سے اس کی جملہ مفت خوری کا احتساب ہوگا، بہر حال دنیا کے استحصالیوں اور مترفین نے، دنیا کے انقلابی مراکز ہیاکل اور مساجد کو رہبانیت کے کانسپٹ میں تبدیل کر کے پھر ان مقامات سے علم وحی کے ذریعے دی ہوئی انقلابی تعلیم قرآن کے خلاف، عالمی سرمایہ دار شاہی کے کیپٹل ازم والے نظریوں کے تحفظ کا مورچہ مسجدوں کو بنادیا ہے۔ (بحوالہ سورت توبہ آیت ۱۰۷) اب ان مساجد سے جتنے بھی لٹیروں مفت خوروں کی حمایت میں وعظ

(بقایا ٹائٹل کے صفحہ نمبر تین پر پڑھیں)

## سرورق کی آیات کا خلاصہ

میں اللہ دیکھ رہا ہوں کہ قرآن وہ کتاب ہے جس کے قوانین کا محکم اور مستقل قدروں پر تفصیل کیا گیا ہے علیم اور خبیر اتھارٹی کی طرف سے (۱ـ۱۱)

دنیا والے جان لو کہ! ہم نے جو مسائل حیات کے لئے کتاب بھیجی ہے اسے ہم نے خود علمی حقائق کی بنیادوں پر تفصیل کر کے دیا ہوا ہے (۵۲ـ۷)

کیا میں اللہ کو چھوڑ کر اس کے اغیار کو حاکم بناؤں جبکہ اللہ نے تفصیل کی ہوئی کتاب بھی دنیا والوں کی طرف نازل کردی ہے (۱۱۴ـ۷)

سندھ ساگر اکیڈمی

پتہ: ڈاک خانہ خیر محمد بوہیو براستہ نوشہرو فیروز سندھ



قیمت صرف دوسو روپیہ

# فہرست



## احتجاج احتجاج احتجاج

اٹھو! ورنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی - دوڑو کہ زمانہ چال قیامت کی چل پڑا

امت مسلمہ کے غیرتمند مؤمنو! مسلمانو! اللہ کی پاک کتاب قرآن حکیم زمانہ نزول سے لیکر آج تک پریس کے ایجاد ہونے سے پہلے اور اس کے ایجاد ہونے کے بعد جس عربی مبین میں اللہ نے نازل فرمائی تھی، بعینہٖ اسی طرح لکھی جاتی رہی ہے اور شائع ہوتی آرہی ہے قرآن کے متن اور ٹیکسٹ کی حفاظت کا جو ذمہ اللہ عزوجل نے اپنے اوپر لیا تھا وہ سچا ہوتا آرہا تھا، اور آرہا ہے، لیکن دشمنان اسلام والقرآن کو شروع اسلام سے لیکر ہماری اس کتاب مقدس سے بیر تھا کہ کسی طرح سے وہ لوگ اس کا بھی وہ حشر کریں، جس طرح کہ انہوں نے اپنی کتابوں کا یحرفون الکلم کی قرآنی شہادت کے مطابق تحریفی آپریشن کیا، سو ان دشمنوں نے قرآن میں تحریفات کرنے کیلئے پہلے پہل تو جناب رسول اللہ کے نام سے منسوب کرکے ایک جھوٹی حدیث بنائی کہ نزل القرآن علی سبعۃ احرف، یعنی قرآن سات حرفوں (قرائتوں) پر نازل کیا گیا ہے، اس کے لئے امامی علوم والوں نے یہ مغلوطہ مشہور کیا ہوا ہے کہ یہ نسخہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ کا لکھوایا ہوا ہے اور یہ قرآت کی روایت حفص کے مطابق ہے جب کہ یہ سب جھوٹ ہے اس لئے کہ قرآن حکیم خود بتاتا ہے، وہ بھی دشمنوں کی زبان سے کہ موجود مروج قرآن حکیم جناب رسول اللہ نے خود اپنے ہاتھوں سے پہلے پہل لکھا ہے بعد میں اس ماسٹر کاپی سے سارے نسخے نقل کرائے گئے ہیں (5-25) اس کے لئے اللہ نے مزید شاہدی دی کہ جناب رسول اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے (48-29) تو گویا یہ موجود مروج قرآن حکیم خود جناب رسول اللہ کے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھے ہوئے نسخہ کا نقل ہے کسی عثمان اور حفص کے لکھے ہوئے نسخہ کا نقل نہیں ہے سو عالمی سامراج اپنی لے پالک تحریک وہابیت کی سرپرست حکومت سعودیہ کے ہاتھوں قرآنات کی روایات کی آڑ میں ایسے اڈیشن چھپوا چکا ہے جنہیں وہ

ان علاقوں میں روانہ کرتے رہتے ہیں جہاں قرآن کو بن سمجھے ثوابوں کیلئے پڑھنے کا رواج ہو،اس کا ثبوت رسالہ رشد کا خصوصی نمبر ہے اور اب پاکستان میں بھی وہابیت کا علمبردار فرقہ اہل حدیث جن کا وجود برطانوی سامراج کا مرہون منت ہے اور سعودی حکومت کے ریالوں سے انہیں آکسیجن حاصل ہوتا رہتا ہے، انہوں نے پاکستان میں بھی جناب رسول اللہ کے دست مبارک سے لکھے ہوئے عربی مبین نسخہ کے نقل کے مقابلہ میں امامی علوم کی سات قرائتوں والی تحریفات کے اڈیشن چھپوا کر پاکستان میں عام کرنے کا عندیہ دیا ہے، میرے مؤمن اور مسلمان بھائیو! اللہ نے قرآن کی حفاظت کا جو ذمہ اپنے اوپر لیا ہوا ہے، تو اس حقیقت کو اچھی طرح سے سمجھا جائے کہ اللہ اپنے کام اپنے بندوں کے ہاتھوں سرانجام دیتا ہے، اس لئے تو انبیاء کرام دعوت دیتے تھے کہ "کونوا انصار اللہ" یعنی اللہ کے مددگار بنو! سو پوری امت مسلمہ کو اپیل کرتے ہیں کہ اس فتنہ تحریف قرآن کے خلاف اپنا اپنا فرض ادا کریں! ساتھ ساتھ میں حکومت پاکستان کو بھی اپیل کرتا ہوں کہ وہ بھی اپنی ذمہ داری کو نبھائے اور حکومت سعودیہ اور انکی تحریک وہابیت کے قرآن دشمن جراثیم کو اس مذموم عمل سے روکے۔ اور دشمنان اسلام کے ایسے عزائم کو بھانپ کر علامہ اقبال نے کہا تھا کہ "چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی" اب تو ایس ایم ایس کے ذریعہ سے ایسے بھی اطلاعات گردش کر رہے ہیں کہ قرآن کی ایک سو چودہ سورتوں کے بجاء امریکہ اور ترکیہ میں ستر سورتوں پر مشتمل قرآن کے اڈیشن شائع کرائے گئے ہیں، جن کی سورتوں کی شروعات سے بسم اللہ کو ہٹا کر اس کی جگہ پر فادر لکھا گیا ہے۔

عزیز اللہ بوہیو کنوینر

انجمن تحفظ متن قرآن ملت اسلامیہ عالم اسلام

## انتساب

میں یہ کتاب ہندوں کے پیر مرشد

## سرگواسی پیر پتھورو کے نام سے منسوب کرتا ہوں

### وجہ انتساب

کچھ عرصہ گذارا ہے کہ میں ضلع مٹھی کے نزدیک چیلھار میں اپنے بعض ہندو دوستوں کی شادی میں دعوت پر شریک ہوا۔ رات کے وقت برات نے دولھا بھائی کو دولھن والوں کے شہر ڈیپلو جا کر بیاہ کر کے لانا تھا، میزبان دوستوں نے برات کے ساتھ چلنے کے لئے مجھے بھی کہا تو میں بھی ان کے ساتھ ہولیا، ڈیپلو شہر پہنچنے کے بعد رات کو دیر سے ہندوؤں کے مہراج نے مجلس مردانہ میں رسم نکاح کی رسومات شروع کیں نشست فرشی تھی دولہا بھائی اور مہراج آمنے سامنے بیٹھے تھے اس دوران مہراج نے لگ بھگ آدھا چھٹانگ سوکھے پتے فرش پر رکھکر ماچس کی دیا سلائی سے انہیں جلایا تو قریب بیٹھے ہوئے میزبان سے میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے تو اس نے مجھے بتایا کہ یہ بھنگ کی جڑی بوٹی کے پتے ہیں ہم لوگ ہر شادی کی رسم میں اپنے مرشد پیر پتھورو کو بھنگ جلا کر اس کی خدمت میں نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آخر اس نذرانے کی فلاسفی کیا ہے تو اس نے بتایا کہ آپ مسلمانوں کے خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں ان کے ہاں کے کئی لوگ سندھ میں آکر بسے تھے جو یہاں آکر مسلمانوں کے رسول کی خود کو اولاد کہلاتے تھے تو سندھ کے اس وقت کے راجا کو ہارون رشید نے پیغام بھیجا کہ یہ لوگ ہماری حکومت کے سیاسی مخالف اور باغی ہیں انکی نشانی یہ ہے کہ یہ لوگ ہمارے رسول اللہ کی خود کو آل کہلاتے ہیں آپ ان کو اپنے ملک میں رہنے نہ دیں، اور گرفتار کر کے ہمارے ہاں واپس بھیجدیں، سندھ کے راجا نے ان لوگوں کو مسلمانوں کے خلیفہ کے کہنے پر گرفتار کر کے واپس بھیجنا شروع کیا راجا کی تخت گاہ سندھ کے شمالی حصہ میں واقع تھی، گرفتاریوں کا زور بھی زیادہ تر شمال کی طرف تھا تو وہ باغی لوگ خود کو سید اور آل رسول کہلانے والے شمال سندھ سے گرفتاریوں سے بچنے کے لئے یہاں جنوبی سندھ میں آکر بس گئے اور یہاں بس جانے کے بعد یہ ظلم شروع کیا کہ ہم لوگوں کی جب شادیاں ہوتی،

تھیں تو ہماری دلہنوں کو سہاگ رات سے پہلے وہ اغوا کر کے لے جاتے تھے اور اپنے ہاں کئی دنوں تک انہیں استعمال کر کے پھر چھوڑ دیتے تھے، تو اللہ رحمت کرے ہمارے پیرو مرشد پیر پتھورو پر جو اس نے جب اس نام نہاد ال رسول اور سیدوں کا یہ ظلم دیکھا تو ان کے مقابلہ کے لئے وہ بھی لنگر کسوٹ کر میدان میں آئے اور جتنے بھی بھگوڑے لوگ یہاں آکر بسے تھے ان سب کو چن چن کر مارا یا بھاگ جانے پر مجبور کیا، اس کے بعد جا کر ہماری عزتیں اور سہاگ محفوظ ہوئے اور ہم نے سکھ کا سانس لیا سو ہم ان دنوں سے لیکر آج تک شادیوں کی رسم نکاح میں اپنے مرشد پیر پتھورو کو بھنگ جلا کر گویا اس کو نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ سو میں عزیز اللہ بھی سرگواسی پیر پتھورو کے ایسے کارنامہ کو لائق تحسین سمجھتے ہوئے اپنی یہ کاوش ان کے نام سے منسوب کرتا ہوں ان کا یہ کارنامہ لائق تحسین اس معنی سے ہے کہ اس سے آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم (۴۰-۳۰) کی تقاضائیں پوری ہوتی نظر آتی ہیں۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## پیش لفظ

## قرآن کو معطل اور لاوارث بنانے کے لئے مروج علم حدیث ایجاد کیا گیا ہے

جناب قارئین! عنوان اور سرخی میں جو میں نے دعوی کی ہے کوئی جلدی میں اسپر مشتعل نہ ہو اور نہ ہی سیخ پا ہو، جس کسی کو بھی میرا یہ انکشاف غلط محسوس ہوتا ہو تو وہ آدمی خدارا ان کے امامی علم حدیث کو پڑھے اس علم سے بالخصوص مشہور کتاب بنام صحیح بخاری کو پڑھے۔ اس امامی علم حدیث کے لئے یہ مشہور کیا گیا ہے کہ یہ علم قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔ جبکہ اس علم میں قرآن حکیم کے ان مسائل حیات کو مسخ کیا گیا ہے جن سے مقہور و مظلوم انسانیت اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر لٹیروں اور استحصالی مافیاؤں کی آنکھوں میں آنکھیں ملا کر للکار کرے کہ تلك نعمة تمنها علی ان عبدت بنی اسرائیل (22-26) یعنی اے فرعون تم نے جو مجھے بچپنے میں اپنے گھر میں پالا پوسا تو کیا ان پرورش کی نعمتوں کے بدلے میں میری قوم بنی اسرائیل کو اپنے پاس تو غلام بنا کر رکھنا چاہتا ہے، فارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبھم (۴۷-۲۰) (خبردار! اب ہٹاؤ قبضہ غلاموں سے) پھر چھوڑ دو! آزاد کرو! بنی اسرائیل کو کہ ہم انہیں اپنے ساتھ لے جائیں ولا تعذبھم اب انہیں عذابوں میں رکھنے کے تیرے دن گذر چکے۔ جناب قارئین! عالمی مترفین کی استحصالی مافیا نے اپنے عباؤں قباؤں میں ملبوس احباروں ورہبان قسم کے ایجنٹوں کے ذریعہ اتنی تو قرآن کی تفہیم اور تعلیم میں رکاوٹیں کھڑی کی ہیں جو قرآن کو سمجھ کر پڑھنے اور اس سے مسائل حیات اخذ کر کے اپنے سارے معاشرے اس کی معاشی اور معاشرتی تعلیمات پر چلانے کے خلاف پورے عالم اسلام کی ممالک کو اور ان کی حکومتوں کو اس نے اپنی ڈیوٹیوں پر لگایا ہوا ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک کی کتاب قرآن کو وحدہ لاشریک کے معنوں میں قبول نہ کرو تسلیم نہ کرو، قرآن کو جکڑنے کے لئے قید کرنے کے لئے اس کے ساتھ حدیث اور سنت کے نام سے ان کے ایجاد کرائے ہوئے امامی فلسفہ کو شریک بناؤ۔ جس میں جناب خاتم الرسل محمد علیہ السلام کو جو قرآن نے حکم دیا تھا کہ ماکان لنبی ان

یکون له اسری (۶۷-۸) یعنی اے نبی! لڑائیوں میں غلام سازی کے لئے جو لوگوں کو
گرفتار کر کے انہیں غلام اور لونڈی بنایا جاتا تھا، اب آئندہ کے لئے آپ کی نبوت اور شریعت
کے حوالوں سے جنگوں اور لڑائی کے معرکوں میں کسی کو قید کرنے گرفتار کرنے پر بندش عائد کی
جاتی ہے۔ یہ درست ہے کہ وقتی طور پر محاذوں پر کسے قید کرنا ضروری بن جاتا ہے لیکن یاد رکھا
جائے کہ وہ گرفتاریاں عارضی ہونگی جیسے ہی حتی تضع الحرب اوزارھا
۔۔۔۔(۴۷-۴) یعنی ان قیدیوں کو جنگی جرمانہ لیکر یا مفت میں آزاد کرو یا فدیہ لیکر آزاد کرو،
جناب قارئین! قرآن حکیم کی اس تعلیم کو، قانون سازی کو، ذہن میں رکھتے ہوئے اب
ملاحظہ فرمائیں! اس علم حدیث سے اس علم سنہ سے جس کی زنجیروں سے قرآن کو جکڑ کر ان
حدیث سازوں نے جناب خاتم الانبیاء کا کیا تو تعارف کرایا ہے جو صدیوں سے امت رسول
دنیاء ناسوت کے آگے شرم سے گردن اٹھانے کے لائق نہیں رہی ہے۔ جناب
قارئین! بخاری نے یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق اور غزوہ المریسیع کے موقعہ کا لکھا ہے اس کی یہ
حدیث کتاب المغازی میں لکھی ہوئی ہے روایت ہے کہ عن ابن محیریز انه قال
دخلت المسجد فرأیت اباسعید الخدری فجلست الیه فسألته عن العزل قال
ابو سعید خرجنا مع رسول الله ﷺ فی غزوة بنی المصطلق فاصبنا سبیا من
سبی العرب فاشتهینا النساء واشتدت علینا العزبة واحببنا العزل فاردنا ان نعزل
وقلنا نعزل ورسول الله صلی الله علیه وسلم بین اظهرنا قبل ان نسأله فسألناه
عن ذالك فقال ماعلیکم ان لاتفعلوا مامن نسمة کائنة الی یوم القیامه الاوهی
کائنة ۔ (کتاب المغازی باب نمبر ۵۰۰ حدیث نمبر ۱۳۰۲- دینی کتب خانہ ۱۳۸ اردو بازار
لاہور) (خلاصہ حدیث) ابن محیریز سے روایت ہے کہ میں داخل ہوا مسجد نبوی میں وہاں
دیکھا کہ ابوسعید الخدری تشریف فرما ہیں تو میں اس کے ہاں بیٹھ گیا اور اس سے میں نے سوال
کیا عزل سے متعلق (یعنی جماع کرتے وقت منی کو باہر ضائع کرنا) جواب میں ابوسعید نے
کہا کہ ہم نے رسول ﷺ کے ساتھ غزوہ بنی مصطلق والی جنگ میں خروج کیا پھر وہاں قبائل
عرب کی عورتوں کو ہم نے قید کیا اس کے بعد عورتوں پر ہمیں شہوت ہوئی اتنی حد تک جوان



کے سوا مجرد رہنا ہمیں بڑا مشکل لگ رہا تھا، اور پھر ہم چاہتے تھے کہ (جماع کے وقت) منی
باہر ضائع کریں (تاکہ منڈیوں پر بیچتے وقت ان کو کنواریوں کے دام میں بیچیں اور کوئی حاملہ
نہ بنجائے پھر ہمنے عزل کرنے کا ارادہ تو کرلیا لیکن پھر سوچا کہ رسول اللہ کی موجودگی کا کیوں
نہ فائدہ اٹھائیں اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کریں پھر ہم ان کی خدمت میں آئے اور اس
مسئلہ سے متعلق سوال کیا تو جواب میں فرمایا کہ عزل نہ کرنے میں کونسی برائی ہے اللہ کے حکم
سے جس جان کو قیامت تک آنا ہے وہ ضرور آئیگی (خلاصہ ختم) جناب قارئین! میں اس
حدیث کے خلاف قرآن ہونے پر اپنی کتاب فتنہ انکار قرآن کب اور کیسے، میں ثبوت دے
چکا ہوں یہاں مختصرا قارئین کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ آپ نے
قرآن کا نظریہ بھی غلامی کے خلاف سورت انفال اور سورت محمد کے حوالوں سے پڑھا
بلکہ، سورۃ انعام میں ولا تزر وازرة وزر اخری (۱۶۴-۶) سے بھی غلامی پر بندش کا ثبوت
ملتا ہے، چلو سورت بلد کے حوالوں سے غلام سازی کے خلاف قرآن حکیم کا نظریہ ملاحظہ
فرمائیں وھدیناہ النجدلفلا اقتحم العقبه وما ادراك ماالعقبه فك رقبة او اطعام فی
یوم ذی مسغبه یتیما ذامقربه اومسکینا ذامتربه ، خلاصہ یعنی ہم نے انسان کو صحیح اور غلط
دونوں راستے وضاحت سے علم وحی کی روشنی میں سمجھائے ہوئے ہیں لیکن یاد رکھو کہ یہ انسان
کسی جبل کی چوٹی کو سر کرنے کے لئے میدان عمل میں کیوں نہیں گھس پڑتا، لیکن یہ جبل کی
چوٹی سر کرنا کوئی کوہ پیمائی والی نہیں یہ چوٹی سر کرنا اللہ کے نزدیک فک رقبہ والی چوٹی ہے، یعنی
کہیں بھی کوئی انسان غلام ہو، کسی کی گردن قید ہو، کوئی بھی انسان یرغمال بنایا ہوا ہو تو ان کو
آزادی دلانا، اللہ کے ہاں جبل کی چوٹی سر کرنا اسی کا نام ہے، تم سے اگر یہ فک رقبہ کی چوٹی
سر کرنا نہیں ہو رہی تو بھلا کسی بھوکے کو کھانا کھلاؤ جو تمہارے قریب بے سہارا پڑا ہو یا کسی مٹی
میں لتھڑے ہوئے مسکین کی حاجت بر آری کرو، میں قارئین کی خدمت میں عرض گذار ہوں
کہ اقوال رسول کو جو علم حدیث کہا جاتا ہے تو آؤ قرآن سے پوچھو کہ اقوال رسول کونسا علم
ہے۔

## پورا قرآن قول رسول ہے سارا قرآن علم حدیث ہے

فرمایا کہ انه لقول رسول کریم ذی قوة عنده ذی العرش مکین مطاع ثم امین (سورت تکویر ۸۱) خلاصہ یعنی یہ قرآن سارا کا سارا قول رسول ہے۔ اقوال رسول ہے۔ یہ اقوال رسول یہ قرآنی احادیث رسول، پختہ محکم، مضبوط ہیں (ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم (۹-۱۷) یہ رسول یہ قرآن اللہ کے ہاں جس اللہ کا پوری کائنات کے اوپر قبضہ اور کنٹرول ہے، بڑی تمکنت پر فائز ہیں۔ اس رسول کی اطاعت بھی کی جاتی ہے اور امین بھی ہے۔ اللہ نے قرآن کو زیادہ حسین حدیثوں کی کتاب کا نام دیا ہے، فرمایا کہ الله نزل احسن الحدیث کتابا متشابها مثانی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم ثم تلین جلودهم وقلوبهم الی ذکر الله ذالك هدی الله یهدی به من یشاء و من یضلل الله فما له من هاد (۲۳-۳۹) یعنی اللہ نے زیادہ حسن والی حدیثیں ایسی کتاب کی شکل میں نازل فرمائی ہیں جس کی احادیث ملتی جلتی ہیں جو دہرا کر لائی گئی ہیں (جن کے سننے سے) ان لوگوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں جو لوگ ان کو نظام ربوبیت دینے والے اللہ سے ڈرتے ہیں، پھر انکے اعضاء اور دل قانون ربی کی اطاعت کے لئے نرم ہو جاتے ہیں یہ احسن الحدیث کتاب قرآن، اللہ کی ہدایت ہے وہ اس کے ذریعے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور جسے اللہ کا قانون گمراہ ٹھیرائے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں مل سکے گا۔

## قرآنی آیات علم حدیث ہی تو ہے

اس کے لئے اللہ نے اعلان فرمایا کہ تلك ایات الله نتلوها علیك بالحق فبای حدیث بعد الله وایاته یؤمنون ویل لکل افاك اثیم (7-6-۴۵) یعنی یہ اللہ کی ایات ہی تو ہیں جنہیں ہم تجھ پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں، ان کے بعد اللہ اور اس کی ایات کے علاوہ کونسی حدیثوں پر یہ لوگ ایمان لائینگے، ہلاکت ہے ہر جھوٹی حدیثیں بنانے والے رجعت پر ستوں کے لئے،

## جھوٹی حدیثیں بنانے والوں سے اللہ کی جنگ

اعلان فرمایا کہ فذرنی ومن یکذب بهذ الحدیث سنستدرجهم من حیث



لا یعلمون واملی لهم ان کیدی متین (45-68) سوائے میرے رسول! اے مخاطب قرآن! آپ مجھے چھوڑ دیں اور اسے بھی جو اس قرآنی علم الحدیث کو جھٹلاتا ہے، دیکھنا کہ ہم کس طرح انہیں منزل بمنزل ہلاکت کی بندگلی میں لے آتے ہیں اور میرے اس استدراج میں بڑی ہی ڈھیل ہے ان کے لئے، لیکن میری اسکیم بہت پختہ تر ہے۔

جناب قارئین! یہاں تک نہایت اختصار کے ساتھ قرآن حکیم کے حوالوں سے جو بات آپکی خدمت میں پیش کی گئی ہے اس سے صاف صاف ثابت ہوا کہ علم وحی سے ملی ہوئی کتاب قرآن ہی علم حدیث ہے، جس کے نام کو دشمنان قرآن نے بڑی فریب کاری سے دجل اور دھو کہ بازی سے ہائی جیک کر کے اپنی خرافاتی روایات والے علم پر قرآن کا نام حدیث رکھدیا ہے اور بڑی ڈھٹائی سے یہ بھی مشہور کئے جا رہے ہیں کہ ان کے اماموں والا علم حدیث، قرآن کی تفسیر کرتا ہے جبکہ ان کے والے علم حدیث کو کوئی پڑھکر دیکھے تو پڑھنے والا خود ہی فیصلہ کر سکیگا کہ یہ تفسیر تو نہیں ہے یہ علم تو قرآن پر جناب رسول اللہ پر ازواج رسول اللہ پر اور اصحاب رسول پر تبرائیں کرنے والا علم ہے گالی گلوچ پر مشتمل علم ہے، ہم مثال عرض کئے دیتے ہیں پھر قارئین لوگ فیصلہ خود کریں کتاب بخاری میں ان کی حدیث ہے کہ عن حذیفة ابن الیمان قال ان المنافقین الیوم شرمنهم علی عهدالنبی ﷺ یسرون. کان یومئذ یسرون والیوم یجهرون (کتاب الفتن باب اذاقال عند قوم شیئا ثم خرج فقال بخلافه۔ باب نمبر ۱۱۲۷ حدیث نمبر ۱۹۸۶) یعنی حذیفہ ابن الیمان کہتا ہے کہ آج کے دور کے منافق لوگ زیادہ برے ہیں ان منافقوں سے جو زمانہ نبی ﷺ میں تھے، وہ لوگ اس زمانہ میں اپنے (خیال واعمال) چھپاتے تھے اور آج کے زمانہ کے منافق تو علی الاعلان بر ملا مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ غور کیا جائے کہ اس حدیث میں راوی صاحب اپنے زمانہ حیات کے منافقین کا جو تعارف کرا رہا ہے زمانہ نبوت کے تقابل میں، اس تعارفی عبارت میں ایک چالاکی ہے ایک ہنر ہے وہ یہ کہ یہ صاحب کہنا یہ چاہتا ہے کہ رسول کی جماعت میں اندرون خانہ دلوں میں منافقت چھپا کر رہنے والے لوگ تھے، جبکہ آج کے دور میں کھلے دشمن ہیں امام بخاری کا اس حدیث لانے سے کیا مقصد ہے یہ تو کوئی ڈھکی چھپی

بات نہیں یہ تو صاف صاف بتا رہا ہے کہ دور نبوی کے منافق لوگ اپنے اندر میں منافقت چھپائے رہتے تھے جن کے راز کا پتہ نہیں لگتا تھا، یہ حدیث بنانے والے اس طرح سے ان لوگوں کو جو اصحاب رسول کے دشمن ہیں اور آج تک ان کی تبرائیں اصحاب رسول پر جاری ہیں اور آج بھی ان کا اور امام بخاری کا عقیدہ ہے کہ وفات رسول کے بعد اصحاب رسول مرتد ہو گئے تھے یہ حدیث امام بخاری نے اپنی اس کی جو اصحاب رسول سے عداوت ہے اس کی تائید کے لئے ایجاد کر کے لائی ہے کیونکہ آپ لوگ اسی حدیث کی عبارت پر غور کریں اس میں راوی اپنے زمانہ کے منافقین کا تعارف کراتا ہے کہ یہ لوگ کفریہ خیالات کو چھپاتے نہیں ہیں دور نبوی کے منافقون کی طرح، بلکہ علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ جہری طور پر اپنے خیالات کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ سو اب کوئی بتائے کہ پھر ایسے آدمیوں کو منافق کون کہہ سکتا ہے لفظ منافق تو کہا ہے ایسے آدمی کے لئے ہے جو اندر کی بات کو چھپائے اس کے اندر میں کچھ ہو اور ظاہر میں کچھ ہو (۱-۲۳) سو حدیث بنانے والے کے زمانہ کے لوگ اگر علی الاعلان خلاف اسلام باتیں کرتے ہیں تو ایسے لوگ منافق کیسے ہوئے یہ تو کافر ہوئے، یہی بات خود اس کے بعد والی دوسری حدیث میں بھی امام بخاری نے قبول کی ہے کہ اس کے زمانہ کے منافق تو علی الاعلان کفر کرتے ہیں یہ حدیث بھی بخاری نے حذیفہ کی روایت سے لائی ہے لیکن اس میں اس کی ولدیت نہیں بتائی ایسی چکر بازیوں پر لکھنا میرے اب کے موضوع میں شامل نہیں ہے حدیث ہے کہ عن حذیفہ قال انما کان النفاق علی عهد النبی ﷺ فاما الیوم فانما هو الکفر بعد الایمان کتاب الفتن باب وہی پہلی حدیث والا ہے اور حدیث کا نمبر ہے ۱۹۸۷، خلاصہ حذیفہ نے بیان کیا کہ نفاق تو نبی ﷺ کے زمانہ میں تھا، اور جو کچھ آج ہے یہ تو ایمان لانے کے بعد کفر ہی ہے۔ محترم قارئیں! میں اپنی گذارش کو پھر سے دهراتا ہوں کہ آپ امام بخاری کی کتاب کو خود پڑھیں اس کے تراجم اردو سندھی زبان میں مارکیٹ کے اندر موجود ہیں اصل میں امام بخاری نے اپنی کتاب کے اندر کتاب الفتن لکھا ہے اور ترتیب دیا ہے اس میں فتنوں کی حدیثوں کی شروعات اس نے جن تین حدیثوں سے کی ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت میں جنت کے حوض پر آپ کے



انتظار میں رہونگا کہ جو بھی اس کے پانی سے پانی پیئے گا اسے کبھی بھی پیاس نہیں لگے گی، امام بخاری نے ان تینوں حدیثوں میں ایک ہی مضمون کی بات لائی ہے کہ قال النبی ﷺ انا فرطکم علی الحوض لیرفعن الی رجال منکم حتی اذا اهویت لاناولهم اختلفو ادونی فاقول ای رب اصحابی یقول لاتدری مااحدثوابعدك ۔(حدیث نمبر ۱۹۳۲۔ کتاب الفتن بخاری) یعنی فرمایا رسول اللہ نے کہ میں حوض کے اوپر پہلے پہنچ کر انتظار کرونگا تم میں سے کچھ لوگ میرے سامنے لائے جائینگے اتنے تک جو میں جھک کر ان کو پانی دینے کی کرونگا تو انہیں میرے سامنے سے ہٹایا جائیگا پھر میں پکاروں گا کہ میرے رب یہ تو میرے اصحاب میں سے ہیں، تو جواب میں اللہ فرمائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کیا نئی باتیں کی۔ اس حدیث کے بعد تیسری حدیث میں ہے کہ مجھے جواب میں کہا جائیگا کہ انك لاتدری مابدلوا بعدك فاقول سحقا سحقا لمن بدل بعدی۔ یعنی جب میں کہونگا کہ یہ مجھ سے ہیں تو کہا جائیگا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدل کر رکھ دیا تھا، تو میں کہونگا کہ ایسے لوگوں کو مجھ سے دور کرو ہٹاؤ ان کو جنہوں نے میرے بعد سب کچھ بدل ڈالا، جناب قارئیں سوچنے کی بات ہے کہ امام بخاری نے جب اس کتاب الفتن کی شروعات ہی ایسے جھوٹی خرافاتی روایات سے کی ہے کہ جو حوض کوثر جنت کے اندر ہے وہاں جنت میں رسول اللہ کے پاس اس کے اصحاب پانی پینے کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ پھر وہاں جنت میں داخل شدہ صحابہ کو جنت سے نکال کر جہنم کی طرف لے جایا جائیگا جب کہ آپ سارا قرآن پڑھکر دیکھیں کہ جن لوگوں کے لئے لکھا ہے کہ اولائك اصحاب الجنة تو اس کے ساتھ یہ ضرور لکھا ہے کہ هم فیها خالدون یعنی جنت میں داخل ہونے والے ہمیشہ اس میں رہینگے اس طرح جن کے لئے لکھا گیا ہے کہ اولائك اصحاب النار تو پیچھے یہ بھی لکھا ہے کہ هم فیها خالدون یعنی یہ بھی اس میں ہمیشہ رہینگے ، بخاری جب اصحاب رسول سے نفرت کی بنیاد پر شروع کتاب الفتن میں لکھتا ہے کہ جنت میں داخل شدہ اصحاب رسول کو رسول اللہ کے سامنے سے اس کے روبرو پکڑ کر دوزخ کی طرف بھیجا جائیگا تو ایسی خلاف قرآن حدیثیں لانے والے بخاری نے جب ان دو عدد

حدیثوں ۱۹۸۶۔ اور ۱۹۸۷ میں جو لکھا ہے کہ نفاق اور منافقت تو رسول کے زمانے میں تھی اور اس کے مقابل آج تو لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔ سو جناب قارئین یہ سب حدیث ساز اماموں کی اصحاب رسول پر تبرائیں ہیں۔ اگر ہم بخاری کی ایسی خرافاتی قسم کی حدیثوں کو اصحاب رسول کے خلاف قبول کرینگے اور تسلیم کرینگے تو اللہ کی یہ دعوی اور اعلان اصحاب رسول کی شان میں جھوٹا اور غلط ہو جائیگا کہ فقد وکلنا بھا قوما لیسوا بھا بکافرین (۸۹۔۶) یعنی ہم نے اس کتاب کے لئے ایسی قوم کو وکیل بنایا ہے جو وہ اس کیساتھ کبھی بھی کفر کرنے والے نہیں ہیں۔ میں نے اپنی کتاب کے پیش لفظ میں جو یہ مضمون بنام، قرآن کو معطل اور لاوارث بنانے کے لئے مروج علم حدیث ایجاد کیا گیا ہے، لکھا ہے یہ اپنی دعوی کے ثبوت کے لئے ہے، جو نہایت ہی مختصر لکھا ہے بہر حال پیش لفظ کی گذارش میں جو خاص بات مجھے قارئین کی خدمت میں عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ یہ کتاب قرآن کسی مخصوص قوم اور مذہب والوں کی پراپرٹی اور میراث نہیں ہے یہ کتاب ھدی للناس (۱۸۵۔۲) کتاب ہے ذات انسان کی ہدایت کے لئے آج اکیسویں صدی کے دو ہزار نو کے عرصہ تک عالمی استحصالی مترفین دولتمندوں نے جو پوری انسانی آبادی کو معاشی اور معاشرتی غلام بنا رکھا ہے اس حد تک جو ملکوں اور قوموں کی حکمران ٹیمیں بھی انکی نوکر ہیں، ان کی خرید شدہ ہیں، ان کی ایجنڈاؤں پر بکی ہوئی ہیں، میں یہ ماتم پوری انسانی آبادی کے ذہنی دیوالیہ پن پر کر رہا ہوں مسلم امت تو عرصہ سے قبرستانوں اور کتابوں کے صفحات میں مدفون ہے کتابوں اور قبروں سے باہر جو ورثہ کے طور پر خود کو مسلم کہلوا رہے ہیں وہ اسلام کی واحد منشوری کتاب قرآن کے تو منکر ہیں سو اللہ بھی اپنی طرح اپنی کتاب کو بھی وحدہ لاشریک نہ ماننے والوں کے ایمان اور اسلام کی دعوی کو کبھی بھی قبول نہیں کرتا، اور آج کے اسلام کی دعویدار امت پوری کی پوری امامی علوم میں غرق ہے مسائل حیات کے لئے قرآن سے رہنمائی لینا ان کے پروگرام میں شامل نہیں ہے، نام نہاد مسلم امت والوں نے جب سے قرآن کو بلاشریک غیرے، واحد مأخذ کے طور پر ماننا چھوڑا ہوا ہے، ترک کیا ہوا ہے، ان دنوں سے یہ امت مسلمہ رو بزوال ہے جس طرح مسلم امت والے ازمنہ وسطی کی صلیبی



جنگوں کے زمانہ میں ان کی خلوتوں کو اور راتوں کو رنگین بنانے کی عیسائی بادشاہوں کی دعوتوں اور میزبانیوں سے قومے فروختند چہ ارزاں فروختند، بنوامیہ والے اسپین پر نو سو سال کی حاکمیت گنوا بیٹھے اور بنو عباس والے اپنی خلافت چھ سو چھپن سال تک چلانے کے بعد اپنا تاج وتخت منگولوں کے حکمران ہلاکو کے قدموں میں اس اعزاز کے ساتھ دے بیٹھے جس طرح مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ میں مغربی پاکستان کے ملکہ ترنم والے ڈھول سپاہی جنرل نیازی نے ہندستان کے جنرل اروڑا سنگھ کے قدموں میں اپنے فوجی یونیفارم کے تمغے، بٹے اور پسٹل نچھاور کر کے صدر پاکستان جنرل یحیٰی خان کے اعلان کہ ہم ملک کی حفاظت کے لئے ہزار سال تک بھی لڑینگے، کی لاج رکھی، اس عروج وزوال کا نقشہ علامہ اقبال نے بہت اختصار کے ساتھ جامع انداز میں کھینچا ہے کہ آ تجھکو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے۔ شمشیر وسناں اول طاؤس ورباب آخر۔ آج پوری انسانی آبادی واذ النفوس زوجت کے مظاہر تیز رفتار سواریوں کے بعد ٹی وی اور کمپیوٹر کے کرشموں کے بعد لتکونوا شھداء علی الناس کا منصب ان کے قبضہ میں ہے جن کا کنٹرول یو۔ این پر ہے اور جن کے شہداء بننے کے لئے ان کے کافر جوانوں نے ستاروں پر کمندیں چڑھا کر خلاؤں میں سیٹلائیٹیں نصب کر کے ان کی رہنمائی میں وہ وہ رصد گاہیں فٹ کی ہیں جن کی کیمراؤں نے ڈرون حملوں کے سارے اہداف مولوی نیک محمد کی طرح سامنے کھڑے کر کے ظاہر کئے ہوئے ہیں، ایک زمانہ تھا غلام ہندستان پر گورے سامراج کی راجشاہی تھی لوگوں نے غلام بن کر رہنے کے خلاف غیرت کر کے بغاوتیں شروع کیں، تو مسلم معاشروں میں جو تبلیغ شروع کرائی گئی وہ یہ کہ اللہ نے کافر انگریز کو ہم مسلمانوں کا نوکر بنایا ہے کہ وہ ہمارے لئے موٹریں ریل اور جہاز بنائے روڈ اور پلیں بنائے ہم ان پر سوار ہوں آسانی سے سفر کریں آرام سے زندگی گذاریں بہر حال جہاز اور مشنری بنانے والے کافر بنکر دنیا پر حکمران ہو گئے ہم صبح وشام وضائف پڑھنے والے آج ان کے ایسے تو غلام ہیں جو وہ انگریز یہاں سے چلا بھی گیا ہے پھر بھی ہم پر حکمران ہے، غیر مسلم سائنسی علوم کے حاصل کرنے سے اور نہیں تو ربنا آتنا فی الدنیا حسنة کے ہدف کو تو پہنچ چکا ہے آگے جو دوسرا ہدف ہے کہ وفی الآخرة حسنة یعنی دنیا کے بعد آخرت کی زندگی

بھی حسین ہو تو ظاہر ہے کہ ایسے تو ہو نہیں سکتا کہ جن کی دنیا دوزخ بنی ہوئی تھی تو آخرت ان کی جنت والی بنے گی۔ آخرت والی جنت تو ان لوگوں کے حصہ میں آئیگی جنہوں نے دنیا کے دوزخ کو بدل کر جنت بنا دیا تھا آخرت کے دوزخ کو بدلنے کا بھی ڈھنگ ان ہی کے پاس ہوگا، مسلمانوں کو تو اپنے لئے بڑی غلط فہمی ہے کہ اگر دنیا کی جنت غیر مسلموں کو ملی ہے تو آخرت کی جنت کے ہم ہی مالک ہونگے لیکن ایں خیال است محال است وجنون کیونکہ مسلمان بھی صدیوں سے قرآن کے ساتھ امامی علوم کو شریک کرنے کے بعد علم وحی کا منکر بننے کے بعد اہل کتاب کے دائرہ میں آچکا ہے، جس طرح یہود ونصاری اللہ کے ہاں تورات وانجیل چھوڑنے کے بعد اہل کتاب کہلائے گئے تو آخر مسلمان کو قرآن چھوڑ دینے کے بعد بھی کیوں اسے اہل کتاب کی برادری کا ممبر نہ کہا جائے۔ مسلم امت والے جن کا تعارف کسی زمانہ میں امنوا کے لقب سے تھا تو وہ لقب انہیں قرآن پر ایمان لانے کی وجہ سے ملا تھا اور اب جب یہ لوگ صدیوں سے قرآن کو چھوڑے ہوئے ہیں تو یہ لوگ اب خسر الدنیا والآ خرہ (22-11) کی لسٹ میں آگئے جو مذبذبین بین ذالك لا الیٰ ھولاء ولا الیٰ ھو لا۔ (۴-۱۴۳) نہ جنت ہی ملی نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادہر کے رہے، جناب قارئین! میں نے بات شروع کی تھی قرآن کے ھدی للناس کتاب ہونے سے کہ اس کتاب پر کسی عجم، عرب یا مسلم قوم کی اجارہ داری نہیں ہے یہ ذات انسان کی فلاح کے لئے کائناتی منشوری کتاب ہے لیکن شاید مجھ میں بھی اسلاف پرستی کے جراثیم ہیں جو اپنی دعوت عمومی ھدی للناس کے ہدف سے مڑ کر امت مسلمہ کی مرثیہ خوانی کرنے لگ گیا، کیا کریں ہم نے تو اپنے پیش رووں سے صرف ماتم کرنا ہی سیکھا ہے، ہمارے بیچ میں صرف اقبال ہی اس راز کو اتنا سمجھا تا تھا جو اسنے نئی دنیائیں آباد کرنے کے خواب دیکھنے شروع کیے تھے لیکن افسوس کہ ایسے خوابوں کی تعبیر کے لئے وہ شہید بھگت سنگھ کو ساتھ دینا چھوڑ کر "سر" کا اعزاز حاصل کرنے کے لئے بڑی کیچڑ میں جا پھنسا اور ایسا پھنسا جو اسے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ میں گفتار کا غازی بن تو گیا کردار کا غازی بن نہ سکا، آج لاہور کی شاہی مسجد اور بازار حسن کے قرب میں بڑی بیقرار کروٹوں میں سوچتا ہوگا کہ میری دنیا کے غریبوں کو تاج شاہی سے ٹکرانے کے لئے



دور تک کوئی بھی جگانے والا نظر نہیں آرہا، آج کاخ امرا کے دریچوں سے پازیبوں اور گھنگھرووں کی چھنچھناہٹ، اقبال پر ہنسیاں اڑا رہی ہے کہ کہیں بھی لال لہو کے سرگم پر کوئی بھی دھرتی رقصاں نہیں ہے یعنی ان کی درودیوار کو ہلانے والا کوئی نہیں، کاش جو اقبال پاکستان بننے سے پہلے اللہ کے ملائکوں کے ہاتھوں نہ مرتے تو پاکستان بننے کے بعد سرکاری ملائک اسے بھی جناح اور لیاقت کی طرح شہید ملت بنا دیتے، اسلئے کہ پاکستان کی اصل خالق چرچل شاہی کے منشور میں لکھا ہوا ہے کہ اس مسلم ریاست کی فکری قیادت اقبالیات سے نہیں کرائی، انکی نظر انتخاب مودودی صاحب پر تھی اس لئے پاکستان بننے کے بعد فکر ودانش اور اسلام کی تعبیروں کا مصلی اسی کو حوالے کرنا تھا خواہ وہ شریک سفر بھی نہ تھے، جو ہو کر بھی رہا، اخبار کی بات کر رہا ہوں کہ ایک دن رٹائر ایئر مارشل اصغر خان نے انکشاف کیا تھا کہ ٹیلیفون کی ہاٹ لائن کا کنیکشن جو صرف جرنلوں اور سول حکمرانوں کے مرکزی حکام کو دیا جاتا ہے وہ جناب مودودی صاحب کو بھی ملا ہوا تھا، بہرحال مجھے کسی بیلجیم میں رہنے والے قرآنی فکر سے آشنا آدمی نے کہا کہ میں نے آپ کی کتابیں پڑھی ہیں آپ قرآن کو مولویوں اور ان کے درس نظامی کے قید سے آزاد کرانے کے لئے جو بے تاب ہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، آپ کی کوششوں کا محور یہ جا کر بنتا ہے کہ آج کا مسلم قرآن کو پہچانے اور اس کی طرف آئے سو اس بات کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے چھوڑ دو مسلمانوں کو وہ اپنے مرشدوں کی چرنوں میں بیٹھے رہیں آج کا مسلم تو امامی علوم کی رہنمائی میں گھوڑے سجا کر انتظار کر رہا ہے کہ امام مہدی آئے اور انکی قیادت کرے سو ان کو مت چھیڑو یہ اپنی دھن میں مگن رہیں تو رہیں، قرآن کو اپنی راہیں کھولنے کا ڈھنگ آتا ہے، میں آج یورپ کی یونیورسٹیوں میں دیکھ رہا ہوں کہ وہاں کے ڈیں ریسرچ اسکالروں کو یہ تھیسز دے رہے ہیں کہ قرآن کی معاشیات، قرآن کی معاشرت، سماجیات قرآن کی بتائی ہوئی تاریخی حقائق پر پی ایچ ڈی کرو پھر جو کچھ بھی حاصل کرو اس پر بطور ریفرنس کے یہ نہ لکھو کہ یہ بات قرآن نے بتائی ہے، پھر یورپی دنیا کے دانشور اور حکمران قرآن سے ملی ہوئی رہنمائیوں کو قرآن کا نام لئے بغیر اپنے ہاں جزوی طور پر رائج بھی کر رہے ہیں سو ابھی تک تو اتنی بات ہے کہ۔

ترچھی نظر سے دیکھتے ہیں پھر بھی دیکھتے تو ہیں
میں شاد ہوں کہ کسی کی نظر میں تو ہوں

ایک دن ضرور آئیگا جو انسان کا جب بند گلی کے سفر میں اس کا مونہ دیوار سے جا لگے گا تو وہ ضرور قرآن کا نام لینے میں بھی عار نہیں کریگا اور نام سے پکار کر قرآنی حوالوں سے اسے ملی ہوئی روشنی کو قبول کریگا اس لئے کہ سچا اور اصلی مہدی تو صرف قرآن ہے (۳۵-۱۰) کمیونزم کے کعبہ لینن گراڈ کو مسمار کر کے ماسکو پر قابض ہو کر عالمی سامراج نے سوویت یونین کو ٹکڑے ٹکڑے تو کر دیا، یہ اسے اسلیئے فتح کرنا آسان ہوا جو کمیونزم کی تعلیم میں مرنے کے بعد ایک نہ ختم ہونے والی آخرت کی زندگی کا تصور نہیں تھا، جس کے اندر سکون اور ترقی پذیر معاشرت میں دائمی اور ابدی زندگی ملنے کا مدار دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں کسی غلام گردن کو آزادی دلانے پر ہوتا اور کسی بھوکے کو روٹی کھلانے اور مٹی میں لتھڑے ہوئے کسی محنت کش مسکین کو استحصالیوں کے تشدد اور قید و بند سے آزاد کرانے پر موقوف ہوتا، جیسے کہ قرآن میں ہے (سورت بلد ۹۰) یہی چیز تو انسان کے لئے جذبہ محرکہ بنتی ہے جو وہ کسی مظلوم و محتاج کو اگر دنیا میں کام آئے گا تو آخرت کے جہاں میں خود اس کا اپنا مستقبل باغات جنت میں بڑی تابناکی سے گذرے گا، یہ چیز داس کیپیٹال کی جدلیاتی مادیت میں نہیں ہے۔ سو کارل مارکس کے فارمولے میں جو دنیا کو بہشت بنا کر ذات انسان کے بھلے کے لئے کون سے ایسے انسان ہیں جو اپنے مفادات پر کسی اور بھوکے ننگے کے کام آئیں گے، جب تک ایسی قربانی اور ایثار کا انہیں بدلہ نہ دیا جائے یا ان کے لئے بدلہ کی بات نہ کی جائے سو مرنے کے بعد پھر دوسرے جنم اور اس کے نہ ختم ہونے والے دور کی بات قرآن نے تو کی ہے مارکس ازم کی جدلیات میں نہیں ہے جو بنیاد بنتی ہے اس جذبہ محرکہ کی جو یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ (۹-۵۹) یعنی ایثار اور اپنے اوپر دوسروں کی حاجتوں کو ترجیح دینے والے ذہن پیدا ہوتے ہیں، میں آخیر میں اپنی التجا کو اس بات پر ختم کرتا ہوں کہ آج جب پورے کرہ ارضی پر چند سرمایہ داروں نے قبضہ کر کے ٹوٹل انسانی آبادی کو انکی دولت بڑھانے کا مشنری پرزہ بنایا ہوا ہے تو اس کے مقابلہ میں انسانی آبادی کو آزادی دلا کر سکون سے رہنے اور ایک



دوسرے کو سنوارنے سنبھالنے کے مواقع دیکر اسے اس کے حقیقی معراج تک پہنچنے کے لئے جو راہیں کھولنی ہیں اس کے لئے باقاعدہ ایک تحریک کی ضرورت ہے ایک ہلچل کی ضرورت ہے، جس تحریک اور ہلچل کا منشور اور رہنما کتاب قرآن ہے جس کے لئے جرمن کے گوئٹے نے بھی یہ لکھا ہے کہ اس کتاب کے فارمولے اتنے تو ترقی یافتہ اور ایڈوانس ہیں جو آج تک کوئی علمی اور فکری شخصیت اس کو کراس نہیں کر سکی، اس لئے اس گلوبل ہوم اور واذا النفوس زوجت کے دور میں آئیں کہ انسانیت اور انسانوں کی حقیقی آزادی کے لئے کوئی کام کریں، جس کا مدار اس کام کے منشوری کتاب کے مفاہیم کو اسکی اصل تعبیرات میں دنیا کے سامنے لانا ہے اور اسکی تفہیم میں جو رکاوٹ والے علوم گھڑے گئے ہیں ان کو انکی اصلی شکل میں لوگوں کو دکھانا ہے۔

## میری یہ کتاب

جدا جدا موقعوں اور مطالبوں پر لکھے ہوئے مضامین کا مجموعہ ہے۔ جن کو اب "قرآن فہمی کے خلاف سازش" کے نام سے یکجا کر کے چھپوا رہا ہوں اس نام اور عنوان کے ذیل میں دشمنان انسانیت اور دشمنان قرآن کی ریشہ دوانیوں کو مختصر طور پر لایا ہوں جس کی تو بہت لمبی تاریخ ہے اور اس خلاف قرآن سازش کو علم قرآن نے برابری کے جن اصولوں پر انسانی فلاح کا جو منشور دیا ہے، جس کے ٹکر میں رد میں، مقابلہ میں عالمی سرمایہ داریت اور جاگیرداریت کے عفریت نے اس علم وحی کے توڑ میں پھر مختلف علوم تیار کرائے ہیں، بڑی ضرورت ہے کہ انکو بھی سرائیز کر کے دنیا کے سامنے لایا جائے، اس کے مقابلہ میں میری یہ کتاب تو اس سامراج کی سازشوں کے انبار کی طرف صرف ایک اشارہ ہے۔

## قرآن فھمی کے خلاف سازش

## جناب رسول علیہ السلام کی دی ہوئی تعلیم قرآن کیسی تھی اور وہ اب کہاں ہے؟

جناب قارئین! کہ عنوان میں دیئے ہوئے سوال کہ جناب رسول علیہ السلام کی دی ہوئی تعلیم قرآن کیا تھی اور وہ اب کہاں ہے؟ اسے یوں بھی بڑھادیتے ہیں کہ وہ تعلیم کس طرح تھی، کس قسم کی تھی، یہ سوال یہ استفسار صرف اور صرف ان لوگوں کا ہے جو لوگ قرآن کو بن سمجھے پڑھتے ہیں اور دین کو روایات میں سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کی بہت بڑی تعداد ہے اس لئے ہمیں اس سوال کی اہمیت کو قبول کرنا ہے، لیکن یہ بھی بتاتا چلوں کہ جو لوگ قرآن کے سمجھنے کو اتنی اہمیت نہیں دیتے اور اپنی فلاح اور نجات قرآن کو بن سمجھے پڑھنے میں تصور کئے ہوئے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ قوموں کے زوال پر غور کریں اور لوگوں کے زوال کے اسباب کو متعین کر کے اپنے آپ کو ٹٹولیں کہ آپ کس حد تک ان اسباب میں مبتلا ہیں اور ان اسباب کے حامل ہیں۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے میں قارئین کو عرض کرتا ہوں کہ سورت بقرہ کی آیات ۷۶ سے ۷۹ تک غور سے پڑھیں، یہ آیات تو یھودیوں کے عوام اور ان کے مولویوں سے تعلق رکھتی ہیں لیکن ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر بھی اپنی حالات اور خیالات کی ٹوہ لگائیں کہ کہیں ہم یہودیوں کے نقش قدم پر تو نہیں چل رہے، اور سابقہ قوموں اور امتوں کے احوال کو قرآن نے جو لایا ہے وہ بھی اسی مقصد کے لئے لایا ہے کہ ہم ان کے عروج و زوال سے اپنی تاریخ اور تقدیر خود بنائیں، آیت (76-2) میں ہے کہ یہودی لوگ جب مومنوں کو ملتے ہیں تو انہیں کہتے کہ ہم نے آپ کے رسول صہ پر ایمان لایا ہے ہم اسے سچا مانتے ہیں اس کے لئے پیشگوئیاں ہماری کتابوں میں موجود ہیں، پھر جب یہ لوگ اپنے اہل علم مولوی لوگوں کے پاس جاتے تھے تو وہ انکو کہتے کہ اتحدثونھم بما فتح اللہ علیکم، کیا تم لوگ ان مسلموں کو وہ باتیں بتاتے ہو جو ان کے نبی کے لئے ہماری کتاب



تورات میں لکھی گئی ہیں، اس طرح سے تو یہ لوگ اللہ کے ہاں ہم پر حجت کرینگے کہ ان لوگوں کے کتاب میں بھی آخری رسول کی باتیں تھیں، پھر بھی یہ لوگ نہیں مانے، لیکن ان کے مولویوں کو اللہ فرماتا ہے کہ اولا یعلمون ان اللہ یعلم مایسرون و ما یعلنون 77-2 یعنی بھلا کیا یہ یہودیوں کے علماء نہیں جانتے کہ اللہ ان کی مخفی اور ظاہر باتوں کو جانتا ہے، آگے فرمایا کہ منھم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی وان ھم الا یظنون (۲۔۷۸) ان میں کے کچھ ان پڑھ لوگ ہیں جو کتاب کا تو علم رکھتے نہیں، مگر خیالی تمناؤں کے پیچھے چلے جارہے ہیں اور انکے یہ خیالات تو ظنی ہیں، انہیں علم یقین کا درجہ تو نہیں کہا جائیگا، جناب قارئین! بلکل یہی صورتحال ہم مسلم امت کے عوام اور مولویوں کی ہے، عوام کا یہ حال ہے کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھتے نہیں اور بن سمجھے پڑھنے کے رٹے والے ختموں سے سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہماری فلاح اور نجات اسی میں ہے اور ان کے مسائل حیات تو قرآن سے لئے ہوئے نہیں ہوتے جو انکو ان سے دنیا کی فلاح اور آخرت کی نجات مل سکے، انکو انکے مولویوں نے دھوکہ دے رکھا ہے کہ قرآن کا تفسیر علم حدیث کی صورت میں ملا ہوا ہے علم حدیث کو تفسیر قرآن سمجھیں۔ ان مولویوں نے سادہ عوام کو قرآن سے بہکانے کے لئے یہ دھوکہ دیا ہوا ہے کہ علم حدیث بھی اللہ کی جانب سے ملا ہوا ہے بس اس کا نام صرف وحی خفی اور وحی غیر متلو ہے باقی اسے بلکل اللہ کے قرآن جیسی وحی سمجھو، تو اللہ نے ان کے فراڈ کا بھانڈا اکھولنے کے لئے فرمایا کہ یہ لوگ جھوٹ کہہ رہے ہیں، فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ لیشترو ابہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم و ویل لھم مما یکسبون (۲۔۷۹) یعنی تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے (حدیثوں کی) کتاب لکھی پھر اس کے لئے دعوی کی کہ یہ اللہ کی طرف سے وحی کردہ ہیں، یہ کچھ اس لئے کررہے ہیں کہ اس عمل سے یہ ثمن قلیل حاصل کریں (چاہے وہ کروڑوں اربوں رپیوں میں کیوں نہ ہو) پھر ہلاکت ہے ان کے لئے جنہوں نے اپنے ہاتھوں کی قلمی کاوش سے یہ تجارت کی ہے اور انکے ایسے کسب کے لئے بھی ویل اور ہلاکت

## تفسیر قرآن کے لئے اللہ کا اعلان

الر، کتاب احکمت ایاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر (11-1) یعنی میں اللہ دیکھ رہا ہوں کہ کتاب، قرآن کی جملہ ایات محکم ہیں ساتھ ساتھ تفصیل کی ہوئی بھی ہیں۔ اور وہ تفصیل بھی ایسے اللہ کی جانب سے جو حکمت والا بھی ہے اور باخبر بھی میں اس آیت کے حوالہ سے معزز قارئیں کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں کہ ایت کے ایک ایک لفظ پر غور فرمائیں، اور غور کرنے کے بعد بتائیں کہ تفسیر قرآن کے لئے قرآن میں کون سی چیز رہ گئی ہے جو آپکو بتائی جائے، میرے خیال میں لوگوں کا سوال ہے کہ قرآن کی تعلیم دیتے وقت جناب رسول کے اپنے الفاظ کیا تھے جو کہ علم حدیث کی شکل میں علم تفسیر ہیں سو اس سوال کا جواب بھی قرآن حکیم نے خود بتایا ہے لیکن اس جواب سے پہلے قرآن خود، آپ سوال کرنے والوں سے بھی ایک سوال کرتا ہے کہ اولم یکفھم انا انزلنا علیك الکتاب یتلی علیھم ان فی ذالك لرحمة و ذکری لقوم یومنون (۲۹-۵۱) یعنی ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تیرے اوپر کتاب نازل کی ہے جو وحی متلو والی ہے یعنی پڑھی جانی والی ہے یقین سے اس کتاب میں لوگوں کے لئے رحمت اور نصیحت ہے (لیکن اس کے لئے شرط ہے کہ وہ لوگ) مومن ہوں، یعنی جو آدمی قرآن کو ناکافی تصور کریگا وہ مومن نہیں ہوسکتا، وہ اس لئے مومن نہیں ہوسکتا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس کتاب میں محکم باتیں تفصیل کے ساتھ دی ہیں۔ جو تمہارے لئے کفایت کرنے والی ہیں، سو جو کوئی اگر کہے کہ قرآن کی باتیں محکم نہیں، مفصل نہیں، کافی نہیں تو وہ مومن کیسے ہوسکتا ہے۔ اب آئیں کہ دیکھیں کہ رسول نے تعلیم قرآن دیتے وقت کونسے الفاظ دئے ہیں، جن کے لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ لقد من اللہ علی المومنیں اذبعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمة (۳-۱۶۴) یعنی بلاشک احسان فرمایا اللہ نے مومنوں پر جب بھیجا ان میں رسول کو جو ان میں سے تھا وہ پڑھتا تھا ان پر اللہ کی ایات (جن کی تعلیم سے لوگوں کی ذہنی



اور جسمانی) پرورش کرتا تھا حکمت سے بھرے ہوئے کتاب کی تعلیم سے، محترم قارئیں! میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کا سوال کہ جناب رسول کے تعلیم قرآن کے دوران کون سے الفاظ ہوتے تھے؟ یہ سوال اب بھی میری طرف قرض رہتا ہے، یہ جواب مجھے کیا دینا ہے یہ قرض تو قرآن کی طرف ہے وہ خود اپنا قرض اتاریگا، اس سے پہلے کہ اس سوال کا جواب قرآن سے معلوم کریں، تو اس سے بھی اہم جو بات ہے وہ ہے اللہ کے فرمان الر کتاب احکمت ایاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر (11-1) کے سمجھنے کے بعد یہ سوچا جائے کہ ایسا سوال کس حد تک روا ہے، کس حد تک جائز ہے، آیت میں اس اعلان ربی کے بعد کہ اس کتاب کی جملہ ایات کو محکم بنانے کے بعد اسے اللہ حکیم اور خبیر نے اپنی طرف سے تفصیل کیا ہوا ہے۔ اس اعلان کے بعد کسی کا یہ مطالبہ کہ اللہ کے تفصیل والے کلام تفسیر والے کلام کے سوا، غیر اللہ کا تفسیری کلام کیا ہے، یا جناب رسول اللہ کا تفسیری کلام کونسا ہے۔ کیا اس قسم کے سوال سے اللہ کے تفسیر سے متعلق اعلان پر بے اعتمادی نہیں ہورہی ہے؟ کہ آپ کا بتایا ہوا تفصیل ناکافی اور نامکمل ہے ہمیں قبول نہیں، اس کے ایڈیشن میں ہم رسول کے بھی تعلیم کتاب والے الفاظ اور نوٹس سننا چاہتے ہیں ایسے سوالات کرنے سے پہلے بہت سوچنا ہوگا، غور کرنا ہوگا، کہ ہم کس ہستی کے کلام پر بے اعتمادی کرتے ہوئے ادھر ادھر جھانک رہے ہیں۔ ایسے مقام پر اللہ کا رسول یعقوب علیہ السلام بھی قوانیں الاہی کے سامنے سرینڈر کرتے ہوئے اپنے بیٹوں سے کہتا ہے کہ **وما اغنی عنکم من اللہ من شی ان الحکم الا للہ** یہاں میری عرضداشت کا مقصد یہ ہے کہ جب اللہ نے کہہ دیا کہ یہ کتاب احکمت ایاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر یعنی اس محکم کتاب کی آیات، اللہ حکیم اور خبیر کی طرف سے تفصیل کی ہوئی ہیں تو اب کس کی مجال ہے جو دم مار سکے کہ اللہ کے تفصیل کے بعد میری تفصیل سنو، کیا لوگوں نے جناب رسول علیہ السلام کو ایسا سمجھا ہے جو وہ اللہ کے اعلان کہ قرآن میری طرف سے تفصیل شدہ دیا جارہا ہے (11-1) اس کے بعد بھی اپنی طرف سے کوئی تفسیری حاشیہ یا نوٹ دے سکیں گے، کیا کریں اللہ نے تو اپنے رسول کی تدریس قرآن

والی نہج، درس قرآن والی آئندہ یا، یعلمھم الکتاب کی تعلیم کے الفاظ اور طریقہ، آپ قرآن میں
بتایا ہوا ہے کہ وکذالک نصرف الآیات ولیقولوا درست و لنبینہ لقوم یعلمون
(6-1.5) یعنی اسی طرح ہم ایات کو گھما پھیرا کر بار بار تکرار سے لاتے ہیں تاکہ سننے والے
پکار اٹھیں کہ آپ نے بہت لاجواب درس دیا بہت اچھا پڑھایا، بہت عمدہ تدریس ہے آپ
کی، اگر کوئی سوال کرے کہ یہ تو درس تدریس کی بات قرآن کی، اس میں تو اللہ نے اپنے لئے
کہا کہ وکذالك نصرف الآيات ہم بار بار تصریف آیات سے درس دیتے ہیں اس میں
رسول کا ذکر تو آیا ہی نہیں، سو جناب من کیا کریں تفہیم قرآن میں قسم خور لوگوں نے جعلو
االقرآن عضین آیات قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا ہے، اس کلام ربی کے ساتھ ساتھ فرمان
ربی آگے بھی چل رہا ہے کہ اتبع ما اوحی الیك من ربك لا الہ الاھو واعرض عن
المشرکین، یعنی اے محمد! سلام علیک جو طریقہ درس قرآن کے لئے، تدریس قرآن کے
لئے، تعلیم قرآن کے لئے، آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے (یعنی تصریف آیات والا) اسی کی
تابعداری کرنا، یاد رکھا جائے کہ اللہ کے سواء کوئی اور حاکم نہیں معبود نہیں ہے ایک وقت آنیوالا
ہے جو لوگ اس قرآن کے ساتھ امامی ملاوٹیں حدیثوں کے نام سے ملائینگے انکے لئے کہینگے
کہ یہ قرآن کے ساتھ مثلہ معہ والا وحی غیر متلو ہے اس کے لئے اللہ نے پہلے ہی اعلان کر دیا
ہے کہ فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عندا اللہ (۲_۷۹)
یعنی ہلاکت ہے ایسے لوگوں کے لئے جو لکھیں تو کتاب اپنے ہاتھوں سے، پھر کہیں کہ یہ اللہ کی
طرف سے وحی غیر متلو اور خفی ہے یا مثلہ معہ ہے سوائے محمد! علیک السلام اعرض عن
المشرکین آپ ان شرک کرنے والوں سے منہ پھیرے رکھیں، یہ امامی ملاوٹیں قرآن میں
تحریفات معنوی کے لئے کی جارہی ہیں، سو غور فرمایا جائے اسی آیت میں اللہ نے تصریف
ایات سے درس دینے کی بات کر کے آگے فرمایا کہ اتبع ما اوحی الیك من ربك یعنی
اے محمد آپ بھی تدریس قرآن کے لئے، تعلیم قرآن کے لئے، اس طریق کا اتباع کریں،
میرے خیال میں رسول اللہ کے طریقہ تعلیم سے متعلق سوال کا قرضہ قرآن نے تو اتار دیا اور



طئے ہو گیا کہ رسول اللہ کی تعلیم قرآن کے الفاظ بھی وہی ہیں جو قرآن کی آیات بینات
ہیں۔ تصریف آیات کا طریقہ بتا کر جواب دے دیا۔

## تفسیر قرآن کے لئے الفاظ رسول کا مطالبہ کرنے والوں کا قرآن تعارف کراتا ہے

جن لوگوں کو خواہ مخواہ ذہنی مالیخولیا ہے کہ تصریف آیات سے تو پھر بھی کلام الہیٰ سامنے آجاتا
ہے ان کو وحی خداوندی کے علاوہ رسول کے الفاظ چاہیں۔ قرآن نے ان دشمنان علم وحی
کیا اندر کی بات بتادی کہ **ولقد صرفنا فی ھذا القرآن لیذکرو
اومایزیدھم الا نفورا** (۱۷_۴۱) انکو وحی خداوندی کے علاوہ رسول کے الفاظ چاہیں
یعنی یقین سے ہمنے اس قرآن میں (آیات کو مختلف پیرایوں میں) پھیر، پھیر کر لایا ہے تاکہ
اسے یاد کر سکیں اور آپس میں مذاکرات کر سکیں، افہام تفہیم کر سکیں، لیکن ان لوگوں کو ہمارا یہ فہم
قرآن میں سہولتیں پیدا کرنے والا انداز اور اسلوب، نفرتیں ہی نفرتیں بڑھا رہا ہے یہ ان کی
نفرتیں قرآن کی تفہیم کے لئے تصریف آیات کے ہنر سے اس وجہ سے ہیں جو یہ انداز تفسیر ان
کی امامی روایات جن کو انہوں نے وحی خفی قرار دیا ہوا ہے انہیں ٹکنے نہیں دے رہا، مطلب کہ
خالص قرآن سے تو ان کو نفرت ہے، قرآن سے تو ان کی جنگ پرانی ہے، یہ لوگ قرآن میں
ترمیم تبدیل کا مطالبہ تو خود جناب رسول اللہ سے نزول قرآن کے زمانے میں ان کی حیات
طیبہ کے دنوں میں بھی کرتے رہتے تھے، اللہ بتاتا ہے کہ واذا تتلی علیھم ایتنا بینات
قال الذین لا یرجون لقائنا ائت بقرآن غیر ھذا اوبدلہ قل مایکون لی ان ابدلہ
من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم
عظیم (۱۵_۱۰) یعنی جب ان پر ہماری ایسی ایات جو ہر بات کو کھولنے والی ہوتی ہیں پڑھی
جاتی تھیں تو جن لوگوں کو ہمارا سامنا کرنے کا آسرا نہیں ہوتا تھا وہ کہتے تھے کہ اس قرآن کے
سوا کوئی اور الفاظ والا کلام لاؤ یا اس سارے مفہوم کو بدل ڈالو۔ جواب میں رسول سے کہلوایا
گیا کہ کہہ دو میری کیا مجال ہے جو ان قوانین کو، کلام الاہی کو بدل سکوں اپنی طرف سے، میں

تو تابعداری کرتا ہوں صرف اس کلام کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، (سن لو) اگر میں (آپکے کہنے پر کلام الہیٰ میں اپنی طرف سے کچھ بھی ملاؤنگا) تو میں ایسی نافرمانی کرنے سے بڑی پیشی والی دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں، جناب قارئیں! میرے خیال میں آپ سمجھ گئے ہونگے کہ جولوگ آج شور مچارہے ہیں کہ قرآن کی تدریس اور تعلیم کے دوران سمجھانے کے لئے جوالفاظ بغیر قرآن کے رسول اللہ نے استعمال فرمائے ہیں وہ الفاظ ان کی والی بخاری مسلم ترمذی وغیرہ کی حدیثوں والے الفاظ ہیں۔اب کوئی آئے اور اپنی علمیت آزمائے تو میں ثابت کرتا ہوں کہ آیت (۱۵۔۱۰) میں قرآن نے جن لوگوں کے مطالبہ کاذکر کیا ہے کہ وہ رسول سے علم وحی میں ائت بقران غیر ھذا کا مطالبہ کرتے تھے وہ غیرقرآنی مطالبے وہ سارے خلاف قرآنی مطالبے، جاگیرداری کا جواز، غلام سازی کا جواز، کم عمر بچوں سے نکاح کا جواز ایسی اور بھی کئی ساری چیزیں جو قرآن نے حرام کی تھیں وہ ساری کی ساری چیزیں موجودہ علم حدیث میں بخاری مسلم وغیرہ میں ایسا مطالبہ کرنے والوں نے جائز کی ہوئی ہیں، اور ان کو انہوں نے تفسیر قرآن کا رسول کی زبان سے تفسیر مشہور کیا ہوا ہے یہی توان کی سازش ہے اور فکری رشتہ داری ہے حدیث سازوں کی، رسول اللہ کے زمانے کے ترمیم پسندوں کے ساتھ اللہ کا رسول اللہ کے پیغام میں، اپنی تشریحاتی نوٹس یا مارکس اپنے الفاظ ملاکر بتاتے تھے؟ جواب میں قرآن نے فرمایا کہ ابلغکم رسالات ربی و انصح لکم و اعلم من اللہ مالا تعلمون (۷۔۶۲) یعنی میں تو تمہیں وہی کچھ پہنچاتا ہوں جو میرے رب کی رسالات والے پیکجز ہیں۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جن کا تم لوگوں کو علم نہیں ہے، اور جناب صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے کہا کہ یا قوم لقد ابلغتکم رسالۃ ربی و نصحت لکم و لکن لا تحبون الناصحین (۷۔۷۹) یعنی اے میری قوم! میں نے آپ کو اپنے رب کا پیغام رسالت پہنچایا اور آپ کو نصیحت کی لیکن تم لوگ نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے، سیدنا شعیب علیہ السلام نے [illegible] اپنی قوم [illegible] کہ یا قوم لقد ابلغتکم رسالات ربی و نصحت



لکم فکیف اسیٰ علی قوم کافرین (۷۔۹۳) یعنی اے میری قوم یقین کے ساتھ میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالات (پیغامات) پہنچائے اور تمہارا بہت ہی بھلا چاہا لیکن اب کافر اور منکر لوگوں پر کیا افسوس کروں، آگے پھر جناب سیدنا ھود علیہ السلام کے لئے قرآن بتاتا ہے کہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ فقد ابلغتکم ما ارسلت بہ الیکم و یستخلف ربی قوما غیر کم ولا تضرونہ شیئا ۔ (۱۱۔۵۷) یعنی میں نے پہنچایا آپ کو وہ پیغام جس کے لئے میں رسول بنایا گیا، (اب تمہارے نہ ماننے سے دنیا دیکھے گی کہ) تمہارے بعد کوئی اور قوم آئیگی جو تمہاری زمین پر راج کریگی جسے تم کچھ نقصان نہیں پہنچا سکو گے، جناب قارئیں! حدیث ساز لوگوں کا جناب رسول اللہ سیدنا محمد علیہ السلام پر الزام ہے کہ اس نے اپنی طرف سے حدیثوں کے نام سے علم دیا ہے، جس کو وحی غیر متلو اور وحی خفی اور مثل قرآن مع قرآن کا درجہ حاصل ہے جبکہ وہ وحی غیر متلو علم قرآن کو منسوخ بھی کرتا ہے (بخاری) اور وہ وحی خفی کا علم رسول کو پرائی عورتوں سے خلوت بھی کراتا ہے (بخاری) اور حدیث کے نام پر مثل قرآن علم قرآن پڑھنے والوں کو شیطان بھی بناتا ہے (مسلم) اور وہ علم حدیث جس کو یہ لوگ مثل قرآن کہنے کے بعد مع القرآن کا بھی درجہ دیتے ہیں ایسے مع القرآن علم کی روایات میں ہے کہ رسول نے اپنے گھر میں لونڈی رکھی ہوئی تھی جس نے زنا کرائی (مسلم) میں دنیا بھر کے انسانوں کو بالعموم اور امت مسلمہ کو بالخصوص دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہمارے رسول کی علمی میراث صرف کتاب قرآن حکیم ہے اور بس، سو یقین کیا جائے کہ جناب رسالت مآب سلام علیہ کی تعلیم خالص قرآن تھی اور جناب رسول کی تعلیمات کو اگر کسی کو پڑھنے اور معلوم کرنے کا شوق ہے، تو وہ شخص قرآن کو پڑھے صرف قرآن کو، اگر کسی کو علم حدیث پڑھنے کا شوق ہے تو اس پر لازم ہے کہ حدیث میں بتائے ہوئے مسئلوں کو قرآن سے ٹیلی کرے اسی مسئلہ کو قرآن سے بھی سمجھے پھر حدیث سے بھی سمجھے، مجھے ہر آدمی کے خلوص پر بھروسہ ہے کہ اللہ نے لوگوں کے دلوں میں، ضمیر میں، ایک منصف قاضی اور جج بٹھایا ہوا ہے وہ بھی ان لوگوں کے ذہنوں میں جو اپنی محنت سے حلال کی روزی کھاتے ہیں سو جب لوگ علم قرآن اور علم

حدیث کا تقابلی تجزیہ کرینگے تو از خود بات سمجھ میں آجائے گی کہ قرآن لوگوں کو کہاں لے جانا
چاہتا ہے اور علم حدیث کہاں لے جانا چاہتا ہے۔ یہ اعتماد لوگوں کے خلوص پر صرف ان کے
لئے ہے جن کی روزی اپنی محنت سے حاصل شدہ ہے۔

## اگر علم حدیث قرآن کی تفسیر ہے تو

دکھایا جائے اور دنیا والوں کے بتایا جائے کہ سارے ذخیرہ علم حدیث میں رسول علیہ السلام
نے قرآن کی کون کون سی سورتوں اور کون سی آیتوں کو پڑھکر انکا ایسا تفسیر کیا، ہے جو متن قرآن
اور آیت قرآن کو سمجھاتا ہو، اس کی تفسیر کرتا ہو، حدیث پرست لوگ سعودی حکومت کی طرف
سے ریالوں کی بارش سے عالمی سامراج کی ہدایت پر متشددانہ طور سے لوگوں کو منکر حدیث
قرار دیکر کافر سازی کا کارخانہ کھولے ہوئے ہیں۔ اور دعوں پر دعوے کئے جارہے ہیں کہ علم
حدیث قرآن کی تفسیر کرتا ہے، ان حدیث پرستوں نے لاکھوں حدیثوں کے انبار جمع کئے
ہوئے ہیں، میں چیلنج کرتا ہوں کہ ان لاکھوں کی تعداد کی حدیثوں میں سے صرف ایک
حدیث کوئی سی بھی ایک حدیث نکال کر دکھائی جائے، کہ جس کتاب قرآن کو پہنچانے کے
لئے جناب رسول کو رسالت ملی ہے، اس قرآن کی کوئی ایک چھوٹی سی سورت یا قرآن کا ایک
رکوع بھی پڑھکر رسول اللہ نے اس کی تفہیم کے لئے درس قرآن دیا ہو، اپنی تیئیس سالہ
زندگی میں رسول اللہ کی ابلاغ رسالت اور قرآن کے حوالہ سے ایک دن کا واقعہ کسی حدیث
میں دکھایا جائے کہ جناب رسول نے قرآن کی یہ آیات تلاوت فرمائیں پھر انکا یہ تفسیر فرمایا،
ہمیں منکر حدیث کہہ کر کافر اور مرتد کہنے والو! ہم ایسے علم حدیث کو ضرور قبول کرینگے جن
احادیث میں رسول اللہ علیہ السلام نے پہلے قرآن کی تلاوت فرمائی ہو پھر ان احادیث میں
قرآن کی آیات کو لفظ بلفظ تفسیر کر کے سمجھایا ہو میں دعوی سے کہتا ہوں کہ تمہارے سارے
ذخیرہ علم حدیث میں ایک بھی ایسی حدیث نہیں ہے جس میں جناب رسول کو آپ کے حدیث
ساز اماموں نے عرصہ نبوت کے تیئیس سالوں میں سے کسی ایک دن کو بھی کسی ایک سورت یا
رکوع پڑھنے کے بعد درس قرآن دینے کی کوئی حدیث نہیں لائی ہمیں تو شوق ہے کہ ہم جناب



رسول کی زبان اطہر واقدس سے درس قرآن کریم سنیں پڑھیں اور معلوم کریں، علم حدیث کو
قرآن کا تفسیر کہنے والو! اللہ کے واسطے ایسی کوئی سی ایک بھی حدیث تو دکھاؤ جو جناب رسول
کے درس تفسیر قرآن پر مشتمل ہو، یقین سے تمہارے پاس ایسی حدیث نہیں ہے اور ہم
تمہاری یہ حدیث بخاری کے کتاب التفسیر سے ماننے کے لئے تیار نہیں جس میں راوی کہتا
ہے کہ ہم رسول کی حیاتی تک رسول کی معیت میں متعہ کرتے رہے ہیں انکی وفات تک قرآن
میں متعہ کو حرام قرار دینے کا حکم نہیں نازل ہوا اور نہ ہی نبی نے اس سے منع کی اتنے تک جو
وفات پاگئے، اتنے تک جو وفات رسول کے بعد قال رجل برایہ ماشاء یعنی عمر نے اپنی راء
سے کہا جو کہا اور تم نے حدیثیں بنائی ہیں کہ مالدار آدمی کو قرآن نے جو وصیت کرنے کا حکم دیا
ہے (۱۸۰-۲) وہ آیت منسوخ ہے (بخاری) ہم اس حدیث کو نہیں مانیں گے، اور آپ کے
علم حدیث نے جو لکھا ہے کہ اللہ نے قرآن میں رجم کی آیت اور باپ دادوں کے پیچھے چلنے
کی آیت نازل کی تھی جو کسی نے قرآن سے نکال کر گم کردی ہیں (بخاری) ہم ایسی آپ کی
حدیثوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں، اور تمہارے گھڑے ہوئے علم حدیث میں جو لکھا گیا ہے
کہ قرآن میں شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے کی آیت اور بڑی عمر والے کو عورت کا دودھ پلا
کرا سے رضائی بیٹا بنانے کی آیت قرآن میں نازل ہوئی تھی اس قرآن کو بکری کالیلھا کھا گیا
(ابن ماجہ) ہم ایسی مخالف قرآن حدیثوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جناب قارئیں
موجود مروج علم حدیث کا لوگ عقیدت سے اس لئے احترام کرتے ہیں جو ان حدیثوں کی
نسبت جناب رسول کی طرف کی ہوئی ہے جو نسبت جھوٹی ہے اور اس علم میں رسول علیہ السلام
پر تبرائیں کی ہوئی ہیں لوگوں نے اس علم کو تو پڑھا نہیں ہے یہ علم تو قرآن کا دشمن علم ہے، اس کی
جناب رسول کی طرف نسبت جھوٹی ہے، اگر کوئی کہے کہ بخاری اور دیگر کتب احادیث میں
مستقل کتاب التفسیر بھی لکھا ہوا ہے تو جناب آپ کے اوپر لازم ہے کہ آپ علم حدیث کے
کتاب التفسیر کو ضرور پڑھیں بخاری نے کتاب التفسیر میں ایک صحابی کو آیت لاتسئلو عن اشیاء
کے ذیل میں نطفہ حرام کی اولاد قرار دیکر تلمیح کے طریقہ سے دیگر اصحاب رسول کو بھی ان کی

نسل پر گالی دی ہے. بخاری کے کتاب التفسیر میں آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم کے ذیل میں اصحاب رسول کو دوزخی اور مرتد کہا ہے، لوگوں پر فرض بنتا ہے کہ وہ ایسی حدیثیں ضرور پڑھیں پھر علماء مدارس سے ادب سے سوال کریں کہ آپ امت کی اولاد کو ایسی دشمن رسول، دشمن اصحاب رسول، دشمن قرآن تعلیم ،حدیثوں کے نام سے پڑھا رہے ہیں، امت کی خیرات زکواۃ کے پیسوں سے، آخر ہم سے آپ کس چیز کا بدلہ لے رہے ہیں، ہم کون ہیں آپ کون ہیں، جناب قارئیں میں اپنا مضمون ختم کرتا ہوں اور یہ میرا مضمون امت مسلمہ کی بارگاہ میں ایف آئی آر ہے دشمناں قرآن کے خلاف ہمیں تفصیل کے ساتھ معلوم ہے کہ عالمی استحصالی قرآن دشمن سامراج نے امت مسلمہ سے قرآن چھیننے کے لئے کن کن ذرائع سے قرآن دشمن فرقوں کو کیا کیا سہارے دئے ہوئے ہیں۔ اور آج تک برطانوی اور آمریکن سامراج کے مسلم امت کے علماء حدیث سے کیا کیا تعلقات ہیں؟

## کیا علم حدیث،قرآن کی تفسیر اس طرح کرتا ھے؟

لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجو الله والیوم الآخر وذکر الله کثیرا (21-33) یقین سے تمہارے لئے اللہ کے رسول میں خوبصورت نمونہ ہے (خاص) اس آدمی کے لئے جو اللہ اور آخرت کی امید رکھتا ہے اور ہر وقت اللہ کے قانون کو سامنے رکھتا ہے جناب قارئین! اللہ عز وجل نے اپنے رسول کی شخصیت اور حیاتی کو مثالی اور سمبال بنا کر پیش کیا ہے ان لوگوں کیلئے جو اللہ کے ہاں آخرت میں سرخ روئی چاہتے ہوں اب آئیں کہ علم حدیث میں رسول اللہ کی سمبالک اور مثالی شخصیت کا تعارف حاصل کریں۔ بخاری کی کتاب النکاح میں باب نمبر 142 حدیث نمبر 218 ہے کہ جاءت امرلة من الانصار الی النبی ﷺ فخلا بھافقال و الله ان کن لاحب الناس الی ۔یعنی ایک انصاری عورت رسول اللہ کے پاس آئی پھر آپ نے اسکے ساتھ خلوت فرمائی پھر کہا کہ قسم اللہ کی تحقیق تم (انصار کی عورتیں) مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو، بخاری کے کتاب الآداب میں باب نمبر 608 میں ہے کہ ماقیل فی ذی الو جھین۔یعنی دو رخے



آدمی کے متعلق جو کہا گیا، اسکے بعد جو حدیث لائی ہے اسکا نمبر ہے 995 جس میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول صہ نے فرمایا کہ تجدمن شر الناس یوم القیامة عندالله ذی الوجھین الذی یأتی ھؤلاء بوجه وھؤلاء بوجه ۔یعنی قیامت کے دن لوگوں میں سب سے برا اللہ کے ہاں وہ ہوگا جو دورخا ہو۔ ایک طرف کے لوگوں کے پاس ایک چہرہ سے جائے اور دوسری طرف کے لوگوں کے پاس دوسرے چہرے سے جائے، یعنی جن کے پاس جائے انکی بات کرے، جناب قارئیں اس حدیث سے پہلے امام بخاری نے حدیث لائی ہے جسکا نمبر ہے 991 جس میں ہے کہ عائشہ روایت کرتی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو رسول نے فرمایا کہ ائذنو اله بئس اخو العشیرة او ابن العشیرة ۔یعنی اسے اجازت تو دی جائے لیکن یہ اپنے قبیلہ کا بڑا گندہ بھائی یا بیٹا ہے، پھر جب وہ داخل ہوا تو الان له الکلام رسول اللہ نے بڑی نرمی سے اس کے ساتھ بات چیت کی پھر عائشہ فرماتی ہے کہ میں نے سوال کیا کہ قلت الذی قلت ثم النت له الکلام ۔تھوڑی دیر اس آدمی کے لئے آپ نے کیا فرمایا پھر تو آپ اسکے ساتھ بڑے نرم انداز میں باتیں کرتے رہے؟ جواب میں فرمایا کہ سب سے برا آدمی وہ ہے جو لوگ اس کی فحاشی کے خوف سے اسے چھوڑ دیں، اب قارئیں! غور کریں کہ رسول ایک آدمی کو فاحش اور اپنے قبیلہ کا برا آدمی بھی کہے پھر اسے اپنی نوجوان بیوی کے روبرو بلا کر بڑے نرم نمونہ سے بات چیت کرے، تو بخاری نے اپنی ان حدیثوں کی ترتیب میں کس کو دورخا کہا، اور کیا رسول اللہ کا اسوہ حسنہ ایسا ہوگا جو ایک فاحش آدمی کو اپنی نوجوان بیوی کے روبرو بلا کر نرم لہجے میں ملاقات کرے۔

اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ ان الصلوة تنھی عن الفحشاء والمنکر 21/45 یعنی صلوۃ روکتی ہے فحاشیوں اور منکرات سے۔ پھر قرآن کی سورت توبہ میں ہے کہ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان ـــــــــ واعدلھم جنات تجری تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا ذالك الفوز العظیم 100-9 ۔یعنی اصحاب

رسول ہجرت میں پہل کرنے والے اور انصار صحابہ اور جو ان کی تابعداری کرنے والے
اللہ ان سے راضی یہ اللہ سے راضی ان کے لئے اللہ نے ایسے باغات والی جنت تیار کی ہے
جس میں نہریں بہتی ہیں یہ اسمیں ہمیشہ ابد تک رہینگے، یہ ان کی بڑی کامیابی ہے کتاب ترمذی
کے اندر ابواب تفسیر کے اندر سورہ حجر کی پہلے نمبر میں حدیث لائی گئی ہے کہ عن ابن عباس
کانت امرأته تصلی خلف رسول ﷺ حسناء من احسن الناس و کان بعض
القوم یتقدم حتی یکون فی الصف الاول لان لا یراها ویستا خربعفهم حتی
یکون فی الصف الموخر فاذار کع نظر من تحت ابطیه فانزل الله تعالی
ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین ۔یعنی ایک خوبصورت عورت
رسول اللہ کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی، بعض لوگ جس میں آگے کھڑے ہو جاتے تھے تا کہ
اس کو نہ دیکھ سکیں اور بعض پچھلی صف میں جو کہ عورتوں کی آخری صف کو قریب ہوتی پیچھے ہٹ
جاتے جب رکوع کرتے تو اپنی بغلوں کے نیچے سے اس عورت کو دیکھتے، پھر اللہ نے یہ آیت
نازل فرمائی کہ ہم اگلوں پچھلوں سب کو خوب جانتے ہیں۔ جناب قارئین آپ نے اصحاب
رسول کے لئے سورت توبہ کی آیت بھی پڑہی کہ وہ سارے کے سارے جنتی ہیں پھر سورت
عنکبوت کی آیت بھی پڑہی کہ صلوۃ ہر برائیوں بدکاریوں سے روکتی ہے تو ترمذی کی حدیث
والی صلوۃ کیسی ہے جو خود رسول اللہ کے پیچھے بھی لوگ بغلوں کے نیچے سے کیا کر رہے ہیں کیا
قرآن کا تفسیر علم حدیث کے ذریعے ایسا ہوتا ہے۔

اللہ فرماتا ہے کہ **اذا قرئت القرآن فاستعذ بالله من الشیطان الرجیم** (16-98) یعنی جب تو قرآن پڑھے تو اللہ سے شیطان کے نقصان پہنچانے اور
اس کے شر سے بچنے کی پناہ طلب کر۔ جناب قارئین اس آیت کے حوالہ سے آپ نے ملاحظہ
فرمایا کہ قرآن پڑھنے والوں کو اللہ نے شیطان سے بچ کر رہنے کی دور رہنے کی اسکے شر سے
اللہ کی پناہ طلب کرنے کی تلقین فرمائی اب اسکے مقابل ملاحظہ فرمائیں کہ علم حدیث کیا تو
قرآن کے لئے لوگوں کو تصورات دیتا ہے، امام مسلم نے اپنی کتاب کے شروع میں ایک



حدیث لائی ہے کہ ان فی البحر شیاطین مسجونة اوثقها سلیمان یوشك ان
تخرج فتقرأ علی الناس قرآنا ،( کتاب مسلم جلد اول صفحہ 10 مطبع قدیمی کتب خانہ
مقابل آرام باغ کراچی ) یعنی سمندر میں سلیمان علیہ السلام نے شیطانوں کو قید کیا ہوا ہے
اندازہ ہے کہ وہ نکلیں گے اور لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنائینگے۔

قرآن میں اللہ نے فرمایا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (9-15) یعنی ہمنے
نازل کیا قرآن کو اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، جناب قارئین! قرآن
میں اللہ کے اس اعلان کے بعد دیکھیں کہ اسی مسئلہ یعنی قرآن کے محفوظ ہونے کے بارے
میں علم حدیث قرآن کی کس طرح کی تفسیر کرتا ہے۔ کتاب بخاری کے اندر ایک موضوع ہے
کتاب المحاربین کے نام سے اس میں ایک باب ہے رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت
کے نام سے باب کا نمبر ہے 979 اور اس میں جو حدیث ہے اس کا نمبر ہے 1730 اس
میں یہ بات لائی ہے کہ عمر بن الخطاب نے جمعہ کے خطبہ میں فرمایا کہ بیشک اللہ نے اپنے
رسول کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل کی پھر اس نازل کردہ کتاب میں رجم کی آیت
یعنی سنگسار کرنے کی آیت تھی جسے ہم نے پڑھا تھا اور محفوظ رکھا تھا جناب رسول نے بھی اس
پر عمل کرتے ہوئے سنگسار کیا اور ہم نے بھی سنگسار کیا مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں پر دراز مدت
گذرنے کے بعد ایسا زمانہ آئے گا جو کہنے والا کہے گا کہ قرآن میں تو رجم والی آیت ہے ہی
نہیں جناب قارئین اسی حدیث میں عمر کے نام سے یہ بات بھی بخاری نے حدیث میں لائی
ہے کہ اس آیت رجم کے علاوہ ہم ایک دوسری آیت بھی قرآن میں پڑھتے تھے جو گم کردی گئی
ہے کہ لاتر غبوا عن ابائکم فانه کفر بکم ۔ یعنی اپنے آباؤ اجداد سے منہ نہ پھیرو ایسے
کرنا کفر ہوگا تمہارے لئے، اس آیت کی عبارت کے الفاظ پوری طرح عمر کو یا راوی کو یاد نہیں
رہے تھے سو حدیث میں اس معنی کے لئے دو اور عبارتیں لائی گئی ہیں مطلب کہ بقول
بخاری اور اس کے حدیث ساز استادوں کے یہ دو آیتیں اللہ نے قرآن میں نازل کی تھیں جو
آج کل قرآن میں نہیں ہیں۔ اس کے بعد قرآن کے لئے جو آپ نے اللہ کی حفاظت کا

اعلان پڑھا پھر بخاری کی حدیث بھی پڑھی اب امام ابن ماجہ کی بھی حدیث پڑھیں۔ عن
عائشہ قالت لقد نزلت اية الرجم ورضاعة الكبير عشرا ولقد كان فى صحيفة
تحت سريرى فلمامات رسول ﷺ وتشاغلنا بموته دخل داجن فاكلها، (ابن
ماجه صفحه 140 باب رضاع الكبير مطبع قديمى كتب خانه مقابل آرام باغ
كراچى) یعنی عائشہ نے کہا کہ رجم کی آیت اور دس سال کے بڑے لڑکے کو دودھ پلانے کی
آیت نازل ہوئی تھی جو ایک صحیفہ میں لکھی ہوئی تھیں وہ میرے سرہانے کے نیچے ہوتا تھا جب
رسول اللہ کی وفات ہوئی، اس کے موت پر ہم مشغول ہو گئے تو بکری کا ایک لیلھا داخل ہوا
اور اس صحیفہ کو کھا گیا۔ جناب قارئین قرآن کی حفاظت کے لئے اللہ کا اعلان بھی آپ نے
پڑھا، پھر قرآن کی آیات کے ضائع ہو جانے کے قصے بھی علم حدیث کے حوالوں سے پڑھے
عجیب تفسیر ہے علم حدیث کا۔



## تفہیم قرآن کے لئے

آیت الذین جعلوالقرآن عضین کے حوالہ سے اللہ کا انتباہ

ایک کہاوت مشہور ہے کہ دودھ کا جلا ہوا لسی کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے اللہ جل شانہ نے
جناب نوح علیہ السلام سے لیکر سیدنا عیسیٰ سلام علیہ تک جملہ انبیاء علیھم السلام کی طرف جو
صحائف اور کتب نازل فرمائے تھے انکی تعلیمات میں اہل کتاب کے لوگوں نے جو خیانتیں کی
ان کے بارے میں رب پاک نے اطلاع دی کہ یہ لوگ قد كان فريق منهم يسمعون
كلام الله ثم يحرفونه من بعد ما عقلوه (۲-۷۵) یعنی ان میں ایک ایسا بھی گروہ ہے
جو وہ اللہ کا کلام سنتے بھی تھے پھر اسے سمجھنے کے بعد اسکو بدل ڈالتے تھے، اس میں تحریف
کر دیتے تھے، سو ماضی کے اس تجربہ کے بعد اللہ نے جناب خاتم الانبیاء علیہ السلام کی طرف
جو کتاب قرآن حکیم خاتم الکتب بنا کر ارسال فرمائی تو اس کے لئے یہ بندوبست فرمایا کہ انا
نحن نزلنا الذكر و انا له لحافظون (۱۵-۹) یعنی بلاشک ہم نے ہی نازل کیا ہے قرآن
کو اور ہم ہی اسکی حفاظت کرینگے، یقین سے اللہ نے اپنا یہ وعدہ ایسا تو سچا کر کے دکھایا ہے
جو آج تا دم تحریر پندرہویں صدی تک قرآن اسی طرح صحیح سلامت ہے، جس طرح اپنی اصلی
ہیئت وصورت میں نازل ہوا تھا، جس کے اندر دشمنان اسلام نے کئی حیلے کئے ہوئے ہیں کہ
اس میں تحریفات کریں، ان کی ایسی نیت اور کوشش میں ناکامی کے بعد انہوں نے علم الحدیث
کے حوالوں سے بڑی بڑی پروپگنڈائیں کی ہوئی ہیں کہ نزول قرآن کے شروع زمانے میں
آیت رجم کی نازل ہوئی تھی وہ آیت قرآن میں نظر نہیں آرہی (بخاری) وغیرہ وغیرہ، مطلب
کہ قرآن حکیم کے خلاف علم حدیث کی طرف سے دعوائیں کی کہ اس میں تحریف لفظی کی گئی
ہے، لیکن ان کی ایسی دعاوی کو کسی نے بھی قابل اعتماد نہیں قرار دیا۔ ہاں البتہ میں دشمنان
قرآن کے اس کارنامہ کو ضرور تسلیم کرتا ہوں کہ انہوں نے قرآن کے اندر جو معنوی تحریفات
کی ہوئی ہیں وہ انہیں لوگوں سے منوانے میں بڑی حد تک کامیاب ہو سکے ہیں، لیکن یہ
کامیابی اس لئے انہیں نہیں ہوئی ہے کہ قرآن کے متن اور عبارت میں ایسی کوئی گنجائش ہے،

مثال کے طور پر اللہ نے نکاح کی عمر کے لئے جو بلوغت ذہنی، رشد کو قرار دیا ہے بلوغت
جسمانی کو اشد یعنی پکی عمر مضبوط جسامت کو قرار دیا تو اس معنی میں علم حدیث میں لائی ہوئی
عائشہ کے ساتھ رسول کی منگنی چھ سال کی عمر میں اور عائشہ کو سالن میں کدو کی سبزی کھلانے کی
حدیثوں سے نوسال کی عمر میں بالغ بنانے کی بے تکی حدیثوں سے یہ لوگ قانون قرآن میں
تبدیلی نہیں لاسکے، لیکن انہوں نے ایک بڑی مہم کے طور پر جو تحریک چلائی کہ لوگ مسائل
حیات کے لئے قرآن کو پڑھنے کے بجاء انہیں علم حدیث اور امامی فقہوں سے سمجھیں تو ایسی
حیلہ بازیوں سے یہ فارس کی امامی گینگ لوگوں کو قرآن سے دور رکھنے کے جھانسے میں
کامیاب ہوگئی ہے، ورنہ آج بھی جو لوگ علم حدیث اور امامی فقہیں پڑھکر پھر قرآن کا تقابلی
مطالعہ کرتے ہیں تو ایسے لوگ علم حدیث کی جڑ تو من گھڑت اور مخالف قرآن ہونے کی
ٹکنک کو فی الفور بھانپ لیتے ہیں اور وہ کبھی بھی جناب رسول کے لئے خلاف حکم قرآن کسی
لڑکی سے چھ سال کی عمر میں منگنی کرنے اور نوسال کی عمر میں خلوت کرنے کی گھڑاوت کو قبول
کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے سواء مولوی لوگوں کے اور ان کے خیرات وصدقات پر پلنے
والے شاگردوں کے جن کے عقلوں پر انہیں چندے دینے والے سودخوروں کے عطیہ جات
نے تالے چڑھائے ہوئے ہیں۔ میں اس مضمون میں آیت کریمہ الذین جعلو القرآن
عضین کی تفسیر قارئیں کی خدمت میں عرض رکھنا چاہتا ہوں، ان الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ
لوگ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا، میری نظر میں قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے
دشمنان قرآن کی طرف سے تین اقسام ہیں ان میں تین میں کا پہلا قسم یہ کہ منافق لوگ نؤ من
ببعض ونکفر ببعض یعنی اپنے من پسند اور مفاد ذاتی کے موافق ایک ٹکڑے پر ایمان
لاتے ہیں اور اپنے مفاد کے خلاف دوسرے ٹکڑے پر ایمان نہیں لاتے اور قرآن کہ خلاف یہ
پراپگنڈہ کرتے ہیں کہ اس میں کچھ ٹکڑے جادو کے ہیں کچھ کاہن لوگوں کے کام کے ٹکڑے
ہیں کچھ ٹکڑے شاعری کے مثل ہیں، اور قرآن میں کچھ ٹکڑے جھوٹ اور من گھڑات قصوں
کے ہیں وغیرہ وغیرہ جناب قارئیں! ٹکڑے کرنے کا یہ ایک قسم ہے جو مختلف تفاسیر نے



مختلف زاویوں سے لایا ہے، لیکن میری ناقص نظر میں قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے دو قسم
اس کے علاوہ اور بھی ہیں ان دو قسموں میں کا ایک یہ ہے کہ قرآن حکیم کی جن ۲۹ سورتوں کے
شروع میں جو حروف مثلاً الم۔ ا۔ل ر۔ ح۔م۔ط۔س۔م۔یاسین۔ق، اس طرح کے کئی
سارے اور بھی، اصل میں جمہور مفسرین اس خیال کے ہیں کہ یہ حروف مختلف الفاظ کے
شارٹ فارم کے طور پر مخففات ہیں، پھر وہ الفاظ اسماء الہیٰ ہوں یا مختلف مفاہیم کے الفاظ
سے بطور ترخیم اخذ شدہ ہیں بہرحال یہ بدل ہیں مکمل الفاظ کا، پھر اس میں یہ قید بھی نہیں ہے
کہ یہ ان الفاظ کا پہلا حرف ہے یا بیچ کا ہے یا اخیر کا، بلکہ عربوں کے کلام میں اس صنعت کے
لئے کوئی قید نہیں ہوتا تھا کہ لازمی طور پر انگلش کی طرح شروع کا حرف شارٹ فارم میں لانا
ہے عرب لوگ اس کے پابند نہیں، تھے وہ تخفیف اور ترخیم کے لئے لفظ کا کوئی بھی حرف لے
لینے کو جائز قرار دیتے ہیں، بہرحال مجھے ان حروف کے لئے تجویز کردہ نام مقطعات سے
اختلاف ہے ان حروف کو مقطعات تسلیم کرنا یہ بات قرآن کی شکایت الذین جعلوا لقرآن
عضین یعنی جن لوگوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا، کی شکایت، ایف آئی آر۔ اور چارج
کے تحت آتی ہے کیونکہ لفظ قطع کردہ مقطعات اپنی معنی کے لحاظ سے مکمل طور پر قرآن کے لفظ
عضین کا ترجمہ ہی تو ہے۔ میں یہاں ان مفسرین قرآن اور مترجمین قرآن کو مستثنیٰ قرار دیتا
ہوں جنہوں نے اپنی سادگی سے کہیں یا نیک نیتی کہیں کچھ بھی کہیں بہرحال کسی بھی وجہ سے
میری اس سوچ کے مطابق غور تو نہیں کیا لیکن وہ ان حروف کو قرآن کے داخلی الفاظ کا شارٹ
فارم قرار دیتے ہیں تو میں ان کو قصوروار قرار نہیں دیتا لیکن جن لوگوں نے مفسروں اور
مترجموں نے ان حروف کو مہمل اور الفاظ قرآن سے کٹا ہوا بے معنی حروف قرار دینے کے بعد
انہیں جو مقطعات کا نام دے رکھا ہے، اس طرح کی سوچ والے وہ پہلے لوگ، یقیناً قرآن
کی آیت الذین جعلوا القرآن عضین کے مصداق اور مرتکب ہیں ان پر اللہ کے ہاں
لازمی طور مقدمہ چلے گا کہ ان لوگوں نے قرآن کے داخلی وحی کردہ شدہ بامعنی الفاظ واسماء کے
بدل کے طور پر جنہیں اللہ نے وانہ لحق مثلا ما انکم تنطقون (۲۳۔۵۱) کے طور پر

نازل فرمایا تھا کو مھمل کٹا ہوا مشہور کیا ہے تو جن لوگوں نے ان حروف کو مھمل اور کلام وحی
سے کٹے ہوئے (مقطعات) قرار دیا ہے ان کے اندر کی بدنیتی اس نام رکھنے سے یہ بھی
ہوسکتی ہے کہ علم وحی کے اس حصہ کو سمجھنے کے لئے لوگ کوئی کاوش نہ کریں اور، اور نہیں تو کم
سے کم اتنا تو قرآن لوگوں کے ذہن میں تفہیم کے لحاظ سے جگہ نہ بنا سکے، سوا گر ان حروف کا
نام مقطعات کے عوض مخففات رکھا جاتا تو اس میں کون سا حرج ہوتا؟ اور مخففات یا مرخمات
نام رکھنے سے فورا ذہن اس طرف جاتا کہ یہ حروف کن کن الفاظ کے مخفف ہو سکتے ہیں اور
کن الفاظ سے ترخیم شدہ ہیں اس طرح سے ان حروف کے مصداقوں کے لئے ایک جستجو پیدا
ہوتی اور قرآن کے طالب علم اپنی غواصی سے علوم قرآن کے بحر سے کئی موتی نکال کر لے
آتے لیکن جب ان حروف کا نام بطور سازش کے اور قرآن دشمنی کی غرض سے مقطعات رکھا
گیا تو پڑھنے والوں نے ان حروف کے لئے اپنے مابعد والے کلام سے ربط اور مفھوم کی تعیین
کے لئے غور ہی نہیں کیا، اور یہی مقصد تھا ایسا نام تجویز کرنے والوں کا، اب آئندہ کے لئے
میں قرآن حکیم کے طالب علموں اور دنیا بھر کے علم دوست لوگوں کی خدمت میں عرض گذار
ہوں کہ یہ انتیس سورتوں سے پہلے جو حروف شارٹ فارم کے طور پر لائے ہوئے ہیں یہ اپنے
مابعد کی سورتوں کے متن سے قرآن سے جڑے ہوئے ہیں، مربوط ہیں، کٹے ہوئے
مقطعات نہیں ہیں۔ انکو آئندہ مقطعات نہ کہا جائے، اور مقطعات کہنے پر اللہ کی پکڑ ہوگی۔

**تفہیم قرآن میں رکاوٹ کے لئے قرآن کو ٹکڑے کرنے کی تیسری قسم**

محترم قارئیں! قرآن کو ٹکڑے کرنے والی اس سازش کے اس تیسرے قسم کے دو عدد حصے
ہیں ایک یہ کہ نزول قرآن مکمل سورتوں کی شکل وصورت میں ہوا ہے، جبکہ قرآن دشمن حدیث
سازوں نے جعلی شان نزول کے قصوں سے یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ نزول قرآن آیت، آیت
کی صورت اور مقدار میں نازل کیا گیا ہے، لوگو! ان مخالفین قرآن حدیث سازوں نے اتنا تو
ظلم کیا ہے جو جن جن احکامات کا اللہ نے خود شان نزول قرآن میں بتایا بھی ہے اس کے
باوجود حدیث سازوں نے وہاں قرآنی شان نزول سے چشم پوشی کرتے ہوئے اپنے تبرائی



جعلی شان نزول کو بیچ میں لے آئے ہیں، مثال کے طور پر اللہ نے حکم دیا کہ یا ایھا الذین
امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم وان تسئلوا عنھا حین ینزل القرآن
تبدلکم عفا اللہ عنھا واللہ غفور حلیم (۱۱-۵) یعنی اے ایمان والو! قرآن میں
بتائے ہوئے اصولوں کے سلسلہ میں نزول قرآن کے ایام میں سوالات نہ پوچھا کرو، اگر جو تم
نے ایسے سوالات کیئے تو انکی جزئیات تو ہم بتا دینگے لیکن آگے چل کر تم اپنے لئے طلب کردہ
فریموں میں پھنس کر رہ جاؤ گے، کیونکہ بلکل اسی طرح قد سالھا قوم من قبلکم ثم
اصبحوا بھا کافرین (۱۰۲-۵) یعنی آپ سے پہلی والی قوم نے بھی نزول وحی کے عرصہ
میں ایسے ایسے سوالات کیئے پھر ہم نے بھی ان کو جوابات دیئے پھر وہ ان پر پابندیوں کو نباہ نہ
سکے اور وہ خود ہی اپنے طلب کردہ جوابات کا کفر کرنے لگ گئے، جناب قارئیں! یہ ہوئی
آیت (۱۰۱-۵) میں ایک قرآنی ہدایت، نصیحت اور تعلیم۔ پھر اگلی آیت (۱۰۲-۵) کے اندر
اس حکم کی علت، اس تعلیم کی علت، یا اس نصیحت کا وہ سبب یعنی قرآن کا بتایا ہوا شان نزول
جس کو حدیث سازوں نے اسے شان نزول کے طور پر مشہور ومتعارف کرانے سے بلیک
آؤٹ کیا ہوا ہے، یعنی بے جا قسم کے سوالات سے اللہ نے منع فرمائی ہے، نہیں تو ویسے قرآن
نے یسئلونک کے حوالوں سے اندازا اٹھارہ سوالوں کے جوابات بھی قرآن میں دیئے ہوئے
ہیں لیکن ایسے سوالات اور قسم کے تھے اور بھودیوں کے سوالات اور قسم کے تھے جن کے بے
جا سوالات کی طرح کی بات قرآن نے یہاں (۱۰۱-۵) میں بتائی ہے، جناب قارئیں میں
نے عرض کی کہ حدیث ساز لوگوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور اصحاب رسول کو گالیاں
دینے کے لئے جعلی شان نزول بنایا، قرآن کی طرف سے اسی ہی حکم اور آیت کا شان نزول
بتانے کے باوجود، جسکی مثال بھی یہی آیت (۱۰۱-۵) ہے اور اس کی علت اور شان نزول
والی قرآنی تفہیم کی آیت بھی ساتھ (۱۰۲-۵) ہے لیکن امام بخاری نے اپنی کتاب کے کتاب
التفسیر کے اندر اسی سورت کی اس آیت پر جو جعلی حدیث بطور شان نزول کے لائی ہے وہ یہ
ہے کہ ایک دن رسول اللہ بڑے ہی پر سوز انداز سے وعظ فرما رہے تھے جو سامعین اصحاب

رسول رونے لگ گئے اور خطاب رسول سے ایسے لگ رہا تھا جیسے کہ ان پر علم کی فیضان ہو رہی
ہے سو وہاں ایک صحابی ایسا بھی موجود تھا جس کو لوگ کہتے تھے کہ تو اپنے والد کی بجاء اپنی ماں کو
کسی اور کے نطفہ سے پیدا ہوئے ہو، سو اس شخص نے دوران وعظ جناب رسول سے سوال کیا
کہ میرا باپ کون ہے؟ تو جواب میں رسول اللہ نے وہی نام لیا جو لوگ اسے بتایا کرتے تھے،
تو اس من گھڑت قصہ کو امام بخاری اور اس کے حدیث ساز استادوں نے اس آیت لا تسئلوا
عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم (۱۰۱-۵) کے شان نزول کے طور پر یہ حدیث بنا ڈالی یعنی
جب رسول نے ایک صحابی کے سوال کے جواب میں اسے کہا کہ آپ اپنے نکاح والے باپ
سے پیدا نہیں ہوئے تو جھٹ سے جبریل یہ آیت لے کر آ گیا جس میں بقایا اصحاب رسول کو
کہا گیا کہ ایسے سوالات مت کرو! اگر جوابات کو ظاہر کیا گیا تو تم کو برا لگے گا، جناب قارئیں!
اس آیت کا اگلا جملہ تو یہ ہے کہ ایسے سوال نہ کرنے کا تمہیں جو حکم دیا گیا ہے وہ اس لئے ہے
کہ قرآن اپنے بتائے ہوئے اصولوں کی جزئیات کا اسی طرح آئندہ آنے والے زمانوں
کے لوگوں پر چھوڑ دیتا ہے تا کہ وہ اپنے اپنے دور کی جدتوں اور ارتقا کی روشنی میں انہیں سمجھیں
اور متشابہ الفاظ محکم الفاظ کے زمرہ میں لائے جائیں، یعنی قرآن نے سوالات نہ پوچھنے کا
سبب بھی بتا دیا، لیکن قرآن مخالف سازشی ٹیم نے قرآن کی شان نزول والی علت اور سبب
کے جملہ کو کاٹ کر اس کا ٹکڑا، اپنی اصل آیت سے علحدہ کر کے اسے جدا آیت بنا ڈالا کہ
پڑھنے والوں کو جدا آیت کرنے سے پہلے حصہ کا شان نزول اور سبب نزول معلوم نہ ہو پائے،
اور انکی تبرا والی حدیث یعنی اصحاب رسول کو انکی نسل پر گالی دینے کی حدیث کو وہ جھوٹا قرار نہ
دیدیں اور اس گالی والی حدیث کو شان نزول قرار دیں، بہر حال عضین یعنی قرآن کو ٹکڑے
ٹکڑے کرنے کا ایک قسم تو یہ ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب کامل سورتوں کی شکل میں نازل فرمائی،
جن کی تعداد ایک سو چودہ ہے، تو مخالف قرآن ٹیم نے اسے تیس پاروں میں تقسیم کر کے قرآن
کے پارے پارے بنا دئے، اب بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ قرآن کی کل ۱۱۴ سورتیں ہیں
جبکہ ان کے مقابل مسلم امت تو کیا غیر مسلم لوگوں کو بھی معلوم کرایا گیا ہے کہ کتاب قرآن



کے تیس پارے ہیں، اب بڑی بڑی سورتوں کے ٹکڑے ٹکڑے تو اس طرح بھی ہو گئے ہیں کی
ایک بقرہ سورت تین پاروں میں بٹی ہوئی ہے اس طرح سورت ال عمران دو پاروں میں بٹی
ہوئی ہے سورت نساء تین پاروں میں بٹی ہوئی ہے۔

سورت مائدہ دو پاروں میں، انعام دو پاروں میں اعراف دو پاروں میں انفال دو پاروں میں
توبہ دو پاروں میں مطلب کہ پاروں اور سورتوں کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں ہے اور اخیر میں تو
ایک ایک پارہ میں کئی کئی سورتیں مدغم شدہ ہیں۔ جناب قارئیں! اللہ پاک نے نزول قرآن کو
اس کے اندرونی حصص کے حوالوں سے دو چیزوں سے متعارف کرایا ہے، ایک سورت کی
شکل میں پھر ان کے اندر آیات کی شکل میں جیسے کہ سورۃ انزلنا ھا وفرضنا ھا وانزلنا
فیھا آیات بینات (۱-۲۴) اسکے علاوہ مجموعی ناموں سے نزول قرآن کا حوالہ کتاب، ذکر
اور قرآن کے ناموں سے ہوا ہے، اس گذارش سے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ متن قرآن
میں تو اللہ نے اتنے پہرے لگائے ہوئے ہیں جو دشمنان قرآن کو کہیں بھی حک واضافہ کا یعنی
کمتی و بڑھتی کا موقعہ نہیں مل سکتا اگر چہ ان مخالفین قرآن ٹیموں نے اس کے لئے بھی بڑی تگ
و دو کی ہے کہ کہیں بھی کوئی ایک بھی حرف چوری کر سکیں یا شامل کر کے اس کا اضافہ کر سکیں،
سو اس کے واسطے انہوں نے ایک جعلی حدیث بھی بنائی کہ نزل القرآن علی سبعتہ
احرف یعنی قرآن کو نازل کیا گیا ہے سات قسم کی قرائتوں میں پھر ان بہانوں سے بھی اللہ
نے انکی دال گلنے نہیں دی، کیوں کہ ان کی اس حدیث کو جعلی اور جھوٹ بنانے کے لئے قرآن
کی آیت سر اٹھائے کھڑی تھی کہ نزل بہ الروح الامیس علی قلبك لتکون من
المنذرین بلسان عربی مبین ،(۱۹۵-۲۶) یعنی یہ قرآن سات قرائتوں میں نازل نہیں
کیا گیا، اس کے نزول کی جو لسان ہے وہ عربی مبین ہے، اور مبین عربی وہ چیز ہوتی ہے جو
عربی زبان کے سارے قبائل کے درمیان قدر مشترک کے طور پر کامن طریقوں سے استعمال
ہونے الفاظ پر مشتمل ہوتی ہو، بہر حال اللہ کی طرف سے متن قرآن میں مداخلت اور قطع و
برید کے جو سارے راستے خدائی پہریداروں کے زیر انتظام محفوظ و مصئون تھے تو لاچار

ہوکر ان لوگوں نے تفہیم قرآن میں خلل ڈالنے کے لئے خارج از متن دو قسم کی حیلہ بازیاں
کی، ایک یہ کہ آیات کے متن کی مقدار میں آیات کے خاتمہ کی نشانی کے لئے جو بیچ میں گول
دائرہ ٥ دیا جاتا ہے اس کے استعمال میں اور تعیناتی میں انہوں نے ایک ایک آیت کی
عبارت میں گول دائرے بڑھا کر، ایک آیت کو دو آیت بنادیا کہیں دو گول دائرے بنا کر ایک
آیت کو تین آیتیں بنادیا، چار اور پانچ بنادیا لیکن جیسے کہ لفظ آیت کی معنی ہوتی ہے۔
نشانی اور علامت، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس عبارت اور متن اور الفاظ کو جو آیت کے اندر
ہیں یہ عبارت ایک مسئلہ کے اصول کے، سمجھانے کے لئے علامت ہے نشانی ہے تو بجائے
اس کے دوست نما دشمن لوگوں نے یہ مشہور کی ہے کہ جو مقدار عبارت جو متن اور ٹکسٹ ایک
مسئلہ، ایک موضوع، ایک اصول کو سمجھانے کے لئے قرآن میں بیان کیا گیا ہے اور اس
موضوع یا مسئلہ کو سمجھانے والی عبارت کی مقدار کو ایک ایک رکوع میں سمایا ہوا ہے، جبکہ اللہ
نے سورتوں اور آیات کے علاوہ نزول اور تفہیم قرآن کے لئے رکوعات کی مقدار کا کہیں بھی
ذکر نہیں کیا، مطلب بات کا کچھ اس طرح بھی سمجھا جائے کہ جو مفہوم لفظ سورت سے سمجھتا ہے
اسے تھوڑے فرق کے ساتھ ان لوگوں نے رکوع کی اصطلاح جو انکی گھڑی ہوئی ہے، انکی
اختراع ہے، اور ساتھ ساتھ غیر قرآنی بھی ہے، اسے اس کے اندر سمجھنے سمجھانے کی بات کی
ہے لیکن اس کا بھی انہوں نے حق ادا نہیں کیا وہ کیونکہ کلام اور مسئلہ کا موضوع کئی مقامات پر
ایک رکوع کے مقدار سے بڑھ گیا ہوا ہے، اور جو آیت کے اندر کی عبارت سے اللہ نے کوئی
مسئلہ اور اصول سمجھانا چاہا ہے تو اس کی عبارت کو قرآن مخالف ٹیم نے ایک آیت کی عبارت
میں گول دائرے بڑھا بڑھا کر ایک ایک آیت کی کئی کئی آیتیں بنادی ہیں، صرف اور صرف
اس لئے کہ پڑھنے اور سمجھنے والے آدمی کی سوچ اور فہم کے اندر خلل ڈالا جائے، اور وہ پڑھنے
والا آیات کو ٹکڑے ٹکڑے بنانے سے تشویش میں پڑجائے ایک مسئلہ اور اصول کو قرآن کے
کتنے مقدار سے سمجھوں ایک ایک آیت جس میں کہ ایک مسئلہ یا ایک اصول سمجھایا جاتا ہے
تو جب اس ایک آیت کو کئی ٹکڑوں میں کئی آیات بنادیا گیا ہوگا تو لازماً پڑھنے والے کو تعمق ہوگا



کہ کسی بھی مسئلہ کے لئے کتنی عبارت اور آیات سے تفہیم حاصل کی جائے، جناب قارئین! یہ
تو اللہ کے کلام کی بلاغت اور شستگی کا کمال ہے جو متن قرآن میں گول دائروں کی کثرت کے
باوجود پڑھنے والا آیت کے موضوع کی تکمیل کو قرآن کی عبارت سے سمجھ جاتا ہے کہ اس
موضوع کی تکمیل اور تفہیم کتنی مقدار عبارت سے ہوسکتی ہے پھر وہ گول دائروں کثرت کی
رکاوٹوں سے بے نیاز ہوکر، قرآن سے مسائل اخذ کرسکتا ہے اور کرتا ہوا آرہا ہے اور آیات
کے اندر قرآن کی پیشگوئی کہ وجعلوا القرآن عضین یعنی لوگوں کے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے
کردینے کے باوجود فہم قرآن کا سہل ہونا بلاشک ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من
مدکر (۱۷-۵۴) کے اعلان اور دعوی کی روشنی میں آج بھی آسان ہے، آج بھی قرآن
سے مسائل حیات اخذ کرنا قرآن کی دعوی ولقد یسرنا القرآن یعنی قرآن کی عبارت کو تفہیم
کے لئے نہایت ہی آسان بنایا گیا ہے، سو ہر وہ آدمی جو قرآن پر غور کرتا ہے وہ قرآن کو سمجھ
جاتا ہے، میری اتنی باتوں کے بعد سوال پڑتا ہے کہ پھر میرا یہ مضمون لکھنے کا آخر کیا مقصد
ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک سبب تو یہ ہے کہ قرآن کی آیت وجعلوا القرآن عضین
کی روشنی میں دشمنوں نے جو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی جسارت کی ہے ان کی تعیین اور نشاندہی
کرانا میرے اس مضمون لکھنے کا اصل مقصد ہے، ساتھ ساتھ دشمنوں کی دشمنی سے ہوشیار رکھنا
بھی میرے اس مضمون لکھنے کا مقصد ہے، یہ درست ہے قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے
اٹھایا ہوا ہے لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ اللہ اپنے کام اپنے بندوں سے لیتا ہے اسی لئے تو
آیت حفاظت کے اندر قرآن میں جمع کے صیغے اللہ نے استعمال فرمائے ہیں، دیکھیں اس
حفاظت قرآن کا اعلان کتنا تو مختصر الفاظ میں کیا گیا ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانالہ
لحافظون (۹-۱۵) ہم نے نازل کیا ہے قرآن کو اور ہم ہی اس کی محافظت کرینگے، اس جملہ
میں پانچ عدد جمع کے صیغے لائے گئے یعنی اللہ اپنے کام اپنے بندوں سے کراتا ہے، اس لئے
ضروری اور لازم ہے کہ الذین جعلوا القرآن عضین کی پیشگوئی کی روشنی میں دشمنوں کی
پارہ پارہ کرنے کی سازش کو مثالوں سے قارئین کے لئے، دنیا والوں کے لئے تفہیم قرآن

ناموں سے بھی ایک قسم کا ذہنی خلفشار ہی بنتا ہے، جو لوگ کہتے ہیں کہ اس تقسیم سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مکی سورتوں سے ایمان لانے کی حکمتیں فلاسفی اور اہمیت ذہن نشین ہوتی ہے پھر مدنی سورتوں سے ایمان لانے کے بعد ان پر عمل کرنے کے احکامات کی باری آتی ہے تو مکی مدنی کے فرق سے کوئی تفہیم میں مدد مل سکتی ہے، سو جناب قارئیں اگر اس فرق سے کوئی تفہیم میں ایسی مدد ملتی تو اللہ نے جو قرآن کی ترتیب خود اپنے حکم سے کرائی ہے (۱۷_۷۵) تو شروع کی جو بڑی سورتیں بقرہ، آل عمران النساء، مائدہ ہیں یہ ساری مدنی ہیں مکی مدنی کلام کی حکمت کی تقاضا تو بتاتی ہے کہ مکی سورتیں، پہلے آئیں مدنی بعد میں آئیں تو اللہ نے تو ایسے کیا ہی نہیں ہے۔ اصل میں قرآنی حکمتوں پر غور کیا جائے تو تفہیم قرآن کو آپ مکی مدنی کے فرق سے بھی مستغنی پائینگے، میں یہاں نہایت ہی ایک اہم نکتہ قارئیں کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں توجہ سے پڑھیں ہیں، وہ یہ کہ یہ غلط ہے کہ قرآن صرف مسلم لوگوں کے لئے کتاب ہے اور قوانین قرآن پر عمل کرنا صرف مسلم لوگوں پر فرض ہے اور یہ بھی غلط ہے قرآن پر ایمان لانا یہ کوئی مکی سورتوں کے مضامین سمجھنے پر موقوف ہے کیونکہ کئی لوگ خود مسائل حیات کی عمدگی سے متاثر ہو کر بھی ایمان لا سکتے ہیں جو اکثر و بیشتر مدنی کے طور پر مشہور کردہ سورتوں میں ہیں اور لوگ غیر مؤمن ہوتے ہوئے بھی مسلم بن سکتے ہیں (۱۴_۴۹) پھر جو شخص مسلم بن جائیگا تو آگے والی سیڑہی یعنی مؤمن بننا، اسے وہ قریب ہو جائیگا تو مسائل حیات، قوانین زندگی کو ماننے اور عمل کرنے سے بھی متاثر ہو کر اسلامی فلسفہ کو سمجھا جا سکتا ہے، سو مؤمن بننا تو اس لئے ہوتا ہے کہ مؤمن لوگوں کو زمانے کی قیادت حکمرانی اور امامت کرنی ہوتی ہے، اور دنیا والوں کو اسلامی فلسفہ پر چلانے کے لئے انقلابات لانے پڑتے ہیں، سو اس حقیقت کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ جو شخص انقلاب لانے کے عمل سے دور ہے جو شخص فلسفہ اسلام کی حاکمیت کو پاور اور اقتدار دلانے کے عمل اور سعی سے دور ہے، وہ مؤمن ہرگز نہیں بن سکتا، قائد اور امام ہرگز نہیں بن سکتا، قیادت اور امامت تو اس آدمی کے حصے میں آتی ہے جس کی علامات تو کسی شاعر نے عاشق لوگوں کی بتائی ہیں، لیکن میری نظر میں صحیح اور سچا عاشق مؤمن ہی ہوتا ہے، اس لئے بجاء لفظ عاشقوں کے میں مؤمنوں کے تعارف کے لئے عرض کرتا ہوں کہ مؤمناں

اشک ریشانی اے پسر۔ انتظاری بے قراری در بدر، آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر۔



نہ ہو تو ایسی صورت میں آپ کی تابعداری کرتے، لیکن مشقت کے سفر کے لئے انہیں بعید لگتا ہے ایسی صورت میں پھر قسمیں اٹھائینگے کہ لو استطعنا لخر جنامعکم یعنی ہم اگر استطاعت رکھتے تو ضرور آپ کے ساتھ چلتے واللہ یعلم انھم لکاذبون (۴۲_۹) اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں جناب رسول کے جانب سے ان کے جھوٹے عذروں پر جنگ میں شرکت سے جب انکو چھٹی دی گئی، تو اللہ کی طرف سے باز پرس ہوئی کہ اے نبی عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین (۴۳_۹) یعنی اللہ تو آپ کو معافی دے چکا ہے لیکن آپکو ان کو جنگ سے گھروں میں بیٹھ جانے کی چھٹی نہیں دینی چاہیے تھی، اس لئے کہ ان کا چھٹی نہ ملنے پر امتحان ہو جاتا کہ ان میں کا کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے، مطلب کہ ان کی ایمان لانے کی جھوٹی دعواؤں کا پول کھل جاتا، اور ویسے بھی ایسے منافق لوگوں کا آپ کے ساتھ جنگ میں شریک ہونا بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے اس لئے کہ لو خرجوا فیکم مازادوکم الا خبالا ولا وضعوا خلالکم یبغونکم الفتنة وفیکم سماعون لھم واللہ علیم بالظالمین (۴۷_۹) یعنی اگر یہ لوگ تمہارے اندر مل کر جنگ کے لئے نکلتے تو تم میں فساد کے سواء اور کچھ بھی نہ بڑھاتے اور تمہارے اندر فتنوں کو جنم دیتے رہتے اور تمھارے دشمنوں کے لئے مخبریاں کرتے رہتے اللہ ان ظالموں کو اچھی طرح جاننے والا ہے، بہر حال محترم قارئین آپ نے آج دنیا کے اندر مشہور غیر مسلم حکومتیں بالخصوص یورپ کی ترقی یافتہ فلاحی حکومتیں اپنے ملک کی یونیورسٹیوں میں اپنے ملک کے ریسرچ اسکالروں سے مسائل حیات کی رہنمائی کے مضامین قرآن سے معلوم کرنے کے لئے، اخذ کرنے کے لئے تھسیز تیار کراتے ہیں پھر وہ قرآنی ہدایات اپنے معاشروں میں قرآن کا نام اور ریفرنس ظاہر کئے بغیر نافذ کرتے ہیں ان کا یہ عمل تو نؤمن ببعض ونکفر ببعض کے زمرہ میں آتا ہے یعنی آدھی بات ماننا اور آدھی نہ ماننا جبکہ اللہ کا فرمان ہے کہ ادخلوا فی السلم کافه یعنی پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ، جناب قارئیں! قرآن میں نے اللہ کی پیشگوئی الذین جعلوا القرآن عضین (۹۰_۱۵) یعنی جو لوگ قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے

کرینگے کی وضاحت اپنی عقل وفہم کی حدتک کی ہے یہ کم سے کم ان پانچ اقسام کو پیش کرسکا ہوں، اس آیت میں جعلو ماضی کا صیغہ ہے لیکن یہ اللہ کے علم میں کنفرم اور یقینی ہونے کی بنیاد پر ماضی کے صیغے میں لایا گیا ہے، سو اس کی معنی زمانہ استقبال والی تھی نزول قرآن کے وقت جواب ہمارے دوروالوں کے لئے وہی ماضی بن گئی ہے جس طرح کہ لفظ جعلوا کی اپنی اصل معنی ہے، آیت الذین جعلوا القرآن عضین (۹۱-۱۵) کی تفہیم اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے قرآن دشمنوں کی قرآن فہمی میں ہر پھیر کرنے کی سازش سے متنبہ فرمایا ہے آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ دشمنان قرآن کی قرآن حکیم کو پارہ پارہ کرنے اور ایات قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی یہ سازش نزول قرآن کے دنوں مستقبل سے تعلق رکھتی تھی، لیکن اس کے یقینی ہونے کی بنیاد پر اس کی اطلاع اللہ عزوجل نے جعلوا ماضی کے صیغہ سے دی ہے مستقبل کی باتیں ماضی کے صیغوں سے بتانے کے مثال قرآن حکیم میں کئی بار استعمال کیئے گئے ہیں۔ جسے اذا جاء نصر اللہ والفتح میں نصرت اور فتح مستقبل میں آنی تھی لیکن ان کے یقینی ہونے کی بنیاد پر اسے ماضی کے صیغہ "جاء" کے ساتھ لایا گیا ہے اس طرح کی کئی مثالیں قرآن حکیم میں اور بھی ہیں۔

پھلے قرآن کو پاروں اور ٹکڑوں میں بنانے کے تفصیل ملاحظہ فرمائیں

محترم قارئیں! اس سازش کی جتنی بھی وجوہات ہیں جب سب کا مطلب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جب اللہ عزوجل نے اپنی کتاب قرآن کی متن اور ٹکسٹ کی حفاظت کا ذمہ اپنے سر لیا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحافظون (۹-۱۵) یعنی قرآن کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظت کرنے والے ہیں، سو جب دشمناں قرآن نے متن قرآن میں قطع و برید کے حیلے چلائے جیسے کہ قرآن دشمن حدیث ساز اماموں بخاری اور ابن شہاب زھری کی یہ حدیث کہ ان اللہ بعث محمد اصلی اللہ علیہ وسلم بالحق وانزل علیہ الکتاب فکان مما انزل اللہ آیۃ الرجم فقرأناھا وعقلنا ھا ووعینا ھا رجم رسول اللہ ﷺ ورجمنا بعدہ فاخشی ان طال بالناس زمان ان یقول قائل واللہ مانجد آیۃ



الرجم فی کتاب اللہ فیضلو ابترک فریضۃ انزلھا اللہ والرجم فی کتاب اللہ حق۔ (حوالہ بخاری کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت) جناب قارئیں یہ ایک لمبی حدیث کا مختصر اقتباس آپ کی خدمت میں مین نے نقل کیا ہے اس میں حدیث سازوں نے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، کی طرف ایک جعلی اور من گھڑت خطبہ منسوب کیا ہے کہ اس نے فرمایا کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور اس پر الکتاب نازل فرمائی جس میں (زانی مزنیہ) کو سنگسار کرنے کی آیت بھی نازل کی تھی جس کو ہم نے پڑھا سمجھا اور محفوظ کیا تھا، رسول اللہ نے بھی (اپنے دور میں) سنگسار کی سزا پر عمل کیا اور اس کے بعد ہم نے بھی عمل کیا، اب میں ڈرتا ہوں کہ لمبا وقت گذرنے سے کوئی کہنے والا یوں نہ کہے کہ قسم اللہ کی ہم سنگسار (کرنے کی آیت قرآن میں نہیں پارہے پھر ایسے لوگ گمراہ ہوجائیں گے اللہ کے فریضہ (سنگسار) چھوڑ دینے سے جبکہ سنگسار اللہ کے کتاب میں ثابت ہے (ترجمہ ختم) دیکھا جناب قارئیں! اس روایت کے مرتب امام ابن شھاب زہری اور امام بخاری نے کیسا تو الزام اور بہتان قرآن پر لگالیا کہ قرآن میں رجم (سنگسار) کرنے کی آیت شروع میں نازل ہوئی تھی سو اب اگر کوئی حلفا بھی کہے کہ قرآن میں آیہ رجم نہیں ہے تو اس پر کوئی اعتبار نہ کرے۔ پھر اس حدیث سازی سے ان اماموں نے گویا دنیا والوں کو یہ بتلایا ہے کہ قرآن محفوظ کتاب نہیں ہے اس کتاب سے کم سے کم آیت رجم اچک لی گئی ہے، محترم قارئیں! میں نے آپ کی خدمت میں قرآن دشمن امامی نام کی تحریک والوں کی یہ ایک مثال پیش کی گئی ہے جس کسی کو اگر ان اماموں کی قرآن دشمنی کے مزید مثال معلوم کرنے ہوں تو وہ صحاح ستہ نامی کتب احادیث کے مرتبین میں سے امام ابوداؤد کے بیٹے حافظ ابوبکر کی کتاب، کتاب المصاحف کا مطالعہ کرے تو وہ اچھی طرح سمجھ سکے گا کہ آجکل جو امریکہ اور یورپ کے بعض ادارے قرآن حکیم میں ردوبدل کررہے رہیں اور جناب رسول اللہ علیہ السلام کے شان اور کردار پر ہتک آمیز خاکے شائع کررہے ہیں ان جملہ خرافات کو امامی علوم سے مأخذات میسر کرکے دیئے گئے ہیں، کسی کو اگر میری اس دعوی پر اعتبار نہ آتا ہو تو وہ شخص

ڈنمارک اور ایسے اداروں کے ویب سائیٹ کھول کر پڑھ سکتا ہے، محترم قارئیں! جیسے کہ مجھے
اس مضمون میں آیت الذین جعلوا القرآن عضین (۹۱-۱۵) یعنی وہ لوگ جنھوں نے
قرآن کو پارہ پارہ کردیا، کا تفصیل پیش کرنا ہے اور انکی یہ جسارت متن قرآن میں کمی بیشی
کرنے پر تو اللہ کی حفاظت کی وجہ سے چل نہ سکی، اس لئے اس امامی تحریک کے کارپردازوں
نے ناچار ہوکر قرآن کی سورتوں اور آیتوں میں ٹکڑے کرنے اور پارہ سازی کا چکر چلایا کہ
جب وہ متن کے کسی بھی ذرہ کو قرآن سے حذف نہیں کرسکتے تو کم از کم تفہیم قرآن میں
دشواریاں پیدا کرنے کے لئے انہوں نے تکمیل آیات میں تقدیم وتاخیر کے حربوں سے کئی
ساری آیات کے ٹکڑے کرکے ایک آیت کو دو دو۔ تین تین۔ چار چار بلکہ کہیں تو ایک
آیت کو ٹکڑے کرکے اس کی پانچ آیتیں بناڈالی، یہ سب اس حسرت پر کہ اگر ہم قرآن کو صفحہ
ہستی سے مٹا نہیں سکتے تو کم سے کم اس کے سمجھنے میں تو دشواریاں پیدا کریں!!!

## "قرآن کو تیس پاروں میں بانٹنا"

اس عمل میں پنہاں شرارت کو واضح کرنے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ قارئیں کی خدمت
میں نزول قرآن کے انداز تنزیل کو واضح کروں کہ وہ کس نام سے اور کتنے مقدار سے نازل
ہوا ہے یعنی کیا وہ بقول حدیث سازوں کے آیت آیت ہوکر نازل ہوا ہے یا مکمل سورتوں
کی شکل میں نازل ہوا ہے، علم الاحادیث تو ایسی مثالوں سے بھرا ہوا ہے کہ کسی شخص نے آکر
جناب رسول اللہ سے کسی مسئلہ سے متعلق استفسار کیا پھر وہیں کے وہیں رسول اللہ پر وحی کے
نزول کی کیفیت شروع ہوتی ہے یعنی اونٹ کی طرح خراٹے مارنا شروع ہوجاتے تھے پھر
جب وہ کیفیت ختم ہوتی تو پھر سوال پوچھنے والے کو بلاکر جواب دے دیتے تھے، حوالہ کے
لئے ملاحظہ فرمائیں بخاری کی کتاب المناسک باب نمبر ۱۱۲۲ حدیث نمبر ۱۶۶۶ جلد اول قمر
سعید پبلشرز لاہور سو آئیں کہ قرآن حکیم سے نزول قرآن کی کیفیت اور مقدار معلوم کریں
جہاں تک اونٹ کی خراٹے مارنے کی بات ہے تو اس کو قرآن رد فرماتا ہے کہ طٰہٰ ما انزلنا علیک
القرآن لتشقی یعنی اے رسول یہ کتاب قرآن، ہم نے آپ کے اوپر اس لئے نازل نہیں کی کہ



آپ کو مشقت ہو محترم قارئیں! دیکھا کہ قرآن نے امام بخاری کی حدیث میں بتائے
ہوئے اونٹ کی طرح خراٹے مارنے کا رد کردیا پھر آگے کیفیت بتانے کے بعد ایک ایک
آیت والے مقدار اور ایک ایک مسئلہ سے متعلق جواب نازل کرنے کا قرآن حکیم نے رد
کرتے ہوئے فرمایا کہ یحذر المنافقون ان تنزل علیهم سورة تنبئهم بمافی
قلوبهم (۶۴-۹) یعنی منافق لوگ اس بات سے ڈرنے لگ جاتے ہیں کہ کہیں ان کے
بارے میں کوئی سورت نہ نازل ہوجائے جو ان کے دلوں میں چھپائی ہوئی خبروں کو نہ فاش
کردے۔

دیکھا جناب قارئیں! کہ اللہ نے منافقون کی چمگوئیوں سے شاہدی دلوادی کہ رسول اللہ پر
قرآن مکمل سورتوں کے مقدار میں نازل ہوا کرتا تھا، کسی سوال کرنے والے کے جواب میں
ایک ایک آیت کے مقدار میں نازل نہیں ہوتا تھا، جس طرح علم الحدیث کی روایات میں
دکھایا جارہا ہے، قرآن حکیم نے مزید بتایا کہ واذاما انزلت سورة ان امنوا باللہ وجاهدو
امع رسولہ استاذنك اولوا الطول منهم وقالوا ذرنانكن مع القاعدين (۶۸-۹)
یعنی جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ قوانین الاہی پر ایمان لاؤ اور جہاد کے لئے نکلو
اللہ کے رسول کے ساتھ تو پھر صاحب ثروت لوگ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے کہ ہم
آپ کے ساتھ چلنے کے بجاء گھروں میں بیٹھ جانے والوں میں سے ہوجائیں، جناب
قارئیں اس آیت میں بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قرآن ایک مکمل سورت کے نازل کرنے
کی بات کی گئی ہے، حدیثوں کی طرح جناب رسول کسی بھی ایک آدمی کے سوال پوچھنے پر کپڑا
سر پر ڈال کر آیت لینے کے لئے جبریل سے ہم کلام نہیں ہوئے، نزول قرآن کے لئے مکمل
سورت کے شکل میں قرآن ملنے کا مزید مثال ملاحظہ فرمائیں، واذاما انزلت سورة فمنهم
من یقول ایکم زادته هذه ایمانا فاما الذین امنوا فزادتهم ایمانا وهم یستبشرون
(۱۲۴-۹) یعنی جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو (منافق لوگ ازراہ مذاق) ایک
دوسرے سے سوال کرتے ہیں کہ اس سورت کے نازل ہونے سے کس کس کا ایمان

بڑھا ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ منافق کچھ بھی مذاق اڑائیں لیکن جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان
کے ایمانوں میں تو اس سورت کے نزول سے بڑھوتری ہوئی ہے اور وہ مؤمن بہت خوش ہیں
نزول سورت سے، دیکھا قارئین! کہ اس چوتھے مثال میں بھی پوری اور مکمل سورت کے
نزول کی بات کی گئی ہے جناب قارئین نزول قرآن کے اسلوب سے متعلق ایسے کل آٹھ
مثال قرآن حکیم نے بتائے ہیں جن کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ نزول قرآن مکمل سورت کی شکل
میں ہوا ہے ایک ایک سوال کے جواب میں ایک ایک آیت نہیں اتاری گئی، چار عدد آیتوں
میں قرآن کا جواب آپ نے پڑھا مزید بقیہ چار کے حوالہ جات اپنے گھروں میں قرآن
کھول ملاحظہ فرمائیں کہ ان میں بھی نزول قرآن کے لئے مکمل سورت کے نازل فرمانے کی
باتکی کی گئی ہے ان آیات کے حوالہ جات یہ
ہیں(۱۲۷_۹)(۳۸_۱۰)(۱_۲۴)(۲۰_۴۷)(۲۰_۴۷)(۱۳_۱۱) یہ مثالیں تو چھ
ہو گئیں قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ وکذالک انزلناہ ایات بینات وان اللہ یھدی من
یرید (۱۶_۲۲) یعنی ہم نے کس طرح تو نازل کیا ہے اس قرآن کو آیات بینات کھلی ہوئی
دلائل سے بلاشک اللہ ہدایت دیتا ہے ہدایت کی خواہش اور طلب کرنے والے کو، غور فرمایا
جائے کہ پورے قرآن میں صرف ایک آیت کے لئے کہیں بھی نہیں فرمایا گیا کہ ہم نے کسی
ایک آیت کو نازل فرمایا، یہ صرف اس لئے کہ اللہ عزوجل جانتے تھے کہ اسلام دشمن اور قرآن
دشمن حدیث سازوں کی امام مافیا دنیا والوں کو یہ تاثر دینے کے لئے ضرور ایسی جھوٹی حدیثیں
بنائیگی جن سے لوگوں کو یہ تاثر دینے کے لئے ضرور ایسی جھوٹی حدیثیں بنائیں گے جن سے
لوگ یہ سمجھیں کہ کتاب قرآن دنیا جھان کا نظم چلانے والا کوئی مستقبل دستور حیات اور
لائحہ عمل نہیں ہے یہ صرف لوگوں کے اپنے نبی سے سوالوں کے پوچھنے پر دئے گئے جوابوں کا
مجموعہ ہے جیسے جیسے لوگوں نے کچھ سوالات پوچھے رسول ان کو جواب دینے کے لئے اپنے
اوپر چادر لپیٹتے تھے اس پر کسی ایک آیت کی وحی آجاتی تھی اور ایسی وحی سے ملنے والی آیتوں
کے مجموعہ کو قرآن کہا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ نے متعدد مقامات پر نزول قرآن کا ذکر جمع



کے صیغہ سے آیات کہ کر نازل کرنے کی بات کی ہے اس سے بھی مراد وہ مکمل سورتیں مراد
ہیں جو ان آیات پر مشتمل ہیں قرآن کا یہ اسلوب، نزول کے لئے صرف اس لئے ہے کہ
قرآن دشمن حدیث سازوں کی ایسی روایات کو جھوٹا ثابت کیا جائے، محترم قارئین! یہاں
تک میرے مضمون کہ لوگوں نے قرآن کو کس طرح پارہ پارہ بنایا یہ چند سطور قرآن کو ٹکڑوں
ٹکڑوں میں کرنے والوں کا تعارف تھا، اس تعارف سے آپ کی خدمت میں یہ بات بھی
عرض کی گئی کہ قرآن سورتوں کے نام سے نازل کیا گیا ہے اس قرآنی اعلان اور دعوی سے یہ
ثابت ہوا کہ قرآن کو تیس پاروں پر مشتمل کہنے والے قرآن کے دشمن ہیں۔

## اس پارہ سازی کی مضرت

اللہ نے جو سورتوں کے نام سے مضامین قرآن کے نزول کا ذکر فرمایا ہے پہلے سورت لفظ کا
معنی و مفہوم سمجھیں، سورت مادہ کے کئی مختلف صیغے جب بنیں گے تو ان کی معانی بھی متفرق
اور متعدد بنیں گے ان صیغوں کے لحاظ سے ایک معنی ہوگی عبور کرنا، دوسری چڑھ جانا، تیسری
دیوار۔ چوتھی قلعہ پانچویں کنگن، چھٹی سوار اور شھسوار اور کمانڈر ساتویں اپنی مافیھا کا احاطہ
کئے ہوئے ساتویں مضبوط اور شریف النسل یہ سب معانی مختلف صیغوں اور متفرق سیاق
وسباق سے متعین ہونگی، غور کرنے والے اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن حکیم کے قوانین
کو ان سورتوں میں اوپر کے تراجم اور مفاھیم میں اگر سوچا جائے تو کیا تو سورتوں کا اپنے
مشمولہ اصولوں اور مضامین کے لئے ایک اعلیٰ تصور قائم ہوتا ہے، جس تصور کی بلندی اور
مضامین کے ساتھ ان سورتوں میں سموئے ہوئے قواعد پھر سورتوں کی ترتیب کی روشنی میں
مسائل اور نصائح کا آپس میں ربطہ جیسے کہ ان ہیروں اور موتیوں کی لڑہی کو انکی سورتوں والی
ترتیب کو تیس پاروں میں تقسیم کرنے والی قینچی تار تار کر دیتی ہے۔

دل کے ٹکڑے ہزار ہوئے کوئی کہاں گرا کوئی کہاں گرا

ان تیس پاروں کی ٹکڑے سازی کی شرارت سے سازش سے قرآن کی جملہ ایک سو چودہ
سورتوں کی تعداد اور اتنی ساری سورتوں کے مضوعات اور مضامین کی طرف فہم قرآن کیلئے

ذہن جو سفر کریگا، پرواز کریگا، یعنی ایک سو چودہ سورتیں معنی ایک سوُ چودہ سیڑھییں عبور کرنے کی جو سوچ تیار کی جائیگی اس مسافر کے پرواز کو تیس پاروں کا عدد رکاوٹ بن جائیگا، جناب قارئین! میری اس گذارش کو وہ لوگ بہتر طریقہ سے سمجھ سکینگے جو ایک سو چودہ سورتوں کے آپس کے ربط اور ترتیب کی حکمتوں کو سمجھتے ہونگے، کوئی شخص یہ سوال کرسکتا ہے کہ قرآن کو تیس پاروں میں بانٹنے سے قرآن کی سورتوں کی تعداد ایک سو چودہ میں کوئی کمی تو نہیں آئی وہ تو سلامت ہیں پھر یہ تیس عدد کی پارہ سازی پر اعتراض کیوں؟ جواباً عرض ہے کہ برابر قرآن کی سورتوں میں کوئی کمی نہیں آئی لیکن دشمنوں کی اس پارہ سازی سے ذہنوں پر ایک نفسیاتی چوٹ ضرور ہے کہ قرآن میں ریسرچ کرنے والا سورتوں کے مفاھیم اور مضامیں کو سورتوں کے بجاء پاروں کی ترتیب اور عینک سے پڑہے گا جس سے وہ قرآنی فلاسفی کو پا نہ سکے گا بہر حال دشمنوں کی یہ ایک کوشش ہے ایک چال یہ انکی اتنی تو بد نیتی پر مبنی ہے جس کا اطلاع دینا دنیا والوں کے لئے اللہ پاک نے ضروری سمجھتے ہوئے فرمایا کہ الذین جعلوا القرآن عضین جن لوگوں نے قرآن کو ٹکڑوں میں بانٹا ہے فوربك لنسئلنهم اجمعين عما كانوا يعملون یعنی اے محمد! تیرے رب کی قسم ہم ضرور ان سب ٹکڑے بازوں اور پارہ سازوں سے باز پرس کرینگے ان کے کرتوتوں کی، اب اللہ کی اس باز پرس اور احتساب کے اعلان کے بعد تو سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن کو تیس پاروں پر مشتمل کتاب کہنا گناہ ہے۔ اسی لئے تو اللہ نے ان ٹکڑے ٹکڑے کرنے والوں قرآن کو تیس پاروں پر مشتمل بتانے والوں کو منافقون میں سے شمار کیا ہے، جو فرمایا کہ كما انزلنا على المقتسمين الذين جعلوا القرآن عضين یعنی جس طرح کہ ہم نے قسمیں کھانے والوں پر اتارا جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کردیا، اب ہر کوئی شخص اپنے اپنے گھروں میں رکھے ہوئے باترجمہ قرآن کھول کر پڑھے کہ یہ جھوٹی قسمیں کھانے والے لوگ منافق ہیں یا نہیں ایسی آیات کے حوالہ جات پڑھنے کی سہولت کے لئے لکھ رہا ہوں (۵۳_۵) (۱۰۷_۹) (۴۴_۱۴) (۳۸_۱۶) (۱۰_۶۸) ویسے غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر حدیث سازوں کی ایسی حدیثوں پر اعتبار کیا جائے کہ جب جب لوگ رسول



اللہ کی خدمت آکر کچھ سوالات پوچھتے تو بعد میں انکے جوابات کے لئے اسی وقت قرآن نازل ہو جاتا تھا پھر وہ بھی اسی طرح اترنے کے بعد منتشر اور بکھری ہوئی حالت میں لوگوں کے پاس چھوڑ کر رسول اللہ وفات پا گئے جیسے بعد میں آنیوالے خلیفوں نے چن چن کر اکٹھے کیا سو اگر حدیثوں کی یہ بات سچی ہوتی تو پھر گویا کہ جناب رسول اللہ نے اپنی رسالت کی مشن کا حق ادا نہیں کیا اور اسے وہ منتشر حالت میں تتر بتر حالت میں چھوڑ گئے۔ جو رسول اپنی رسالت کے پیکیج کے ساتھ اتنی بے پرواہی برتے گا تو پھر اس کی بعثت کی مقصدیت گویا فوت ہو جاتی ہے، اس سے تو دشمنان رسول اور دشمنان رسالت اور دشمنان قرآن کا جناب رسول کی شان پر یہ الزام آجاتا ہے کہ وہ اپنی مشن میں ناکام ہوئے، اگر نزول قرآن بقول ان حدیث سازوں کے سوالات پوچھنے کے بعد آیت آیت کی شکل میں ہوتا تو اللہ اپنے رسول سے یہ ہرگز نہ فرماتے کہ ولا تعجل بالقرآن من قبل ان يقضيا اليك وحيه وقل رب زدني علما (۲۰_۱۱۴) یعنی اے رسول کسی بھی مسئلہ میں اس سے متعلق علم وحی کی تکمیل سے پہلے جلد بازی سے کسی کو کچھ نہ بتائیں اور اللہ سے اپنے علم میں ترقی کی دعا مانگتے رہیں جناب قارئین! قرآن حکیم نے لوگوں کے سوالات کے جوابات بھی سورتوں کی تکمیلی شکل میں نزول کہ اندر خود بتایا ہے کہ یہ قوانین ہم آپ سے کئے گئے استفسار کے جواب میں آپ کو سمجھا رہے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن میں لوگوں کے سوالات کے ذکر کردہ مقدار اور تعداد کو جو اٹھارہ ہے اس کا ذکر کیا ہوا ہے اس سے زائد اور بڑہکر جو سوالات و جوابات حدیثوں کے حوالوں سے بتائے گئے ہیں وہ سب من گھڑت ہیں اگر وہ درست ہوتے تو قرآن حکیم اپنے اسلوب کے مطابق انکا بھی ذکر ضرور فرماتا۔

محترم قارئین! بات شروع کی تھی کہ نزول قرآن مکمل سورتوں کی شکل میں ہوا ہے، اس لئے جب بھی پورے قرآن کے متعلق کوئی بات کی جائے یا کوئی رمارک دیا جائے تو اس طرح کہنا کہ یہ بات قرآن کے جملہ تیس پاروں میں اس طرح ہے اس طرح نہیں وغیرہ کے بجاء یوں کہا جائے کہ یہ مسئلہ قرآن کی جملہ ایک سو چودہ سورتوں میں اس طرح ہے، اس طرح نہیں

ہے، میں قارئین کی خدمت میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ قرآن کو دشمنوں نے جو تیس پاروں میں مشہور کیا ہوا ہے اس کے نقصانات سے جو تفھیم قرآن میں اثر اندازی ہوتی ہے اس پر اور بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا جسے میں مضمون میں طوالت کی وجہ نہیں بڑھا رہا، لیکن بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہون وہ یہ کہ جب دشمنوں نے یہ مشہور قرار دیا کہ قرآن وہ ہے جو کچھ تیس پاروں میں ہے تو اس کے بعد وہ لوگوں میں بے اعتمادی پھیلانے کے لئے انجان لوگوں کو پریشان کرتے ہیں کہ سورت فاتحہ قرآن کی داخلی سورت نہیں ہے اگر یہ سورت قرآن کی ہوتی تو بتایا جائے کہ یہ کونسے پارہ کی شمار کی جائے گی۔ اب میں یہاں قارئین کو یہ بھی بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن حکیم کو تیس پاروں پر مشتمل مشہور کر کے سورۃ فاتحہ کو خارج از تیس کرنے میں دشمنان قرآن کی بد باطنی یہ ہے کہ فاتحہ سورت کا شروعاتی جملہ اور آیت الحمد لله رب العالمين ہے، اور پورے قرآن میں جتنی بار بھی لفظ حمد کا استعمال کیا گیا ہے وہ ٹوٹل استعمال اللہ کے ناموں کے ساتھ کیا گیا ہے کہیں بھی صیغہ حمد کا استعمال غیر اللہ کے ساتھ نہیں کیا گیا، اسکی وجہ یہ ہے کہ اسم اللہ اور اسم رب جن کے ساتھ لفظ حمد کو ملا کر قرآن میں استعمال کیا گیا ہے، تو اللہ اور رب کی معنی اور مفھوم میں حاکمیت، اقتدار، کنٹرول اور بادشاہت اور روزی رسانی کا مفھوم سمایا ہوا ہے جس کی معنی یہ قرار پاتی ہے کہ ربوبیت عالمین کے لئے اللہ کی حاکمیت اور بادشاہت اتنی تو شاندار اور لائق حمد وستائش ہے جو ومامن دابة فی الارض الاعلى الله رزقها (٦_١١) یعنی پوری کائنات میں کوئی ایسا گھومنے والا چرند و پرند حتی کہ رینگنے والا جر ثومہ نہیں ہے جس کی روزی رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو، سو سورت فاتحہ اپنے مضامین کے حساب سے جو پورے قرآن کے مضامین کا جیسے کہ احاطہ کرتی ہے اور ایک طرح سے مضامین قرآن کا سرنیم ہے اور اس کا پہلا اعلان، پہلا عنوان الحمد للہ رب العالمین ہے جس کا مفھوم یہ متعین ہوتا ہے کہ جھانوں کی پرورش کے لئے جس اللہ کی حاکمیت اور بادشاہت اس شان کی ہے جو اس پر اگر غور کیا جائے تو بے اختیار دل ودماغ میں کلمات حمد آ جاتے ہیں، اس لئے جو لوگ الذين ان مكنا هم فی الارض اقاموا الصلوة واتوا الزكوة (٤١_٢٢) یعنی



جن لوگوں کو ہمارے قوانین، اقتدار دلائیں تو ان کو نظام صلوۃ قائم کرنے سے رعیت کو سامان ربوبیت سامان پرورش دینا ہوگا، تو ان حکمرانوں کو قرآن یہ راستہ بتا رہا ہے کہ تم بھی ایسا نظام ربوبیت قائم کرو جس پر دنیا والے اعتراف کریں کہ واقعی ان کا نظام زکوۃ لائق حمد ہے محترم قارئین! خاص اسی بنیاد پر اللہ عزوجل نے اپنے رسول جناب خاتم الانبیاء علیہ السلام کا نام محمد اور احمد مقرر فرمایا جو آگے چلکر اللہ نے جناب رسول کو قرآنی منشور کی روشنی میں ایسی حکمرانی دینی تھی (          ) جو محمد بمعنی تعریف اور حمد کیا ہوا۔ اور احمد بمعنی سب سے بڑھ کر اللہ کے نظام حمد نظام قانون نظام حکومت جو سب سے زیادہ مستحق حمد ہے اسے قائم کرنے والا بنایا، جناب قارئین غور فرمائیں کہ اللہ، محمد اور قرآن ان تینوں میں ایک خاص قسم کا ربط ہے جو حاکمیت محمودہ پر منتج ہوتا ہے اس لئے قرآن کو عضین بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے پاروں پاروں میں بانٹنے والے لوگ جن کا نظریہ یہ ہے، جن کی حدیثوں اور روایات کا سارا زور اس پر ہے کہ محمد علیہ السلام دنیا میں حکمران بننے حکومت چلانے والا کر کے نہیں بھیجا گیا، حکمرانی اس کی وفات کے بعد اس کے اصحاب نے کی تھی جو کہ ایک قسم کی غیر قرآنی اور دنیا داری کا عمل ہے اور کتاب قرآن صرف ورد وضائف کی بن سمجھے پڑھنے کی کتاب ہے، جس کے فضائل صرف ختم پڑھنے کے تعداد کے حساب سے ملینگے، جناب قارئین! سورت فاتحہ کی یہ پہلی آیت الحمد اللہ رب العالمین قرآن سمجھنے اور اس پر ایمان لانے والوں کو یہ بتا رہی ہے کہ آپ کو بھی اللہ کا نظام ربوبیت جس کا شان نہایت ہی لائق حمد ہے کی طرح نظام صلوۃ کی اقامۃ سے نظام زکوہ قائم کرنا ہے اور یہ ہدف آپ کے حکمران بننے سے ہی حاصل ہو سکیگا (٤١_٢٢) تو اسی وجہ سے قرآن دشمنوں نے سورت فاتحہ کو پارہ سازی کے وقت تیس پاروں کے اندر شمار نہیں کیا، تا کہ مسلم امت کے افراد میں حکمران بننے کے تصورات نہ پنپ سکیں، یہ اور بات ہے کہ قرآن دشمن امامت نامی تحریک کے دانشوروں نے قرآن حکیم کی انقلابی اور فلاحی اصطلاحات کی اتنی تو معنوی تحریف کی ہے جو تعلیمات قرآن کا انہوں نے کباڑہ کر دیا ہے، مثال کے طور پر اگر میں اپنی اس دعوی کو مثال دیکر سمجھاؤں تو دور نہ جائیں اسی سورت

فاتحہ پر ہی غور فرمائیں جس کو اللہ عزوجل نے قرآن کے شروع میں ترتیب کے لحاظ سے جگہ
دی پھر اس کی شروع والی پہلی آیت میں یہ سمجھایا کہ جس طرح مجھ اللہ کا جہانوں کے باسیوں
کی ربوبیت اور پرورش کے لئے ایسا نظام قائم کیا ہوا ہے جو نہایت ہی لائق حمد وستائش ہے۔
یعنی اب قرآنی تعلیمات کے حاملین کو بھی ایسا نظام ربوبیت قائم کرنا ہوگا جو لائق حمد وستائش
حکومت سے ہی ہوسکتا ہے، تو امامی تحریک کے حدیث سازوں نے قرآن کی تعلیمات کو سمجھنے
کے بجاء طوطوں کی طرح رٹنے والی تلاوت پر فضائل کی حدیثوں کے انبار گھڑ دیئے ہیں
جنہوں نے سورت فاتحہ کے لئے جسے اللہ نے شروع قرآن میں افتتاح زندگیوں میں انقلابی
حکومت قائم کرنے کے لئے جس سے عالمین کی ربوبیت کو ہدف قرار دیا ہے اور ترتیب میں
اسے اولیت دی تو ایسی سورت کو ایک طرف ان کی والی پاروں کی تقسیم سے الگ کر دیا پھر
دوسری طرف امام مافیا کے حاملین علوم نے مشہور کیا کہ جب کوئی آدمی زندگی ختم ہونے سے
مرجائے تو اس پر جا کر یہ افتتاح زندگی والی سورت فاتحہ مرنے کے بعد پڑھکر اس کے روح
کے لئے ایصال ثواب کرو۔ جو روح بھی مرچکا ہے، اب کوئی بتائے کہ ان امامی تعلیمات کو کیا
کہا جائے، کیا تو انہوں نے قرآن کو سمجھا تھا پھر کس طرح تو اسے ملیامیٹ کرنے کے کرتب
دکھائے ہیں۔

## پورے قرآن کو پاروں میں تقسیم کرنے کے بعد آیات قرآ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی مثالیں

محترم قارئین! میں شروع مضمون میں یہ عرض کر آیا ہوں کہ اللہ عزوجل نے جیسے کہ اپنی کتاب
کے قوانین، مفہوم، بیان، اور متن کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمہ پر لی ہے (۷۵-۱۷)
اور اس وعدہ کو بھی خوب نبھایا ہے! اس کے باوجود دشمنان قرآن نے جو حیلے کئے ہیں۔ جن
سے مخالف قرآنی علوم ایجاد کر کے انہیں احادیث رسول کا نام دینا پھر ایسی من گھڑت
احادیث کو وحی خفی قرار دینا پھر ایسی نام نہاد وحی خفی کو مثل قرآن بنانے کے لئے مثلہ معہ کی
حدیثیں بنانا، پھر اس طرح کی احادیث سے قرآن حکیم کی اصلاحی انقلابی اصطلاحوں کے



اندر معنوی تحریفات سے قرآن جیسے انقلابی کتاب کو دعا تعویذ گنڈوں کی کتاب بنا کر نام نہاد
حاملین قرآن کو خانقاہی کاروبار کی دکانیں کھولکر دینا جن سے ان کے دنیوی عیاشی کے
اغراض پورے ہوتے ہوں، سو محترم قارئین! ان کی قرآن دشمن روایات سے کسی حد تک پردہ
اٹھایا جا چکا ہے جس کی اصلیت اب اہل مطالعہ لوگ بڑی حد تک سمجھ گئے ہیں اس کے علاوہ
قرآن دشمنوں کی اس سازش کہ قرآن کو سمجھنے میں رکاوٹیں ڈالی جائیں اور اگر قرآن کو یہ لوگ
دنیا سے گم نہیں کر سکتے تو کم سے کم اس کی آیات اور جملوں کی تکمیل وقوف اور رموز میں قینچیں
چلا کر قرآن کے سمجھنے میں دشواریاں پیدا کی جائیں تو اللہ عزوجل ان کی اس بدباطنی والی
سازش کو جانتا تھا اس لئے رہتی دنیا تک آنیوالے لوگوں متنبہ کر دیا کہ خلاف قرآن جو بھی
سازشیں کی جائینگی ان میں ایک سازش یہ بھی ہوگی وہ دشمن لوگ قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے
کر دینگے (تاکہ لوگ قرآن کی مدعا کو سمجھ نہ پائیں) سو میں اس مضمون میں ایسی ٹکڑے
ٹکڑے کی ہوئی جملہ آیات کو یہاں نقل نہیں کر سکوں گا بلکہ صرف اتنی مثالیں عرض کروں گا
جس عدد سے قارئین کو اس پہلو کی سازش کا علم ہو جائے ویسے یہ علم اور انڈیکیشن تو خود قرآن
نے ہی دے دیا ہے یہاں صرف اس کی چند مثالیں عرض کرتا ہوں۔

### پہلی مثال

اس پہلی مثال کے لئے قارئین کی خدمت میں دشمنوں کی اس سازش کا شکار خود اس
آیت (۸۹-۱۵) کو پیش کرتا ہوں جس میں اللہ نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ یہ منافق لوگ
قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرینگے، قرآن حکیم کے مروج نسخوں میں نامعلوم عرصہ سے اس آیت
کے پانچ عدد ٹکڑے کر کے ایک کی جگہ پانچ آیتیں بنائی گئی ہیں آج کے لحاظ سے وہ پانچ
آیتیں یہ ہیں، وقل انی انا النذیر المبین، کما انزلنا علی المقتسمین، الذین
جعلوا القرآن عضین، فوربك لنسئلنهم اجمعین، عما كانوا یعملون، یعنی اے
نبی! آپ کہدیں کہ میں کھلے نمونے سے ڈرانے والا ہوں جس طرح کہ ہم نے جھوٹے قسم
خور (منافقوں) پر نازل کیا (یہ عذاب) جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، پھر تیرے

رب کی قسم ہم ضرور ضرور ان سب سے باز پرس کرینگے، ان کے ان اعمال کے بارے میں جو وہ کرتے تھے (ترجمہ ختم) جناب قارئین! اللہ نے قرآن کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے والوں کو منافق کہا ہے اب اس میں جو اللہ نے خبردار کیا کہ آئندہ ایسے بھی لوگ آئینگے جو قرآن کو ٹکڑے کرینگے تو اس قرآن دشمن منافق ٹیم نے خود ایسے انتباہ والی آیت کو ہی پانچ ٹکڑوں میں بانٹ دیا، میں نے آیت کے متن میں جو کامائیں دی ہیں وہ وہ جملے مروج قرآنی نسخوں میں آیتوں کے نشان ہیں، دشمنوں کی اس طرح کی کارستانیوں کا کل مقصد یہ ہے کہ قرآن سمجھنے میں دشواریاں پیدا کی جائیں یہ بات اس آیت پر غور کرنے سے باآسانی سمجھ میں آسکتی ہے

### دوسری مثال سے پہلے ایک تفہیم کہ آیت کیا ہے آیت کسے کہتے ہیں

آیت کی معنی نشانی اور علامت ہے، نشانی اور علامت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ جس چیز کی شناخت اور پہنچان بنتی ہے وہ اس شیء کو متعارف کراتی ہے، اسی حوالہ سے لفظ آیت کی دیگر معانی کے علاوہ کلام وحی میں قرآن حکیم کے قوانین مسائل اور اصولوں کو جن جن عبارتوں سے بیان کیا گیا ہے۔ تو وہ عبارتیں ان مفاہیم کی تفہیم کے لئے آیات ہوئیں پھر اس تشریح سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بالخصوص قوانین اور اصول اور مسائل کے تفہیم کے لئے جو جو عبارتیں، الفاظ، جملے اور متون استعمال ہوئے ہیں اس میں اگر تقدیم و تاخیر کی جائے گی تو جملہ بیٹا نہ بیٹی میں اگر مطلق وقف نہیں کیا جائیگا تو بیٹے اور بیٹی دونوں کی نفی ہوجائیگی اگر وقف صرف پہلے لفظ بیٹا، پر کیا جائیگا تو مراد ہوگی کہ بیٹا پھر اس صورت میں نفی کا تعلق بیٹی سے جڑ جائیگا صرف وقوف کی تبدیلی سے معانی الٹ الٹ پلٹ ہوجاتی ہیں جبکہ جملہ وہی کا وہی ہوتا ہے، اس میں کوئی کاٹ کوٹ بھی نہیں ہوتی تو اس طرح آیات کے اندر قطع برید کی قینچی چلائے بغیر صرف وقف سے بھی قرآنی آیات کے مفاہیم میں گڑبڑ کا امکان ہوجاتا ہے۔ جس طرح آپ نے آیت (۸۹-۱۵) میں ایک آیت کو پانچ ٹکڑوں میں بانٹنے سے ملاحظہ فرمایا، اور کبھی کبھی یہ گول دائروں سے قطع برید کرنے والے مقتسمین لوگ اپنی چوری چھپانے کے



لئے ایک آیت کے دو ٹکڑے کرکے پھر بیچ کے آیت کی نشانی والے گول دائرہ پر اوپر لا لکھ دیتے ہیں یعنی آیت تو پوری ہوئی لیکن رکیں نہیں آگے ملا کر پڑھیں۔ یا یہ بھی امکان ہے ایک آیت میں گول نشان کسی اور آدمی نے لگایا ہو اور اس کے اوپر ''لا'' کسی اور نے لکھوائی ہو یہ حقیقت سمجھتے ہوئے کہ اس مقام تک کلام ختم تو نہیں جلد میں آیت کیوں ختم ہوگئی پھر اس کا ازالہ اس نے صرف لا لکھ کر ہی کافی سمجھا ہو، اور ایسا آدمی چور کو چور تو نہیں کہہ سکا لیکن صرف ''لا'' لکھ کر بتا دیا کہ یہاں آیت کو ختم ہونا نہیں چاہیے۔

### آیات قرآن کو ٹکڑے کرنے کی دوسری مثال

جناب قارئین! میں یہاں سورت سبا کی مبینہ طور پر پہلی اور دوسری دو عدد آیتیں نقل کرتا ہوں جن کے لئے میری سوچ لفظ آیت کی اوپر پیش کردہ تفہیم کے مطابق یہ دونوں آیتیں اصل میں ایک ہیں جنہیں مقتسم لوگوں نے دو بنا دیا ہے ملاحظہ فرمائیں! الحمدلله الذی له مافی السماوات ومافی الارض وله الحمد فی الآخرة وهوالحکیم الخبیر یعلم مایلج فی الارض وما یخرج منها ومایننزل من السماء وما یعرج فیها وهوالرحیم الغفوره یعنی سب تعریف اللہ کے لئے ہے اسی کی ملکیت میں ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور مآل کار کے حوالہ سے بھی اسی کی تعریف ہے، اس کی ہر اسکیم حکمت پر مبنی ہے اور وہ بڑا ہی خبردار ہے وہ ہر اس چیز کا علم رکھتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو کچھ اس زمین سے نکلتا ہے اور جو کچھ اوپر سے نیچے (پانی ریزس گیسز وغیرہ) نازل ہوتی ہیں اور جو کچھ اوپر چڑھتا ہے اوپر کی طرف، وہی رحم کرنے والا اور ان ریزس وغیرہ کے مضر اثرات سے بچانے والا ہے، (خلاصہ ختم) محترم قارئین یہ نقل کردہ کلام پاک رائج الوقت نسخہائے قرآن میں نامعلوم مدت سے لیکر دو عدد آیتوں پر مشتمل ہے جبکہ اس کلام ربی کا مفہوم بتاتا ہے کہ یہ ایک آیت ہونی چاہیے، ایک آیت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ پہلا حصہ ایک دعوی پر مبنی ہے کہ اللہ مالک ہے بادشاہ ہے آسمانوں اور زمین کا، دوسرے حصہ میں اس دعوی کا ایک لازمی نتیجہ ہے اور ثبوت ہے کہ اسی بادشاہ اور مالک اللہ کا آسمانوں اور زمین کے مافیھا

پر تصرف چلتا ہے سو جب مبینہ طور پر دونوں آیتوں کو ملا کر ایک کر کے پڑھا جائیگا اور غور کیا جائیگا
تو نہایت بہتر طریقہ سے اللہ کا تعارف دل نشین اور ذہن نشین ہوگا بمقابل اس کلام کو دو
آیتیں بنا کر جدا جدا پڑھنے سے۔

## آیات قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی تیسری مثال

وقال الذین کفروا لاتأ تینا الساعة قل بلی وربی لتأ تینکم عالم الغیب لایعزب
عنه مثقال ذرة فی السماوات ولافی الارض ولا اصغر من ذالك ولا اكبر الافی
کتاب مبین لیجزی الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولائك لهم مغفرة ورزق
کریم (۳-۳۴) (خلاصہ) کافر کہتے ہیں کہ وہ تمہارے بتائے ہوئے انقلاب کی گھڑی
نہیں آئیگی ہم پر، اے رسول آپ ان سے کہدیں کہ میرے عالم الغیب رب کی قسم کہ وہ
انقلاب ضرور آئیگا میرے رب کے علم سے ایک ذرہ برابر کی چیز بھی آسمانوں اور زمین میں گم
نہیں ہوسکتی اور کوئی چھوٹی بڑی ایسی چیز نہیں ہے مگر ساری چیزیں اس کے کتاب مبین میں
ہیں، تاکہ ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال والے رفارمر لوگوں کو انکے اعمال کا بدلہ عطا
کرے اور ان کے لئے تحفظ ہے اور عزت والی رزق روٹی (خلاصہ ختم) جناب قارئین
! مروج نسخہائے قرآن میں مبینہ طور پر بڑی مدت مدید سے سورت سبا میں اس کلام ربی کو دو
آیتوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے لکھا جا رہا ہے جبکہ آپ مفہوم کلام اللہ پر غور فرمائیں تو یہ ایک
مربوط تفہیم ربی ہے جو مکمل ایک آیت کی متن لگتی ہے اس کلام کے پہلے حصہ میں انقلاب
دشمنوں سے جناب رسول اللہ کا مباحثہ ہے کہ ہماری کتاب کے لحاظ سے تم سے بھی دو دو
ہاتھ ضرور ہونگے اور مؤمنین کو بھی مغفرت اور رزق کریم ملیگا، اس کلام ربی کو ایک آیت کے
تحت ملا کر پڑھنے سے جو مفہوم ابھر کر سامنے آتا ہے وہ اس آیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے جدا
حصوں میں پڑھنے سے نہیں آتا۔

## میری اس تحقیق کی دلیل قرآن سے

جناب قارئین! میری اس تحقیق اور ریسرچ کے مطابق سورت سبا سے جو میں نے دو آیتیں



پیش کی ہیں جن کو قرآن دشمن مافیا نے قرآن کے ہی اطلاع دینے کے مطابق کہ الذین
جعلوا القرآن عضین یعنی قسم خور منافقوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، انہوں نے
سورت سبا کی شروعاتی دو عدد آیتوں کو ٹکڑے کر کے چار بنا دیا میرے اس انکشاف اور میرے
الزام کی تائید اور ثبوت اسی سورت کی اگلی آیت میں فی الفور رب پاک نے دیا ہے کہ
والذین سعوا فی آیاتنا معاجزین اولائك لهم عذاب من رجز الیم، یعنی جو لوگ
ہماری آیات میں (اپنی ہیر پھیر سے) ہمیں شکست دینے کی کوششوں میں ہیں ان کے لئے
مسلسل عذاب میں رہنے اور ذلتوں میں رہنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے، اب قرآن میں غور کرنے
والے سوچنے والے اس آیت کا ماقبل کے کلام سے ربط ملائینگے تو انہیں یہ بات سمجھ میں
آجائیگی کہ اس پہلے والے کلام میں منافقون نے ضرور کوئی جعلوا القرآن عضین کے
ٹکڑے ٹکڑے کرنے والی سازش کی ہے اس لئے تو قرآن فی الفور انہیں وعید سنا رہا ہے آپ
کو ہماری آیات میں ایسی دست درازی معاف نہیں کی جائیگی،

## چوتھی مثال

ولقد ارسلنا موسی بآیاتنا وسلطان مبین الی فرعون وملائه فاتبعوا امر فرعون وما
امر فرعون برشید (۹۶-۹۷-۱۱) یعنی اور بھیجا ہم نے موسی کو اپنی نشانیوں اور مضبوط دلیل
کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف پھر انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی اور
فرعون کا قانون ہدایت والا نہیں تھا، جناب قارئین! یہ دو آیتیں ہیں اب غور فرمائیں کہ پہلی
آیت میں ہے ولقد ارسلنا موسی بآیاتنا وسلطان مبین یہاں تک جملہ نحوی ترکیب میں مبتدا ابتدا
ہے اس کے، بعد کی جو جدا آیت بنائی گئی ہے الی فرعون وملائه -- یہ جملہ خبریہ ہے پہلے جملہ
مبتدا کی تو قانون نحو اور گرامر کی تقاضا ہے کہ کم سے کم مبتدا اور خبر کو تو کلام میں ایک ہی آیت
میں ہونا چاہیے علم ادب میں یہ کہاں کی فصاحت اور بلاغت ہے کہ مبتدا والا جملہ ابتدائیہ ایک
آیت میں تو اس کا خبر یہ جملہ دوسری آیت میں لکھا جائے آپ اوپر جو آیت کی معنی اور مفہوم
سمجھ کر آئے ہیں اس کی تو لازمی تقاضا ہے کہ اس کے اندر جو کلام جس مفہوم کے لئے آنا چاہی

ئے وہ کامل اور مکمل ہونا چاہیے یہاں مبتدا اور خبر کے جملے ایک دوسرے کے سوا ناقص ہیں
جبکہ کسی بھی آیت کے کلام کو ناقص نہیں ہونا نہیں ہونا چاہیے بلکہ آیت کا کلام اپنے مفہوم کے
لئے مکمل اور تام ہونا ضروری ہے، اور کسی بھی آیت قرآن کے لئے یہ لازم ہے کہ اسے جب
بھی کسی بحث میں استدلال میں واقعہ کی خبر میں بطور اطلاع اور دلیل کے پیش کیا جائے تو وہ
اکیلی آیت مدعا کی تفہیم کے لئے کافی اور وافی ہونی لازم ہے اگر کسی بھی خبر اور بحث میں کوئی
ایسی آیت پیش کی جائے جو وہاں مطلوبہ مفہوم اس سے ادا نہ ہوتا ہو تو پھر وہ آیت تام اور کامل
تو نہیں ہوئی کوئی بھی اس پر آیت، آیت اس وقت کہی جائیگی جب وہ اپنی عبارت اور متن
میں اتنی تو مکمل ہو جو اسکی تفہیم کے لئے دوسرے کلام کی ضرورت نہ پڑے، اب اسی مقام پر
ہی آیت نمبر (۹۷۔۱۱) پر غور فرمائیں جس میں ہے کہ الی فرعون وملائہ فاتبعوا
امر فرعون وما امر فرعون برشید، یعنی فرعون اور اس کے امیروں کی
طرف۔۔۔۔۔۔تو یہاں جب تک اس کا پہلا حصہ مبتدا والا ذکر نہیں کیا جائیگا تو یہ والی
آیت مدعا کو ادا نہیں کر سکے گی، اور اپنی آیت کامل ہونے میں محتاج ہوگی پہلے جملہ ابتدائیہ
کی جس کو جدا آیت بنایا گیا ہے۔

## پانچویں مثال

سورت ہود کی آیت نمبر ۱۲۲۔ وانتظروا انا منتظرون (۱۲۲۔۱۱) یعنی تم بھی انتظار کرو ہم بھی
انتظار کرتے ہیں، اب اس آیت پر غور کیا جائے یہ جملہ کسی دوسرے کلام اور جملہ ملانے کے
بغیر اپنے مفہوم کی ادائگی میں پورا نظر نہیں آرہا، ویسے اللہ کا کلام تو انتہائی طور پر لاجواب اور
کامل مکمل ہے لیکن جن منافقوں کے لئے اللہ نے فرمایا کہ کما انزلنا علی المقتسمین
الذین جعلوا القرآن عضین، یعنی جس طرح کہ ہم نے قسمیں کھانے والوں پر اتارا،
جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو، ان لوگوں کی کاریگری اس مقام پر بھی صاف
صاف نظر آئی ہے کہ اصل آیت تو تھی وقل للذین لایؤمنون اعملوا علی مکانتکم انا
عاملون وانتظروا انا منتظرون، لیکن ان قسم خوروں نے اس آیت کا آخری جملہ وانتظروا انا



منتظروں پہلے حصہ سے کاٹ کر اس اسکو مستقل جدا آیت کر دیا، پھر شاید بعد میں آنیوالے
قرآن میں غور وفکر کرنے والے نیکو کار لوگوں نے اس قطع وبرید کو نامناسب سمجھتے ہوئے بیچ
والے آیت کے نشان گول دارے پر لا لکھدیا اور مزید کچھ نہیں بولے، اور وہ شاید اس لئے
نہیں بولے کہ ہلاکو کی دانشور ٹیم جو انکے وزیروں نصیر الدین طوسی اور نصیر نوشیر ابن علقمی کی زیر
سرپرستی اپنی فتح کے گھمنڈ میں زوال خلافت اسلامیہ کے بعد یہ سب کچھ کر رہے تھے اور ان
کی اجارہ داری بڑی سخت گیر تھی جن لوگوں نے متن قرآن میں ایک ایک آیت کو ٹکڑے بنا کر
بیچ میں گول دائرے ڈالنے سے دو دو تین تین چا چار آیتیں بنا دیں۔

## چھٹا مثال

جناب قارئیں! قرآن پر غور وفکر کرنے والوں نے یہ بتایا ہے کہ رکوع کے اندر جو مقدار کلام
پاک ہوتا ہے وہ موضوعات کی وحدت پر دلالت کرتا ہے، میں نے اس سلسلہ میں عرض کیا
ہے کہ کسی بھی مسئلہ، اصول، اور موضوع کی تفہیم کے لئے جتنا بھی مقدار کلام پاک ہو، اتنے
مقدار کو آیت قرار دینا چاہیے، اس لئے کہ اللہ عزوجل نے اپنے عمل تنزیل کتاب کے لئے
صرف سورت اور ایات کا ذکر کیا ہے (۱۔۲۴) پورے قرآن میں کہیں بھی رکوع کا ذکر نہیں
فرمایا، اب میں قارئیں کو زحمت دیتا ہوں کہ وہ سورت ہود کی ایات پچاس نمبر سے ساٹھ تک
دس عدد پر غور فرمائیں جو موجودہ تدوین کے حوالہ سے ایک مکمل رکوع ہے اور سورت ہود کا
یہ پانچواں رکوع بنایا گیا ہے یہ شروع ہوتا ہے والی عاد اخاھم ھودا سے یعنی قوم عاد کی
طرف ان کا بھائی بند ہود علیہ السلام بھیجا، ان دس آیتوں میں جناب ہود علیہ السلام کا قوم عاد
کے ساتھ مکالمہ اور ان کا نہ ماننا پھر ان پر عذاب کا آنا اور اس عذاب سے ہونا تو یہ چاہیے
کہ اس رکوع کی دس ایات کو ایک ایت قرار دیا جاتا جس سے آیت کی معنی نشانی اور آیت کی
معنی علامت اپنے مفہوم اور مدلوں کے اوپر خبر دینے والی عبارت اور متن ثابت ہو، سوا گران
دس آیات کے متن کو ایک ایت بنانے کے عوض دس ایتیں بنایا گیا ہے تو میں قارئیں کو اپیل
کروں گا کہ وہ ان ایات کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ ہر ایت میں کتنی تشنگی ہے جو جب

تک دو تین آیتیں ملا کر نہیں پڑھی جاتیں اتنے تک صرف ایک آیت سے کوئی مفہوم متعین اور مکمل نہیں ہوسکتا، اب میں مثال کے لئے اسی سورت کے اسی رکوع سے ایک آیت من دونہ فکیدونی جمیعا ثم لا تنظرون (۵۵۔۱۱) پر نظر ڈالنے کے لئے قارئین کو اپیل کرتا ہوں ترجمہ ہے کہ اس کے سوا تم سب میرے متعلق تدبیریں کرو پھر مجھے مہلت بھی نہ دو (ترجمہ ختم) غور کریں اس آیت کا پہلا جملہ من دونہ یعنی اس کے سوا کا مرجع اس سے پہلی والی آیت میں ہے کیونکہ اس کی شروعات ہی من دونہ سے ہو رہی ہے تو اس میں ضمیر کا مرجع تو آیت کے اندر ہونا چاہیے تھا، اس سے پہلی والی آیت کے گول دائرے پر بھی کسی اللہ کے بندے نے مزید کسی احتجاج کے صرف لا لکھدیا ہے کہ رکو نہیں حالانکہ فن صورت خطی اور علم ادب کی تقاضا ہے کہ ایت کے اختتام پر فل اسٹاپ ہونا چاہیے، یہاں فل اسٹاپ تو کیا جو ادھا اسٹاپ ہوتا ہے الٹا نہ رکنے کا لفظ لا لکھا ہوا ہے، محترم قارئین! قرآن لاوارث ہے، آج کے دور میں دین اسلام لاوارث لکھا ہوا ہے، محترم قارئین! قرآن لاوارث ہے، ہلاکو کے حملے کے بعد اس دور کے وزراء اعظم نصیر الدین طوسی اور ابن علقمی کی طرف سے شہر بغداد کے ذخائر کتب کو دریاء دجلہ میں دریا برد کرایا گیا ہے تو کیا بقیہ حدود سلطنت کے کتب خانوں کو ریشم کے غلافوں میں محفوظ کرایا ہوگا،!!! جناب قارئین چنگیز اور ہلاکو کے ورثا اور طوسی اور ابن علقمی کے جاء نشین جن کو قرآن نے جھوٹے قسم خور منافقون کا نام دیا ہے (۸۹۔۱۵) ان کی خانقاہی بارگاہیں آج جھنگل کی حویلیوں سے مربوط ہیں، مجھے اگر ان کی سلواروں میں بلیں ڈالنے جتنا پاور اور اختیار ہوتا تو سچ بول پترا سے عباؤں قباؤں میں چھپے ہوئے ان تنخواہ خوروں سے سارے راز اگلواتا کہ ان کو قرآن میں خالی معنوی تحریفات کرنے پر کتنی کتنی تنخواہ ملتی ہے کیا کریں زوال خلافت اسلامیہ سے لیکر آج تک قرآنی فکر کی کوئی ایک بھی ریاست نہیں ہے، ہم قرآنی فکر والے غریب الوطن اور غریب الدیار ہیں، آج گلوبل ولیج کے دور میں واذا لنفوس زوجت کے دنوں میں دنیا بھر کے لوگوں سے گھر بیٹھے سرگوشیاں کر سکتے ہیں تو وہ دن دور نہیں جو ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کا وقت بھی آجائے اور



خلق خدا کے راج کرنے کے دن بھی آجائیں۔

مت ستا غریب کو غریب رووے گا

سنے گا اس کا مالک تو جڑ تیری کھودیگا

جناب قارئین! اسی رکوع سے آگے یعنی نمبر ۶۱۔۱۱ سے لیکر آیت ۶۸۔۱۱ تک قوم ثمود کی طرف جناب صالح علیہ السلام کو بھیجنے کا ذکر ہے اس رکوع کی آٹھ آیتیں بھی بلکل ایک ہی قصہ جناب صالح علیہ السلام اور اس کی قوم کے مکالمہ پر مشتمل ہیں، تو اس ایک موضوع کے قصہ کو جب آپ ایک آیت کے طور پڑھینگے تو فہم قرآن آپ کو نہایت سلیس انداز سے حاصل ہوگی، اور اگر جدا جدا آٹھ آیتوں کو پڑھینگے تو پریشان ہوجائینگے اور اپنی ماقبل کی آیتوں سے ملائے بغیر سمجھ نہ سکینگے میں آیات کو یہاں نہیں نقل کر رہا ہر کوئی ان آٹھ آیتوں پر یکسوئی میں غور کرے اور پڑھے تو آپ کی دل گواہی دیگی کہ یہ تو ایک ایت ہونی چاہیے، یہاں پھر اس تفہیم کو دہرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آیت کا اطلاق کلام کے اتنے مقدار پر ہونا لازمی اور ضروری ہے جتنے کلام سے ایک اصول ایک مسئلہ سمجھا جاسکے، یہاں کوئی یہ سوال کرسکتا ہے کہ قرآن کی آخری سورتوں میں تو بہت ہی چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں، تو کیا وہ نامکمل ہیں؟ تو اس کے جواب میں پھر وہی عرض کرتا ہوں کہ جتنے مقدار کلام سے کوئی ایک اصول یا مسئلہ سمجھا جاسکے تو اس مقدار کلام کو آیت کہا جائیگا، سو میں تسلیم کرتا ہوں کہ بعض مسائل اور اصول دو تین جملوں سے بھی سمجھے جاسکتے ہیں مثال کے لئے اب ایک آیت لیتے ہیں کہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ (۷۔۹۹) یعنی جو کوئی شخص ایک ذرہ برابر بھی بھلائی کریگا تو اس کا بدلہ دیکھے گا، غور کیا جائے آیت برابر چھوٹی ہے لیکن ایک مکمل اصول بیان ہوگیا اور اس سے اگلی آیت ہے ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (۸۔۹۹) یعنی جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کریگا تو اسے دیکھے گا، اس آیت میں بھی ایک مسئلہ ایک اصول مکمل طریقہ سے بیان کیا گیا، اس کے علاوہ چھوٹی سورتوں میں سے الفلق کی کل پانچ آیتیں گنوائی گئی ہیں لیکن علماء قرآن نے چار آیتوں پر لا لکھ کر گویا مفہوم کی وحدت کے حوالہ سے اسے ایک آیت کی طرح پڑھنے اور

سمجھنے کی طرف اشارہ کردیا ہے، اس طرح سورۃ الناس کی چھ عدد آیتیں بنائی گئی ہیں لیکن علماء قرآن نے تفہیم میں وحدت اور یگانگت کو دیکھتے ہوئے، پانچ عدد گول دائروں پر لالالالالا لکھوادی ہے۔ جس سے وہ بتارہے ہیں کہ پوری سورت ایک آیت پر مشتمل ہے اس کا مفہوم بھی ملاکر پڑھنے سے زیادہ معنویت دیتا ہے بجاء جدا جدا دائروں والی آیات کے، محترم قارئیں! اکثر و بیشتر ان قسم خور لوگوں نے جو آیات کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے وہ آیات رکوع کی تشریح میں آتی ہیں یعنی جتنے مقدار کلام سے کوئی اصول اور مسئلہ یا مدعا بیان ہوسکتا ہو، سو جب انہوں نے ان ایات کو توڑا سو اس کے بدل میں رکوع کی ایجاد ان ایات کی مقداروں پرفٹ کردی رکوع کی اندورنی متن میں گول دائرے جاء بیجاء ڈالکر پڑھنے والوں کی تفہیم میں تشویش ڈالدی، اور رکوع کے لئے جو انہوں نے تاویلات بیان کی کہ رکوع کے اندر قرآن کی عبارت اور متن کا جو کلام ہوتا ہے وہ ایک پورے موضوع کو بیان کرتا ہے مضمون کو بیان کرتا ہے وغیرہ وغیرہ تو جناب قارئیں! یہ رکوع کی تشریح، ان لوگوں نے سورت کی تشریح اور مفہوم والی چرائی ہوئی ہے کیونکہ قرآن کی سورت والی مقدار عبارت، وہ کسی موضوع اور مستقل مضمون کو محیط ہوتی ہے جسے چوری کر کے ان لوگوں نے یہ تشریح رکوع پرفٹ کردی، اور انکی رکوع کے لئے ایسی تشریح اور تو کئی مقام پر پکڑی جاسکتی ہے لیکن سورت یوسف کا بڑا حصہ جو ایک ہی قصہ پر مشتمل ہے پھر وہاں ان لوگوں نے پھر رکوعوں کے نمبر لگائے ہیں اور سورت یوسف کے علاوہ ان کی چوری سورت انفال اور سورت توبہ میں بھی ظاہر ہوجاتی ہے کیونکہ ان دونوں سورتوں کے اندر مضامین کا آپس میں بڑا ربط ہے اس لئے فرق کرنے والی بسم اللہ کو بھی ہٹایا گیا ہے لیکن رکوع کے نام سے تفہیم میں مداخلت کرنے والوں کی تاویل یہاں پکڑی گئی وہ اس طرح کہ جب مضامین کی وحدت سے بسم اللہ ہٹائی گئی تو ہے ان کے رکوعوں کی نمبر شماری کیوں نہیں ہٹائی گئی۔



## علم تجوید کے نام سے
## قران میں تحریف لفظی کے لئے حیلہ سازی

علم تجوید اور علم قرآئت ایک ہی علم کا نام رکھا گیا ہے قرآئت کی معنی ہے پڑھنا اور تجوید کی معنی ہے خوبصورت اور تیز رفتاری، ویسے شہرت کے لحاظ سے علم قرآئت کی معنی کی جاتی ہے کہ حروف کی جو اپنی اپنی مخرجیں ہیں پڑھتے وقت ان کا لحاظ رکھتے ہوئے پڑھنا، لیکن اس تشریح سے علم قرآئت کو قرآن کے پڑھنے کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جاسکتا یہ تو مطلق عربی کلام کے لئے الفاظ کے حروف کی ادائگی مخارج کے لحاظ سے لازمی اور ضروری ہے یہ کلام کی صحت کے لئے تقریبا دیگر ساری زبانوں کے اندر بھی یہی علم اور قانون ضروری ہے اردو میں یہی مثال کے طور پر تقیہ اور تکیہ میں حرف کاف اور قاف مخرجوں کی جدا جدا ادائگی سے ہی سمجھے جا سکینگے، اسی طرح لفظ ثواب اور صواب بھی حرف ثا اور صاد کی جدا مخرجوں کی ادائگی سے پہچانے جائینگے اسی طرح سقر اور سکر۔ بکر اور بقر۔ امر اور عمر۔ اور عین کے ساتھ علم کی معنی تو مشہور ہے لیکن الم۔ الف کے ساتھ معنی ہوگی درد تو یہ سب جدا مخرجوں کی ادائگی سے پہچاننا ادا کرنا ہوتا ہے اسی کا نام علم قرائت ہے لیکن یہ علم کوئی صرف قرآن کے لئے مخصوص نہیں ہے حروف سین، ص، ث، یہ تینوں عربی زبان کے سوا کئی ساری زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں اس طرح ض، ظ، ز بھی کئی ساری زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں ان کی معانی اور ادائگی جدا جدا تلفظ سے ہوتی ہے اس جدا جدا تلفظ کا نام علم قرآئت ہے جو صرف ایک زبان عربی اور اس میں بھی اسے صرف کتاب قرآن کے ساتھ مخصوص نہیں گردانا جائیگا،

علمی دنیا میں علم قرآئت اور علم تجوید کو صرف کتاب قرآن کے ساتھ قرآن کے پڑھنے اور اس کے الفاظ کو قواعد تجوید سے ادا کرنے کو مخصوص بتایا جاتا ہے تو جناب قارئیں! علم تجوید اور علم قرآئت کی قرآن کے ساتھ تخصیص اور شہرت کی ایک خاص وجہ ہے اس تخصیص میں بھی لوگوں کا کوئی غرض اور مخصوص مقصد پنہاں ہے، جس کی طرف مضمون کے عنوان میں نے اشارہ کیا ہے بلکہ دعوی کی ہے کہ اس طرح کی ساری حیلہ بازیاں دشمنان قرآن نے قرآن حکیم کے اندر تحریف لفظی کے لئے کی ہیں۔

## قرآن میں تحریف لفظی کے لئے بنیاد فراہم کرنے کی سازش والی کڑی

جناب قارئین! مشہور دشمن اسلام امام زہری جو روایت تہمت بنام روایت افک جو ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کے شان اقدس کے خلاف ہے اس کے گھڑنے والے مؤلف اور مصنف ہیں اس کی حدیث امام بخاری نے اپنی کتاب کے کتاب فضائل القرآن میں لائی ہے کہ ان ابن عباس رضی اللہ عنھما حدثہ ان رسول ﷺ قال اقرأنی جبریل علی حرف فراجعتہ فلم ازل استزیدہ ویزیدنی حتی انتھی الیٰ سبعۃ احرف، باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف، نمبر 893۔ حدیث نمبر 2099، (خلاصہ) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام مجھے قرآن ایک طریقہ پر پڑھاتے تو میں اسے بار بار کہتا جاتا کہ اس کے سوا کوئی اور طریقہ بھی ہے اور وہ بھی بڑھاتے جاتے تھے تو اتنے تک میں نے اس سے زیادہ طریقوں کا مطالبہ کرتے کرتے سات طریقے اس سے پڑھے (خلاصہ ختم)

جناب قارئین! اس حدیث کے بعد والی حدیث بھی امام بخاری نے اپنے استاد الاستاد امام زہری کی اس طرح کی دوسری حدیث لائی ہے، میں یہاں اس حدیث کا عربی متن نقل نہیں کر رہا صرف اردو زبان میں اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں، ہر کوئی دل چسپی رکھنے والا آدمی اپنے گھر میں یا لائبریریوں میں اردو ترجمہ کی بخاری کھول کر پڑھ سکتا ہے امام زہری عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمان بن عبدالقاری سے روایت کرتے ہیں جن دونوں نے عمر بن الخطاب کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ اس نے ہشام بن حکیم کو جناب رسول علیہ السلام کی زندگی میں سورۃ فرقان پڑھتے ہوئے سنا، میں نے جب اس کی قرائت سنی تو دیکھا کہ وہ کئی دوسرے طریقوں سے پڑھ رہے ہیں جو رسول اللہ علیہ السلام نے مجھے ایسے نہیں پڑھائے تھے، سو قریب تھا کہ میں نماز میں ہی اس پر حملہ کر دوں لیکن میں نے صبر کیا یہاں تک کہ اس نے سلام پھیرا، اس کے بعد میں نے اس کی چادر سے اس کی گردن کو باندھا اور کہا کہ کس نے پڑھائی ہے یہ سورت تجھ کو جو ابھی میں نے آپ سے سنی، اس نے کہا کہ مجھے رسول اللہ نے پڑھائی ہے، تو میں نے اسے کہا کہ تم جھوٹ



کہتے ہو اس لئے کہ مجھے رسول اللہ نے دوسری طرح سکھائی ہے، اس پر میں اس کو چادر میں گردن بندھی ہوئی حالت میں کھینچتا ہوا رسول اللہ کی خدمت لے گیا اور وہاں ان کی خدمت میں جا کر میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے اس سے سورت فرقان اس طرح پڑھتے ہوئے سنی ہے جو آپ نے تو مجھے اس کی طرح نہیں پڑھائی، اس پر رسول اللہ نے فرمایا پہلے اس کو تو چھوڑ دو، پھر اسے فرمایا کہ اے ہشام پڑھو! تو ہشام نے اسی طرح پڑھا جس طرح میں نے اسے پڑھتے ہوئے سنا تھا، تو رسول اللہ نے سن کر فرمایا کہ آپ نے صحیح پڑھا ہے بلکل ایسے ہی نازل ہوئی ہے، اس کے بعد مجھے فرمایا کہ عمر تم پڑھو! تو میں نے اس سورت کو اس قرآئت سے پڑھا جس طرح رسول اللہ نے مجھے پڑھائی تھی تو اس پر بھی جناب رسول نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی ہے بے شک یہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے، اس لئے جو آسان معلوم ہو اسی طرح پڑھو!، (اس حدیث کا نمبر ۲۱۰۰ سو ہے)۔

### دونوں حدیثوں پر مشترکہ تبصرہ

پہلی حدیث میں پہلا جملہ ہے کہ اقرأنی جبریل علی حرف یعنی جبریل نے پڑھایا مجھے ایک طریقہ پر، لفظ حرف کی معنی ہے کنارہ جیسے کہ قرآن میں ہے کہ ومن الناس من یعبداللہ علی حرف (۱۱-۲۲) یعنی لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کی فرمانبرداری ایسے کرتے ہیں جیسے کوئی کنارہ، پر کھڑا ہو فان اصابہ خیر اطمئن بہ وان اصابہ فتنۃ انقلب علی وجھہ یعنی اگر اسے اس عبادت میں کوئی فائدہ پہنچے تو وہ اس پر مطمئن ہو کر رہے یا اگر اسے اس اطاعت اور عبارت میں کوئی فتنہ اور آزمائش نظر آئے تو جلد ہی اس عمل سے اپنا مونہہ پھیر کر بدل کر دوسرا رخ اختیار کر لے، دوسرے کنارہ کی طرف چلا جائے، قرآن حکیم میں لفظ حرف مختلف صیغوں سے کل چھ بار استعمال ہوا ہے، یحرفون متحرفا۔ حرف سوان جملہ چھ عدد کے استعمالات کی ہر جگہ ایک ہی معنی ہے کہ تبدیل کرنا بدلنا، مقام اور مکان چھوڑ دینا، دوسری معنی ہے کنارہ اور کسی مقام کا سرا وغیرہ اب لفظ حرف کے قرآنی استعمال اور مفہوم سے جو یہودیوں کی شکایت قرآن نے کی کہ من الذی ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ (۴-۴۶) یعنی یہودیوں میں ایسے بھی لوگ ہیں جو تورات کے کلمات کو ہی بدل

ڈالتے ہیں یعنی تورات میں تحریف کئے دیتے ہیں۔اب کوئی بتائے کہ قرآن لفظ حرف کی معنی
اور مفہوم سے یہود کے عمل کو تو لعنهم الله بکفرهم (۴۶-۴) یعنی یہود کی ایسی تحریفات پر
ان کے ایسے کفریہ عمل پر اللہ کی لعنت ہو، کہتا ہے، لیکن مسلم امت کو دیئے گئے قرآن کی
قرائت کو سات حرفوں سے اس میں عمل تحریف کرنے کی پرمنٹ دی جاتی ہے اور وہ بھی ایسی
تحرفین جو جب عمر جیسا عربی ادب اور لغت کا اعلیٰ درجہ کا ماہر بھی ایسی تحریفات سنکر اتنا سیخ پا ہو
جاتا ہے جو نماز پڑھتے ہی امام نماز کو اس کی چادر سے اس کی گردن باندھکر اسے ایک مجرم کی
طرح جناب رسول کی خدمت میں کھینچتا ہوا لے جاتا ہے پھر رسول ایسی تحرفون کی پرمنٹ
دے دے کہ نزل القرآن علی سبعة احرف یعنی قرآن سات حرفون پر نازل ہوا ہے
فرمائے، جناب قارئیں! جب قرآن دشمن علم حدیث میں قرآن کو سات حرفوں میں نازل
ہونے پھر انہیں فاقرأ وا ما تیسر منه کے حکم سے ساتوں حرفوں، ساتوں قسم کے عمل تحریف
ساتوں قسم کی تحریفی تعداد کو پڑھو پڑھاؤ کی پرمنٹ دے دے، وہ ایسی تحریف جس کے
اختلاف قرآئت پر عمر جیسا آدمی بھی پڑھنے والے کا گلا گھونٹ دیتا ہے۔

## علم حدیث میں تحریف قرآن کی پرمنٹ

میں معزز قارئیں کی توجہ اس طرف مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ حدیث بنانے والوں
نے نزل القرآن علی سبعة احرف کہا ہے بجائے اس کے ان کو تو نزل القرآن علی
سبع قرآئات کا لفظ لانا چاہیے تھا، یعنی قرآآت کے لفظ سے پڑھنے کے لہجوں کی معنی نکالی
جاسکتی تھی لیکن بجائے سبعہ قرآآت کے انہوں نے سبعہ احرف کا لفظ لایا ہے اس سے لفظ
حرف کی قرآن کے استعمال والی معنی سے صاف طور پر علم حدیث نے قرآن میں تحریف کی
پرمنٹ دے دی ہے یہ کیونکہ قرآئت اور حرف کی معنائیں جدا جدا ہیں، لفظ قرآئت میں
لہجہ کی معنی کی جاسکتی ہے حرف کی معنی سواء تحریف اور تبدیل کے اور نہیں ہوسکتی۔جناب
قارئیں! پہلی حدیث میں ہے کہ اقرأنی جبریل علی حرف فراجعته فلم ازل
استزیده ویزیدنی حتی انتهی الی سبعة احرف، یعنی جبریل جب رسول کو پڑھاتے
تھے ایک حرف، تو رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں ان سے مراجعت کرتا رہا، رجوع کرتا رہا کہ



اس کے پڑھانے میں دوسرے حرف بھی بڑھائیں، تو وہ میرے مطالبہ پر اصرار پر حروف کو
بڑھاتے رہے اتنے تک جو سات عدد حروف میں مجھے قرآن پڑھایا، اس کے بعد دوسری
حدیث میں آپنے ابھی پڑھا کہ رسول نے ایک صحابی ہشام کو مختلف حروف میں پڑھایا اور عمر
بن الخطاب کو دوسرے حروف میں پڑھایا، تو اختلاف حروف پر خود رسول اللہ کی حیاتی میں ہی
جھگڑا شروع ہوگیا، یعنی عمر نے جب ہشام کی وہ قرآئت سنی جس کے حروف رسول اللہ نے
عمر کو نہیں پڑھائے تھے یعنی اس کو دوسرے حروف میں تعلیم قرآن دی تھی تو نتیجہ تو آپ نے
دیکھ لیا، بہر حال قارئیں کے لئے اوپر کے اس سفید جھوٹ اور خرافاتی روایتوں کے
خرافات سے ہونے کا ثبوت میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جب قرآن کا سفر بعد وفات رسول
شروع ہوتا ہے تو آج تک کے جملہ نسخہائے قرآن قلمی طور پر مختلف کاتبوں کے لکھے ہوئے
اور زمانہ پریس کے مختلف پبلشروں کے شایع کردہ خالص اللہ کے اپنے فضل سے اور اعلان
سے کہ انا له لحافظون (۹-۱۵) والے وعدہ حفاظت سے قرآن پندرہویں صدی کے سفر تک
پہنچا ہے تو اس کے جملہ نسخے امام زہری کے سبعہ حروف یعنی سات قرآئتوں والے تحریفی
زہر سے محفوظ ہیں اور پاک ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جناب کہ جناب رسول کے زمانہ میں
خود رسول کریم کچھ لوگوں کو قرآن کے کچھ اقسام حروف پڑھائے تو کچھ لوگوں کو اور کچھ اقسام
حروف پڑھائے، پھر خود رسول کے زمانہ میں اختلاف حروف کی تعلیم پر عمر کسی کا گلا گھونٹنے
لگ جائے سو ایسی حدیثیں امام زہری اور امام بخاری کے جھوٹ نہ ہونگی تو اور کیا ہونگی۔محترم
قارئیں! میں پھر آپ کو زحمت دیتا ہوں کہ زہری کی ان دو حدیثوں میں کی پہلی حدیث میں
جو الفاظ ہیں کہ اقرأنی جبریل علی حرف فراجعته فلم ازل استزیده ویزیدنی
حتی انتهی الی سبعة احرف کی حدیث پر اب جو میں تبصرہ کروں وہ انکے بنائے ہوئے
علم حدیث سے کروں وہ بھی اس عقیدت سے نہیں کہ انکی بنائی ہوئی حدیثیں کوئی لائق
استدلال ہیں بلکہ اس نظریہ سے کہ افضل الشهادة ما شهدت به الاعداء یعنی دشمنوں کو انکے
اپنے قوانین میں جکڑا جائے جو یہ ہے کہ امام بخاری نے کتاب الایمان کے باب ۳۴ میں
حدیث لائی ہے جسکا نمبر ہے ۴۴ جس میں طلحہ بن عبید اللہ روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ کے

پاس اہل نجد سے کوئی بکھرے بالوں والا شخص آیا وہ دور سے کچھ بول رہا تھا جس کے آواز کی
ہم گنگناہٹ سن رہے تھے لیکن سمجھ نہیں رہے تھے اتنے تک جب وہ قریب آیا تو معلوم ہوا کہ
وہ اسلام سے متعلق رسول اللہ سے سوال کر رہا تھا کہ اسلام کیا ہے، جواب میں آپ نے بتایا کہ
دن رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں تو اس شخص نے سوال کیا اس کے علاوہ اور کچھ تو
جواب میں رسول نے فرمایا اور کچھ فرض نہیں لیکن اگر تو اپنی رضا خوشی سے پڑھے تو وہ اور
بات ہے آگے رسول اللہ نے بتایا کہ روزے رمضان مہینے کے پھر اس نے سوال کیا اس کے
علاوہ اور کچھ تو جواب دیا گیا کہ اس کے علاوہ اور کچھ تو نہیں ہیں ہاں مگر جو آپ اپنی رضا خوشی
سے رکھیں تو وہ اور بات ہے، اور اس شخص کے لئے رسول اللہ نے زکوۃ کا ذکر کیا، اس پر بھی
اسی شخص نے کہا کہ اس کے سوا اور کچھ تو جواب میں رسول اللہ نے فرمایا کہ اور کچھ تو نہیں مگر جو
آپ اپنی رضا خوشی سے دیں اس کے بعد وہ شخص واپس کو لوٹا تو یہ کہتا ہوا لوٹا کہ واللہ لا ازید
علیٰ ھذا ولا انقص یعنی قسم اللہ کی اس پر میں نہ بڑھاؤنگا نہ ہی کمتی کرونگا تو یہ سنکر رسول نے
فرمایا کہ افلح ان صدق یعنی اگر یہ سچ کہتا ہے تو کامیاب ہوگیا۔ اب اس حدیث کی روشنی میں
امام زہری اور امام بخاری کے پیروکار لوگ بتائیں کہ سات قرآئتوں کو ثابت کرنے والی
حدیث میں تو یہ زہری صاحب ثابت کر رہے ہیں کہ جبریل جو حرف رسول کو پڑھاتا تھا ر
سول اسے سن کر پڑھکر اسپر کفایت نہیں کرتے تھے راضی نہیں رہتے تھے بلکہ اس پر مزید
حروف کا مطالبہ کرتے تھے، مزید حروف بڑھانے کے لئے مراجعت کرتے رہتے تھے، مزید
حروف کی بڑھوتری کے لئے رجوع کرتے رہتے تھے، اب کوئی روایت پرست بتائے کہ
بقول انکی حدیثوں کے اگر کوئی اور شخص رسول کے بتائے ہوئے احکام اسلام میں کمی بیشی نہ
کرے تو وہ کامیاب انسان قرار دیا جائے لیکن اگر خود رسول اللہ، اللہ کی طرف سے جبریل کی
معرفت قرآئت قرآن ملنے کے بعد اسے کافی نہ سمجھیں، اسے ناکافی قرار دیں، اور اس میں
زیادتی کا مطالبہ کریں جب کہ رسول اپنی حدیث میں تو دوسرے لوگوں کو ترمیم نہ کرنے پر
کامیاب قرار دے اور خود ایک حرف سے بڑھا کر سات حروف کرائیں تو کوئی بات نہیں۔
اور بڑھوتری کے لئے رجوع کرتے کرتے ایک سے بڑھا کر سات حروف تو یہ اللہ پر بے



اعتمادی نہ ہوئی؟ اس حدیث میں یہ تو ذکر نہیں ہے کہ رسول نے جب جبریل سے حروف کی
بڑھوتری کا مطالبہ کیا تو جبریل نے بھی یہ مطالبہ اللہ کے حضور میں پیش کیا؟ اور وہاں سے اللہ
نے بھی اپنے قول میں نقص اور کمی کو تسلیم کرتے ہوئے ایک حرف سے بڑھا کر مزید حروف کی
منظوری دی؟ مطلب کی اس چیز کا حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ
جبریل نے اللہ کی منظوری کے بغیر ایک حرف سے بڑھا کر سات حرف کی منظوری دی ہے سو
یہ عمل جبریل کے امین ہونے کا تو انکار کرتا ہے، اور جبریل سے متعلق قرآن کے اعلان کہ
نزل به الروح الامین (۱۹۳-۲۶) اس قرآن کو جس روح کے ذریعے سے نازل کیا ہے وہ
امین ہے سو اگر حدیث قرآنات سبعہ کے مطابق اگر رسول کا ایک حرف سے زیادتی کا مطالبہ
کر کے سات تک بڑھوتری کی حدیث کو صحیح مانتے ہیں تو قرآن کی آیت امن الرسول بما
انزل الیه من ربه (۲۸۵-۲) جھوٹی ہو جاتی ہے کیونکہ اس آیت میں رسول کو اللہ کے نازل
کردہ ایک حرف پر اسے کافی سمجھتے ہوئے (۵۱-۲۹) اس پر ایمان لانا ہے لازم بنتا ہے، اگر
رسول اسے ناکافی سمجھے اور بڑھوتری کے مطالبہ والی حدیث کو درست کہا جائیگا تو ایک طرف
رسول اللہ کے قرآن پر ایمان لانے کا انکار ہو جائے گا، دوسری طرف جبریل کے امین ہونے
کا انکار ثابت ہو جائیگا، وہ اس طرح جو اللہ اسے ایک حرف دیکر بھیجے تو وہ اس میں چھ ملا کر
اسے سات بنا دے۔ اس بحث میں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب رسول جبریل سے زیادتی
حروف کا مطالبہ کرتے تھے تو جبریل اللہ سے پوچھ کر پھر بعد میں وہ حروف رسول اللہ کو دیتے
تھے، تو اس بات کا اول میں تو کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر خواہ مخواہ بھی اس جواب کو قبول کیا
جائیگا تو اس جواب سے صرف جبریل تو بچ جائیگا، لیکن رسول اور اللہ تو پھر بھی قصوروار بنے
ہوئے رہتے ہیں (معاذ اللہ) وہ اس طرح کہ رسول نے اللہ کے نازل کردہ ایک حرف کو
ناکافی قرار دیکر زیادہ حروف کا مطالبہ کیا، تو اس بات سے رسول کے ایمان
بالقرآن (۱۹۳-۲) کا انکار ہو جاتا ہے یعنی قرآن بھی جھوٹا بن جاتا ہے جو اس میں ہے کہ
رسول نے قرآن پر ایمان لایا دوسرا یہ کہ اللہ نے اگر ایک حرف کے اصول اور قانون میں
رسول کے اصرار پر سات عدد حروف کا اضافہ اور ایک کی جگہ چھ کے اضافہ کی تبدیلی کی تو اس کا

اپنے لئے یہ اعلان کہ مایبدل القول لدی وماانا بظلام للعبید (۲۹-۵۰) یعنی اللہ کے
قول میں تبدیلی نہیں آیا کرتی تو ایک کو بڑھا کر سات کرنا یہ تبدیلی نہیں ہے تو کیا ہے؟ مطلب
کہ ان امامی حدیثوں کو درست ماننے سے نہ جبریل امین، امین رہا، نہ رسول کا قرآن پر
ایمان رہا، نہ ہی اللہ کا اپنے قول پر قائم رہنا (۲۹-۵۰) سچا ثابت ہوا، اب کوئی غور کرے اور
بتائے کہ جس علم حدیث کی روایات سے جبریل کے امین ہونے کا انکار ثابت ہو جائے اور
جناب رسول اللہ کے قرآن پر ایمان لانے کے قرآنی اعلان (۲-۱۹۳) کا رد ہو جائے اور
اللہ کے اعلان کہ میں اللہ اپنے قول بدلا یا نہیں کرتا (۲۹-۵۰) اس کا بھی رد ہو جائے تو ایسا
علم ایجاد کرنے والے لوگ کیا مؤمن اور مسلم تسلیم کئے جا سکتے ہیں؟ ہمارا ایمان تو اللہ اور اس
کے رسول اور اس کی کتاب قرآن اور جبریل پر ہے، ہمیں اہل فارس اور سمرقند بخارا اور
ہرات اور نیشا پور کے اماموں پر ایمان لانے سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

جناب قارئین! قرآن میں تحریف لفظی کا بنیاد ڈالنے کے لئے جو یہ دو عدد حدیثیں قرآن دشمن
امامی تحریک والوں نے بنائی ہیں ان کی اس حدیث سازی کے کرتبوں کو وہ آدمی آسانی سے
سمجھ سکے گا جس کو اس فن علم حدیث کو پڑھنے کا زیادہ سے زیادہ موقعہ ملا ہو، جن لوگوں کا علم
روایات کا مطالعہ وسیع ہوگا اور حافظ بھی اچھا ہوگا اور انہوں نے قرآن کو بھی سمجھ کر پڑھا ہوگا تو
وہ لوگ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حدیث سازوں نے جناب رسول اللہ کی حیاتی
میں اور شہر میں موجودگی کی صورت میں کبھی بھی یہ روایت نہیں بنائی کہ اسی شہر میں جناب
رسول کی موجودگی اور صحت کی حالت میں کسی اور اصحابی نے نماز پڑھائی ہو اور عمر بن الخطاب
جیسے آدمی اور دیگر اصحاب رسول نے بجاء رسول اللہ کے کسی اور صحابی کہ پیچھے جا کر نماز پڑھی
ہو، لیکن جس صورت میں کہ حدیث سازوں کو ضرورت پڑ گئی کہ رسول کی زبان اقدس سے
قرآن حکیم میں تحریف کا دروازہ کھولیں تو مجبوراً انہوں نے ایسی بھی حدیث گھڑ کر دکھائی جو
شہر میں جناب رسول تندرستی کی حالت میں موجود بھی ہیں پھر بھی کوئی اور شخص نماز کی امامت
کر رہا ہے اور عمر بن الخطاب جیسا آدمی بھی رسول کے پیچھے نماز پڑھنے نہیں گیا ہوا، اور اسے
بھی کسی اور کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے دکھاتے ہیں، میرا مطلب یہ ہے کہ اگر ان حدیث



سازوں کا ایک یہ جھوٹ قبول بھی کریں کہ رسول اللہ کی زندگی میں موجودگی میں دو عدد
جماعتیں ہوتی تھیں اور عمر بن الخطاب جیسا آدمی بھی رسول اللہ کی جماعت کے بجاء کسی
دوسری مسجد میں کسی دوسرے شخص کی امامت میں مقتدی ہو کر پڑھتا ہے، آخر کتنے جھوٹ
انکے قبول کریں، چور کے پاؤں والے نشانات اس کے گھر تک معلوم کرنے کے لئے ہر
چھوٹی بڑی چیز پر غور کرنا پڑتا ہے یعنی عمر بن الخطاب کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص مصلے پر
کھڑے ہونے کی جسارت کس طرح کر سکتا ہے جبکہ عام حالات میں علم روایات والوں نے
نماز کی امامت کیپیٹل سٹی میں امیر المؤمنین یعنی وقت کے حاکم اعلیٰ کے لئے مخصوص بنائی ہوئی
ہے تو جب حدیث سازوں کو ضرورت پڑی کہ قرآن میں تحریف کا دروازہ کھولنا ہے تو انہوں
اپنے گھڑے ہوئے اصول کو چھوڑ کر نماز کی جماعت اور امامت کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا
ہے جو رسول اللہ کی موجودگی میں بھی ایکس وائی زیڈ مصلی پر قابض ہیں۔

اللہ نے قرآن کو خوبصورت انداز میں پڑھنے کا نام ترتیل رکھا ہے

حدیث سازوں نے قرآن کے پڑھنے کا قرآنی نام ''ترتیل'' کو چھوڑ کر تجوید نام کیوں
تجویز کیا؟

لفظ جود۔ یجود۔ تجوید اس کی معنی میں دو چیزیں آتی ہیں ایک خوبصورتی دوسری تیز رفتاری،
اس کے علاوہ دیگر معانی صلہ کے لحاظ سے سیاق وسباق کے مطابق ہو سکتی ہیں۔ اور لفظ رتل۔
یرتل۔ ترتیل اس لفظ کے مادہ کی تمام وسیع معنائیں ہیں ایک تو دانتوں کا سفید موتیوں کی
طرح متناسب نمونہ سے ہونا، اور رتل کی معنی میں کمپوزیشن اور ترکیب کا متوازن اور حسین
ہونا ہے رتل الکلام کا جملہ بہترین تالیف کے لئے جولایا جاتا ہے مطلب کہ ان سب معناؤں
میں ترتیب لازمی ہے، سورت الفرقان میں پہلے اللہ عزوجل نے اپنے لئے فرمایا کہ اس
قرآن کو ہم نے رتلناه ترتیلا اچھی ترتیب سے مرتب کیا ہے اس کے بعد سورت المزمل
میں جناب رسول اللہ کو فرمایا کہ آپ بھی ورتل القرآن ترتیلا یعنی اس قرآن کو ترتیب کے
ساتھ ٹھیر ٹھیر کی نجما نجما رک رک کر علی مکث کے طریقہ پر پڑھیں۔ ان دو لفظوں تجوید اور
ترتیل کی معناؤں کو ذہن میں رکھ کر پھر غور کیا جائے کہ جب اللہ عزوجل نے قرآئت قرآن

کے لئے تجوید کے بجاۓ ترتیل کے لفظ کے حوالہ سے حکم دیا ہے اور صیغہ تجوید کا مادہ تو قرآن میں ہے لیکن یہ مصدری صیغہ قرآن میں نہیں ہے نہ اس کے مادہ قرائت قرآن کے لئے کوئی امر اور حکم کیا گیا ہے جبکہ ترتیل کا مصدری صیغہ تو قرآن میں موجود ہے جس کے لئے امتثالی حکم جناب رسول کو بھی ہے جو کہ امر کے صیغہ سے بھی حکم دیا گیا ہے کہ ورتل القرآن ترتیلا (۴-۷۳) اب اللہ کے حکم ترتیل کے بعد تو لازم تھا اور فرض بنتا ہے کہ قرآئت کے علم کا نام تجوید کے بجاۓ علم ترتیل رکھا جاتا جس میں حکم خداوندی کی تعمیل بھی ہو جاتی لیکن ایسے نہیں کیا گیا، اس لئے کہ دشمنان قرآن کا مقصد تو اللہ کے حکم کی تعمیل نہیں کرنی ان کا مقصد تو لوگوں کو قرآن سے دور رکھنا ہے اگر یہ حدیث پرست لوگ قرآن پڑھنے کے آداب والے علم کا نام علم ترتیل رکھتے تو ان کو امام بخاری کی ان احادیث کا انکار کرنا پڑتا جن میں اس نے جمع القرآن نام کی آڑ میں قرآن کو بے ترتیب کتاب قرار دیا ہوا ہے۔ اگر یہ حدیث پرست لوگ قرآئت قرآن کے آداب والے علم کا نام علم ترتیل رکھتے تو پھر اس کے معنوی لحاظ سے قرآن کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھنا پڑتا اس انداز سے تو لوگوں کا فہم قرآن کی طرف ذہن چلا جاتا پھر اس سے ان کا مقصد تو فوت ہو جاتا اس لئے تو انہوں نے قرآئت قرآن کے علم کا نام غیر قرآنی، علم تجوید تجویز کیا ہے، جس کی معنی کے اندر تیز رفتاری از خود موجود ہے اور یہی چیز تو ان کا مقصود اور مطلوب ہے، کیونکہ ترتیل میں ٹھیر ٹھیر کر پڑھنے سے قرآن کی معانی اور مفہوم کی طرف ذہن چلا جائیگا جناب قارئین! علم تجوید میں قرائت کا ایک قسم ہدر بھی ہے، جس کی معنی ہے تیز رفتاری کے ساتھ قرآن پڑھنا ہدر کی معنی ہے بھنبھناہٹ یعنی صرف اس میں آواز کی گونج ہو، مطلب کہ ترتیل سے پڑھنے کا حکم قرآن نے دیا ہوا ہے مخالفین قرآن نے علم تجوید اور علم قرآئت کو اس کے مقابلہ میں قرآنی نام چھوڑ کر علم تجوید نام اس لئے تجویز کیا ہے کہ اس سے وہ قرآن میں تحریفات کے لئے کوئی سا دروازہ یا کھڑکی کھول سکیں جو اللہ نے انا لہ لحافظون کے ویٹو پاور سے بند کی ہوئی ہے۔



## مروج علم حدیث گناہ کرنے کیلئے حوصلہ کو بڑھاتا ہے

### بلکہ بہتر علم حدیث خود قرآن ہے۔

محترم قارئین! اس مضمون کے عنوان میں میں نے ایک بڑی دعوی کی ہے، بڑا الزام لگایا ہے، کہ مروج علم حدیث پیش کرنے والے لوگوں نے ایجاد کرنے والے لوگوں نے لوگوں کو امت مسلمہ کے معاشروں کو بداخلاق بنانے کی سازش کی ہے، اپنی گھڑی ہوئی حدیثوں سے امت مسلمہ کے لوگوں کو جرائم پیشہ بنانے کے حیلے کیۓ ہیں، قرآن حکیم کی تعلیمات سے جو اصلاح معاشرہ اور اصلاح افراد کی علمی اخلاقی تربیت کے لئے جو جواہر پارے ملے ہیں، علم الحدیث نے ان سب کو لتاڑا ہے، پچھاڑا ہے، روندا ہے، ملاحظہ فرمائیں! (حدیث) قال سمعت ابی هريره قال سمعت النبی ﷺ قال ان عبدا اصاب ذنبا وربما قال اذنب ذنبا فقال رب اذنبت وربما قال اصبت فاغفرلی فقال ربه اعلم عبدی ان له ربا يغفر الذنب وياخذ به غفرت لعبدی، ثم مكث ماشاء الله ثم اصاب ذنبا او اذنب ذنبا فقال رب، اذنبت اواصبت أخرفا غفره لی فقال اعلم عبدی ان له ربا يغفر الذنب وياخذبه غفرت لعبدی ثم مكث ماشاء الله ثم اذنب ذنبا وربماقال اصاب ذنبا قال قال رب اصبت اواذنبت أخرفا غفره لی فقال اعلم عبدی ان له ربا يغفر الذنب وياخذبه غفرت لعبدی ثلاثا فليعمل ماشاء (خلاصہ) ابوہریرہ روایت کرتا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوۓ سنا کہ ایک بندہ گناہ کا مرتکب ہوا، اسنے کہا اے میرے پروردگار میں نے گناہ کیا، فرمایا کہ اس کے پروردگار نے فرمایا کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی پروردگار ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے، اور اس پر مواخذہ کرتا ہے۔ میں نے بندے کو بخش دیا، پھر جب تک اللہ کو منظور ہوا وہ بندہ (گناہوں سے) رکا رہا، پھر اس نے گناہ کیا تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے گناہ کیا، تو اس کو بخش دے، تو اللہ نے فرمایا کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ کو بخش دیتا ہے، اور اس پر مواخذہ کرتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا، پھر جب تک اللہ کو منظور ہوا وہ بندہ ٹھرا رہا۔ پھر اس نے گناہ کیا۔ اس نے کہا اے میرے رب میں نے گناہ کیا، تو اسے بخش دے اللہ نے فرمایا کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ بھی کرتا ہے، میں

نے اپنے بندے کو بخش دیا، اور یہ اعلان اللہ نے تین بار فرمایا پھر بندہ جو بھی چاہے کرتا رہے،
(خلاصہ ختم) نوٹ: حدیث کی (عبارت میں کسی راوی کا نام لئے بغیر لکھا گیا ہے کہ اس نے
حدیث سنتے وقت اچھی طرح یاد نہیں کیا کہ سنانے والے نے اصاب ذنبا کہا یا اذنب ذنبا
کہا، اس اختلاف روایت سے مقصد میں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن اس سے راوی کی نااہلی اور
اسکے حافظ کے خلل کا پتہ بتانا مقصود ہے)

### گناہوں کی مغفرت کے لئے اللہ کا قانون

محترم قارئیں! آپنے یہ علم حدیث کی روایت ابھی ملاحظہ فرمائی یہ امام بخاری نے اپنی کتاب
کے آخر میں کتاب التوحید میں لکھی ہے اس کے باب نمبر ۱۲۶۶ حدیث نمبر ۲۳۵۴ ہے اس
حدیث کو اچھی طرح غور سے پڑھکر ذہن نشین کریں اس کے بعد قرآن حکیم کی تعلیم مغفرت
کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ والذین اذا فعلوا فاحشة اوظلموا انفسهم ذكروا الله
فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب الاالله ولم يصروا على مافعلوهم
ويعلمون (۱۳۵-۳) یعنی وہ لوگ جو کوئی برائی کا کام کرتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے
ہیں، اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہوں کو بخشنے
والا کون ہوسکتا ہے، لیکن اس معاملہ میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ایسی برائیاں جان بوجھ
کرنے پر اسرار نہ کریں۔ دیکھا جناب قارئیں کہ قرآن حکیم نے مغفرت کو عام نہیں رکھا جس
طرح آپنے حدیث میں پڑھا کہ بندے نے تین بار گناہ کیا پھر بار بار مغفرت مانگی اور اللہ
نے نہ صرف مغفرت بھی دیدی لیکن تین بار اس بات کو دہرایا کہ اب یہ بندہ جو بھی چاہے کرتا
رہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں آپ نے قرآن کو بھی دیکھا اس کا قانون مغفرت علم حدیث
کی طرح کا نہیں ہے، اب علم حدیث کے قانون مغفرت کو اگر ملک کی عدالتوں اور کورٹوں
میں معاشروں میں نافذ کیا جائیگا تو اس سے ایسا تو اثر پھیلے گا جو جس طرح گناہوں کا بیج بویا
جاتا ہو، اور اس کے علاوہ اللہ کی طرف سے گناہوں کی اس طرح بار بار مغفرت کی چھوٹ
سے جرائم پیشہ لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوتی رہیگی لیکن اگر کوئی سوچے تو کوئی باپ بھی



اپنے بیٹے کو اس حدیث کے برابر گناہ کرنے کی پرمنٹ نہیں دے سکتا کہ فلیعمل ماشاء یعنی جو
چاہے سو اس کا جیبتا کرتا رہے جناب قارئیں! امت مسلمہ کے لوگوں کے لئے گناہوں کی اتنی
چھوٹ کہ جو چاہیں وہ کرتے رہیں یہ تو کوئی قرآن دشمن ادارہ، اسلام دشمن ادارہ، اور مسلم
دشمن فکری اور علمی ادارہ ہے جو ایسی پرمنٹ دے رہا ہے سکتا ہے، اتنی چھوٹ تو دنیا کی غیر مسلم
حکومتیں اپنے شہریوں کو اور غیر مسلم باپ بھی اپنی اولاد کو دینا گوارا نہیں کرینگے، میں اسے
معاملہ میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جرائم پیشہ لوگوں کو سزا کا قانون یہ بھی معاشرہ کے لوگون کی
خیر خواہی اور بھلائی کے لئے ہے یہ بھی شریف لوگوں پر اللہ کا ایک ترحم اور فضل ہے کہ معاشرہ
کے بدمعاش اور لچے لفنگے لوگوں کو سزا کے ذریعے ایک لغام دیا جائے جس سے لوگوں کی
جان مال عزت کی سلامتی ہو اور مجرم شخص کی اصلاح اس سے علاوہ ہے اور اسکے مقابل اس
حدیث کی طرح بدمعاشوں کے لئے عام معافی کا اعلان کہ فلیعمل ماشاء جو چاہے سو کرتا رہے
یعنی کیا پھر معافی مانگ لی، پھر گناہ کیا اور معافی مانگ لی پھر گناہ کیا یہ تو جان بوجھ کر معاشروں
کو بگاڑنا ہوا، یہ تو کوئی دشمن کے بیٹے کے لئے کوئی سوچ سکتا ہے کہ اس کی اولاد بدکار بنے
جس سے وہ اپنا گھر لٹائے اور باپ کی کئی کمائی برائیوں کے بھینٹ چڑھادے۔ جناب
قارئیں! اس طرح کی حدیث جو امام بخاری اور اس کے استاد راوی اماموں نے گھڑی ہے
یہ سراسر خلاف قرآن ہے یہ حدیث اللہ پر بہتان ہے اور امت مسلمہ کو تباہ کرنے کے لئے
انہوں نے یہ علم ایجاد کیا ہے، آپ شاید یہ گمان کرتے ہونگے کہ یہ کوئی ایک حدیث ایسی آگئی
ہے بقایا علم حدیث ایسا نہیں ہوگا تو جناب والا لو اور بھی حدیث ملاحظہ فرمائیں عن ابی
ہریرة ان رسول الله ﷺ قال يقول اذا اراد عبدى ان يعمل سيئة فلاتكتبوها
عليه حتى يعملها، یہ حدیث بھی بخاری کے کتاب التوحید کے باب یریدون ان
یبدلوا کلام اللہ نمبر ۱۲۶۶ میں سے ہے اس حدیث کا نمبر ۲۳۴۸۔ اس میں کہا گیا ہے کہ رسول
اللہ نے فرمایا کہ اللہ کا فرمان ہے کہ جب کوئی میرا بندہ برائی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے
لئے فرشتوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا یہ ارادا اتنے تک نہ لکھو جتنے تک وہ گناہ نہ کرے۔ اب
اس حدیث کے مقابلہ میں آئیں قرآن کی طرف اسکی عدالت کیا تعلیم دیتی ہے فرمان ہے

کہ ولا تقف مالیس لك به علم ان السمع والبصر والفواد كل اولائك كان عنه
مسئولا (۱۷-۳۶) یعنی جن امور سے متعلق آپ علم نہیں رکھتے تو بغیر تفتیش اور تحقیق کے کوئی
کنفرم اور ٹھوس موقف بغیر علم کے قائم نہ کریں۔ ذرائع علم سے متعلق فرمان یہ ہے کہ کان
آنکھ اور دل ان کے بھی متعلق ان کی بھی جو ذمہ داریاں ہیں ان کے بارے میں بھی باز پرس
ہوگی۔اب اس آیت کریمہ میں آپ نے دیکھا کہ گناہ کے امور سننے پر بھی مسئولیت اور باز
پرس ہے، دیکھنے پر بھی جواب طلبی ہے اور دلوں میں گناہوں سے متعلق سوچنے پر بھی باز پرس
کی جائے گی، کیونکہ یہ کان، آنکھ اور دل ان کے کام تو ہر عمل کے لئے شروعاتی نکتہ کی حیثیت
رکھتے ہیں تو قرآن نے تو ابتدائی قدم اور مرحلہ کو بھی ممنوع قرار دیا کہ کسی کو آگے گناہ کے
ارتکاب تک جانے کی جسارت نہ ہو، جو اگر کسی نے ممنوع چیز سنی یا دیکھی یا سوچی تو اس سے
اتنے سے عمل کی بھی باز پرس کی جائے گی، اگر کوئی فرد یا افراد معاشرہ قرآن کی اس تعلیم اور
فلسفہ کے مطابق خود کو ڈھال لے گا تو یقین ہے کہ وہ آدمی اور معاشرہ گناہوں سے پاک
وصاف رہیگا، جناب قارئین! امام بخاری نے کتاب الایمان کے باب نمبر ۲۷-۲۸ میں
ایک یک حدیث لائی ہے حدیث نمبر ۳۶ ہے کہ عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال
من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه یعنی جو شخص ماہ رمضان میں
ایمان اور حساب سے عبادت کے لے قیام کریگا تو اس کے پہلے والے سارے گناہ معاف
کردئے جائینگے۔آگے حدیث نمبر ۳۷ ہے کہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من
صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ یعنی جو شخص رمضان کے روزے ایمان اور
احتساب کے ساتھ رکھے گا اس کے اگلے گناہ معاف کردئے جائینگے، جناب قارئین! یہ بات
تو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے روزی رکھنے کے بعد کہ معاف کیئے ہوئے گناہ انسان کے نامہ اعمال
سے مٹائے گئے ہونگے سواب ان حدیثوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے آئیں قرآن کی
طرف جس کا فرمان ہے کہ ووضع الكتاب فترى المجرمين مشفقين مما فيه
ويقولون ياويلتنا مال هذا الكتاب لايغادر صغيرة ولا كبيرة الا احصاها ووجد
واما عملوا حاضرا ولا يظلم ربك احدا (۱۸-۴۹) یعنی جس وقت نامہ اعمال سامنے



رکھا جائیگا اس وقت تو دیکھے گا مجرموں کو کہ وہ اس کے اندر ان کے کرتوتوں کی جزا سے ڈرتے
ہوئے کہینگے کہ ہمارے لئے تو ہلاکت ہوئی یہ کتاب نامہ اعمال کیسی تو ہے جو کسی چھوٹی بڑی
چیز کو اس میں چھوڑ ہی نہیں رہا ساری کی ساری ہماری خطاؤں کو یہ کتاب لپیٹی ہوئی ہے
ووجدوواماعملوا حاضرا یعنی جو کچھ بھی انہوں نے کیا کرایا ہوگا ان سب اعمال کو اس میں موجود
پائینگے۔ جناب قارئین! آپ نے ابھی حدیثوں میں تو پڑھا کہ اس کی زندگی میں رمضان کی
عبادت اس کے پہلے والے سارے گناہ معاف کرادیتی ہے، جناب قارئین! علم حدیث نے
لوگوں کو گناہوں کو بخشش کی آڑ میں مزید گناہ کرنے کی جو حوصلہ افزائی کرائی ہے ایسی سب
حدیثیں مسلم امت والوں کو مزید جرائم کرنے کی جرئت بڑھاتی ہیں، جبکہ قرآن کی تعلیم میں
جزا سزا اور حساب سے متعلق پڑھا جائے تو یہ حدیثیں سب جھوٹی ثابت ہوتی ہیں مثال کے
طور پر آپ بخاری کے کتاب المناسک کے باب نمبر ۹۶۴ کی حدیث نمبر ۱۴۲۴ پڑھیں
ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ سمعت النبی صلی ﷺ یقول من حج لله فلم يرفث
ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه، یعنی جس نے اللہ کے لئے حج کیا جس میں کوئی فحاشی یا
گناہ نہیں کیا تو وہ حج سے واپسی کے وقت اس طرح گناہوں سے پاک وصاف وخالی ہوگا
جس طرح جس وقت اس کو اس کی ماں نے جنا تھا اور اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں تھا، جناب
قارئین یہ سب حدیثیں قرآن سے کوئی جوڑ نہیں کھاتیں حج نام ہے جھگڑوں کے فیصلے کرانے
کا اور روزہ تو ایک قسم کا جرمانہ اور سزا ہے۔ جس کو قرآن نے وبال قرار دیا ہے (۵-۹۵)
پورے قرآن میں حج اور روزوں کو اس طرح پیش نہیں کیا گیا جس طرح کہ علم حدیث میں
آپ نے ابھی پڑھا اگر علم حدیث قرآن کی تفسیر کرتا ہے تو کم سے کم قرآن میں حج اور صوم
کے لئے آخرت میں قیامت میں بخشش کرانے کا کوئی تو ذکر ہونا چاہیے اگر یہ حدیثیں قرآن
کا تفسیر کرتی ہیں تو کونسے متن کا تفسیر کرتی ہیں وہ متن قرآن یہ لوگ کیوں نہیں ان حدیثوں
میں کے ساتھ لکھتے۔ تو روزوں اور حج کے ذریعے جو لوگوں کو ان کے گناہوں سے پاک
ہوجانے کی بات حدیثوں کے حوالہ سے کی جاتی ہے یہ تعلیم قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن تو
فرماتا ہے کہ الیوم تجزی کل نفس بما کسبت لاظلم الیوم ان اللہ سریع

الحساب (۱۷-۴۰) یعنی یوم حساب کے دن ہر شخص کو اس کے ان جملہ اعمال کا جو اس نے کئے ہونگے بدلہ دیا جائے گا کسی کے ساتھ کوئی ظلم نہیں ہوگا اللہ نہایت ہی تیز حساب کرنے والا ہے جب یہ بات ہے تو جن گناہوں کی روزوں اور حج نے بخشش کروادی ہے ان حدیثوں کے حوالوں سے تو ان کی استثنا تو اس آیت میں نہیں ہے بلکہ آیت کریمہ میں تو بما کسبت کے ساتھ بندہ کے سارے کرتوتوں کا احاطہ کیا ہوا ہے، کل نفس بما کسبت رھینة (۳۸-۷۴) ہر شخص اپنے کرتوتوں میں جکڑا ہوا ہوگا، لوگ قرآن کے ان قوانین اور اعلانات کے بعد پھر حدیثوں پر غور کرینگے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آیگا، امام بخاری اسی کتاب التوحید کے اندر باب کلام الرب مع جبریل نمبر ۱۲۶۴ کی حدیث نمبر ۲۳۳۵ میں لکھتا ہے کہ سمعت اباذر عن النبی ﷺ قال اتا نی جبریل فبشرنی انه من مات لایشرك بالله شیئا دخل الجنة قلت وان سرق ان زنیٰ قال وان سرق وان زنیٰ ، یعنی ابوذر نبی علیہ السلام سے روایت سنا رہا ہے کہ میرے پاس جبریل آیا اور مجھے خوشخبری سنائی کہ جو شخص اس حال میں مرگیا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنایا تو وہ جنت میں داخل ہوگا، میں نے کہا کہ اگرچہ اس نے چوری کی ہو، اگرچہ اس نے زنا کی ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں اگرچہ چوری کی ہو، اگرچہ زنا کی ہو پھر بھی وہ جنت میں جائیگا، جناب قارئیں! اب ہر کوئی اس علم حدیث پر غور کرے کہ کوئی بھی شخص اپنے بیٹے، بیٹی، بیوی، بھائی ،بہن کو اس حدیث والی جبریل کے حوالہ والی یہ حدیث کی چھوٹ اور خوشخبری یا بشارت سنا سکتا ہے یعنی زنا چوری کی پرمنٹ سنا سکتا ہے؟ جناب قارئیں! کیا اس قسم کی حدیثیں معاشرہ کو کرپٹ اور فاحش نہیں بنادینگی؟ کیا یہ علم اسکولوں کالجوں اور مدارس دینیہ میں پڑھنے والوں کو فحاشی کرنے پر نہیں اکسائے گا؟ ایسی حدیثوں سے انسانی سماج مسلم سماج زنا چوری کو جب جنت میں جانے سے رکاوٹ اور مانع نہیں سمجھے گا تو ایسی حدیثوں سے ایسے علم حدیث سے تو جو نتائج ظاہر ہونگے پیدا ہونگے اور جو کلچر اور سماج جڑیگا اور وجود پذیر ہوگا، وہ کس طرح کا ہوگا؟ قرآن نے جنت میں جانے کے لئے جو متقی بننا معیار قرار دیا ہوا ہے (۳-۱۵) (۳-۱۹۸) اور جنت میں جانے کے لئے اللہ اور رسول کی اطاعت کو لازمی قرار دیا



ہے (۴-۱۳) تو وہ تقوی اور اطاعت رسول، بخاری کی اس حدیث میں دی ہوئی زنا اور چوری کی پرمنٹ کا نام ہے؟ جناب قارئیں! اس مضمون میں لائی ہوئی حدیثوں کو آپ براہ راست بخاری کتاب میں اردو ترجمہ کا نسخہ دستیاب کر کے پڑھیں میں نے جو ان حدیثوں کا خلاصہ لکھا ہے اگر وہ مفہوم ان حدیثوں کا ثابت نہ ہو تو جو چور کی سزا وہ میری سزا۔ اگر یہی مفہوم ہے ان احادیث کا تو امت مسلمہ پر واجب ہے کہ ایسا علم پڑھنے پڑھانے والوں پر توہین رسالت ایکٹ اور توہین قرآن کا مقدمہ دائر کر کے ملکی عدالتوں سے انصاف طلب کیا جائے کہ وہ ان کی جعلی حدیثوں سے اسلام کے شان کو جناب رسول اللہ کے شان کو ایسی رسوا کرنے والی حدیثوں سے بچائیں، قرآن اور جناب رسول کے شان کا تقدس پائمال ہونے سے بچائیں، اور ان خلاف قرآن حدیثوں پر ان کو اقوال رسول اور فرمودات رسول کے جھوٹے تعارف اور نسبت پر بندش عائد کی جائے ان کی جھوٹی اور خلاف قرآن حدیث سازی کے کچھ اور مثال ہی ملاحظہ فرمائیں قرآن نے عورت اور مرد کو برابری کے ساتھ پیدا فرمایا (۴-۱) علم حدیث نے دوزخ میں اکثریت عورتوں کی لکھی ہے، قرآن نے عورتوں سے متعلق حکم دیا ہے کہ لایحل لکم ان ترثوا النساء کرھا (۴-۱۹) یعنی عورتوں پر جبر سے اپنی مالکی قائم نہ کرو، جبکہ علم حدیث میں کنواری عورتوں کے متعلق لکھا گیا ہے کہ نکاح کی قبولیت کے سوال کے وقت اگر وہ چپ رہیں اور اپنی رضامندی کا آواز کے ساتھ اقرار نہ کریں تو اسکی چپ کو رضامندی سے تعبیر کیا جائے، جبکہ قرآن میں ایسی چپ کو اللہ نکاح کیلئے درست قرار نہیں دیتا، اس حوالہ سے کہ قرآن نے نکاح کو میثاق غلیظ سے تعبیر فرمایا ہے (۴-۲۱) یعنی مضبوط اور سخت معاہدہ پھر میثاق غلیظ تو کیا، ہر قسم کے میثاق کیلئے اللہ نے حکم دیا ہوا ہے کہ واذاخذ الله میثاق الذین اوتوالکتاب لتبیننه للناس ولا تکتمونه (۳-۱۸۷) یعنی میثاق کو لوگوں کو کھول کر بیان بھی کرنا ہے اور اس کا کتمان بھی نہیں کرنا، یعنی چھپا کر میثاق کا اقرار کرنا اللہ کو قبول نہیں ہے۔ ان حدیث ساز امام مافیا والوں نے عورت پر اس طرح کے جبر کو جائز بنانے کیلئے یہ تاویل مشہور کی ہے کہ کنواری عورت شرم کی وجہ سے آواز سے قبولیت کا اظہار نہیں کر سکتی، اگر اس واہیات اور جھوٹے دلیل کو قبول کیا

جائیگا تو کنواری عورت اگر ہونے والے شوہر کو پسند نہ کرتی ہو اور اس سے نفرت کرتی ہو پھر ا
س نفرت کا اظہار جب کریگی تو ایسے وقت میں ان کے دلیل کے لحاظ سے نفرت کے اظہار
سے بھی شرمساری مانع ہوگی۔ اور نفرت کی وجہ سے عدم قبولیت والے سکوت اور قبولیت والے
سکوت میں فرق کس طرح کیا جائے گا، جبکہ ایسے وقت میں کبھی کبھی دلہن کا چہرہ کئی سارے
دوپٹوں میں چھپا ہوا بھی ہوتا ہے، امامی مذاہب والوں نے جو کنواری کے لئے شرمساری کا
ڈھکوسلہ ایجاد کیا ہے یہ دلہن کے لئے دودھاری خنجر ہے کیونکہ کنواری دلہن اگر مسلط کئے
جانے والے شوہر سے نفرت کی وجہ سے ایجاب وقبول کے وقت آواز سے علانیہ انکار کریگی تو
امامی مذاہب والے اسے بے شرم ہونے کا فتوی دینگے، اگر وہ نفرت کی بنیاد پر چپ سادھے
گی تو ایسی چپ کو اماموں کا فقہ اور علم حدیث رضامندی سے ہی تعبیر کرے گا محترم قارئیں
اس طرح کی خلاف قرآن حدیثیں اور فقہ بنانے والے سارے نام نہاد امام جھوٹے اور
قرآن دشمن ہیں، اس لئے کہ قرآن نے بتایا ہے کہ کنواری عورت باحیا عورت کنوارہ پن اور
باحیا ہونے کے باوجود نکاح کے وکیلوں اور شاہدوں سے تو کیا خود اجنبی آدمی سے گفتگو بھی کر
سکتی ہیں، حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیں فجائتہ احداھما تمشی علی استحیاء قالت ان ابی
یدعوك لیجزیك اجر ما سقیت لنا (۲۵۔۲۸) یعنی موسی علیہ السلام نے شہر مدین میں
وارد ہوتے وقت جن دو بہنوں کے چوپایوں کو کنویں سے پانی پلانے میں مدد کی تھی اور وہ
معمول والے وقت سے پہلے گھر پہنچ گئی تھی اور گھر جلد آ جانے کا قصدا اپنے والد سے بیان کیا
تو انکے والد شیخ کبیر نے ایک لڑکی کو موسی کے بلانے کے لئے بھیجا، اس کیلئے قرآن کہتا ہے
کہ وہ لڑکی بڑی باحیا بھی تھی اور اس نے موسی کو اپنے باپ کا پیغام دیکر گھر چلنے کے لئے بھی
کہا تو امام لوگوں نے کنواری لڑکیوں کے لئے حیا کی وجہ سے بات نہ کر سکنے کی حدیثی او فقہی
گھڑاوت کی ہے یہ ساری ان کی قرآن اور اسلام سے عداوت کی وجہ سے ہے، جبکہ کنوارہ پن
اور باشرم ہونا نکاح میں قبولیت اور عدم قبولیت کی بات چیت کے لئے مانع نہیں ہے۔ ویسے
بھی یہ علم حدیث اور علم فقہ کی یہ بات رسم ہے نکاح کے وقت جو شاہد لوگ دلہن سے پوچھنے
جاتے ہیں کہ فلاں ولد فلاں آپ کو نکاح میں اتنے مہر کے ساتھ قبول ہے؟ یہ تو آجکل کا رسم



ورواج ہے اصل میں دین کی تقاضا یہ ہے کہ دلہن سے مجلس نکاح اور وقت نکاح سے پہلے
ہونے والے شوہر کے متعلق اس کی رضامندی معلوم کی جائے یعنی نکاح اور شادی کی مجلس
اور نوبت سے پہلے رضامندی، بعد میں بقیہ رسومات ہوں اور اصل دین اس مسئلہ میں یہ بھی
ہے کہ عورت کو قرآن کے حوالہ سے یہ بھی سمجھایا جائے کہ آپ کو اپنے شریک حیات کے
انتخاب اور پسند کا آزادانہ حق ہے اس معاملے میں ہم صرف آپ کے معاون ہیں (۱۹۔۴)
جناب قارئیں! آپ نے دیکھا کہ قرآن نے صدیوں سے مشہور کردہ ان کی حدیثوں والے
جھوٹ کہ باکرہ کنواری عورت کا چپ کرنا سکوت کرنا یہ اس کی رضا ہے، اس جھوٹ کا پول
قرآن نے کس طرح کھول دیا کہ نکاح ایک میثاق ہے اور میثاق کے لئے کھلا بیان ضروری
ہے اس وقت چپ اور سکوت کو کتمان کہا جائیگا جس کی اجازت نہیں ہے (۱۸۷۔۳) یہی
سبب ہے جو صدیوں سے مسائل حیات کی فتوائیں قرآن کے بجاء علم روایات اور علم فقہ سے
دی جاتی ہیں جبکہ ان امامی فرقوں کی طرف سے مسائل قرآن سے معلوم کرنے پر کرفیو لاگو
ہے۔ ان مولویوں کا کہنا یہ ہے کہ قرآن کو ہر آدمی نہیں سمجھ سکتا اس لئے قرآن کو جو امام لوگ
سمجھ گئے ہیں ہمیں اب صرف ان اماموں کی اتباع کرنی ہے مولویوں کی اس بات سے تو گویا
اللہ کا یہ اعلان جھوٹا ہوگیا کہ ولقد یسرنا القرآن لیذکر فھل من مدکر (۱۷۔۵۴) یعنی
ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان بنایا ہے آئی کوئی شخص جو اس سے سمجھ اور قوانین سیکھے۔

انقلابات عالم کی تاریخ کا مطالعہ رکھنے والے لوگ اس حقیقت کو بخوبی جانتے ہیں کہ انقلابی تحریکوں اور تنظیموں کو ناکام بنانے کے لئے سامراج اور عالمی استحصالی مافیا والے مترفین، کس طرح تو اپنے مخالف انقلابیوں کے کیمپوں میں ان کے ہر شعبہ میں اپنے گماشتے فٹ کرتے ہیں وہ شعبے خواہ جنگی محکموں سے تعلق رکھتے ہوں یا انقلاب کے علمی نصاب تعلیم سے ان کا تعلق ہو۔ یہ حقیقت بھی عالم آشکار ہے کہ ہر دور میں جب جب دنیا کے لٹیرے حکمرانوں نے رعیت کے عوام کے لوگوں کو بے بس بنا کر ان کی محنتوں کا استحصال کیا، اور ایسی لوٹ کھسوٹ کو علم اور قوانین کی چھتری بھی عطا کی پھر اسے علم اور فلسفہ کا نام دیا، تو انکے مقابلہ میں ہر دور میں اللہ نے بھی مظلوم لٹے ہوئے لوگوں کو ان ظالموں کے جبر اور استحصال سے بچانے کے لئے اپنی طرف سے جو انبیا اور رسول بھیجے ان کو بھی اپنی طرف سے علم وحی کا جو نصاب تعلیم دیا اس علم میں باقاعدہ انسانوں کی آزادی اور ان کی محنتوں کمائیوں کا مکمل تحفظ ہوتا تھا، دیکھیں کہ جب غلام ساز جاگیرداریت اور بادشاہت کے سمبال فرعون نے ان کی غلام بنائی ہوئی قوم کو آزادی دلانے والے رسول جناب موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ الم نربك فينا وليدا ولبثت فينا من عمرك سنين وفعلت فعلتك التي فعلت وانت من الكافرين (۱۸۔۱۹۔۲۶) یعنی کیا ہم نے اپنی شاہی محلاتوں میں آپ کو بچپنے سے لیکر پالا پوسا نہیں تھا؟ اور تم ہمارے ہاں اپنی عمر کے کئی سال رہے پھر تم نے کارستانیاں کی وہ بھی سامنے ہیں اس لئے تم کافر ہو۔ جناب قارئیں! آپ نے قرآن کے اس اطلاع پر غور فرمایا کہ کس طرح لٹیروں کا سرغنہ فرعون غلام ساز بادشاہ ایک انقلابی رسول اور آزادی کا مطالبہ کرنے والے کو کفر کی فتوی دیکر خود کو جیسے کہ مؤمن کہہ رہا ہے۔ تو جواب میں جناب موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا کہ تلك نعمة تمنها علی ان عبدت بنی اسرائیل (۲۲۔۲۶) یعنی کیا تم میری نعمتوں والی پرورش کے بدلے میں میری قوم بنی اسرائیل کو غلام بنا کر رکھنا چاہتا ہے؟ یعنی دنیا کے غلام ساز بادشاہوں کی یہ ریت رہی ہے کہ غلاموں کے کچھ لوگوں کو خاص خاص رعایتیں دیکر پھر انہیں کے ہاتھوں ان کی قوم کو غلام بنا کر رکھتے ہیں بہرحال جناب



موسیٰ اور محمد علیہما السلام کی زبانی بھی قرآن نے جملہ انقلابی رسولوں کے منشور کا ایک اہم اعلان بتایا کہ تخلیق کائنات حقہ میں یہ دستور ہوگا کہ ولتجزی کل نفس بما کسبت وھم لا یظلمون (۲۲۔۴۵) یعنی ہر متنفس اور ذی روح کا یہ حق ہے کہ اسے اس کے کئے اور کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے اور ان کے ساتھ کوئی بھی ظلم زیادتی نہ کی جائے۔ جناب قارئیں! دنیا کے لٹیروں کو علم وحی کے اس منشوری فلسفہ سے اختلاف رہا ہے اور اس کے رد میں جو علوم انہوں نے ایجاد کرائے ہیں اور اس علم کے جو دانشور، انبیاء علیہم السلام کے انقلابات کو سبوتاژ کرنے کے لئے میدان علم میں لائے ہیں، اس کا تفصیل بالخصوص قرآن کے انقلابی اعلانات یعنی غلام سازی پر بندش (۶۷۔۸) معاشی مساوات (۱۰۔۴۱) عورتوں کی سماجی معاشی برابری (4/1) نکاح کے لئے بلوغت کا شرط (4/6)(4/19) کمائی اور آمدنی کے لئے محنت کا شرط (۳۹۔۵۳) مطلب کہ قرآن کے ایسے جملہ قوانین کو توڑنے کے لئے خود جناب رسول اللہ کی طرف رد قرآن میں ایسی باتیں منسوب کر کے انہیں احادیث رسول کے نام سے میدان میں لایا گیا، اور بڑی حرفت سے امت مسلمہ کے مذہبی درسگاہوں میں اس علم حدیث اور اس سے استنباط کیا ہوا علم فقہ ایجاد کر کے ان کے راویوں اور فقہی جزئیات کا استخراج کرنے والوں کو امامت کے القاب دیکر میدان میں لایا گیا اور مذہبی مدارس سے قرآن کو خارج از نصاب کر دیا گیا اور تفسیر قرآن کو بھی ان کی روایات کا قیدی بنا دیا اور جو اللہ عزوجل نے اعلان کیا تھا کہ ولقد صرفناہ بینھم لیذکروا فابی اکثر الناس الا کفورا (۵۰۔۲۵) یعنی ہم نے تو فہم قرآن کے لئے لوگوں کے درمیان تذکیر اور مذاکرہ کے لئے تصریف آیات کا اسلوب اختیار کیا، لیکن ان لوگوں کی اکثریت نے اس انداز کا انکار کرتے ہوئے ہمارے بتائے ہوئے طریقہ سے کفر کیا، انکار کیا، جناب قارئیں! میں اپنے اس مضمون کی تمہید کو یہاں ختم کر کے اصل بات کی طرف آتا ہوں کہ انقلاب دشمن عالمی مترفین نے ہر دور میں علم وحی کے خلاف جو علمی حربے اختیار کئے اور علم قرآن کے مقابلہ میں اور رد میں جن علوم اور شخصیتوں کو میدان میں لایا گیا ہے ان میں کا ایک بڑا مشہور نام کتاب صحیح بخاری کے مرتب، امام بخاری کا ہے جس کو امامت کا لقب علم حدیث

کی تدوین و ترتیب کے کارنامہ پر دیا ہوا ہے یہاں میں اس کی کتاب بخاری کے اندر جو
انہوں نے کتاب التفسیر لکھی ہے، اس کے حوالہ سے امام بخاری کی اندر کی سوچ اور ذہنیت
جس کو اس نے اپنے اوپر بے قابو ہوکر ظاہر کیا ہے، قارئیں کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں،
جسے پڑھنے کے بعد ہر کوئی غور وفکر سے کام لے اور فیصلہ دے کہ ایسی ذہنیت والا آدمی خود
کون اور کیا ہوسکتا ہے!!!

جناب عالی! یہ بات میں آپ کی خدمت میں قرآن حکیم کی سورتوں کے ناموں کے حوالہ سے
عرض کرنا چاہتا ہوں۔ سو پہلے یہ بھی آپ کی خدمت میں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ
قرآن حکیم کی جو جملہ ایک سو چودہ سورتیں ہیں ان کے نام اللہ نے اپنے رسول کو خود سمجھائے
اور بتائے ہوئے ہیں، میری اس دعوی کا ثبوت سورت قیامت کی آیت نمبر ۱۷ سترہ سے ایک
تک ہے یہاں ایات سترہ، اٹھارہ، انیس میں اللہ نے تین چیزوں کی ذمہ داری اور رہنمائی
اپنے اوپر لی ہے، ایک قرآن کو جمع کرنا، دوسری اس کی پڑھائی، تیسری اس کی بیان یعنی
تفسیر۔ میں یہاں صرف پہلی چیز اللہ کی جمع کرنے کی ذمہ داری سے متعلق عرض کرتا ہوں کہ
میری اس عرضداشت کا خلاصہ یہ ہے کہ جمع قرآن کا جو ذمہ اللہ نے اپنے اوپر لیا ہوا ہے اس
جمع کرنے میں یعنی ایک سو چودہ سورتوں کو جمع کرنے میں دو چیزوں کا لازمی طور پر از خود ان کا
آجانا لازمی اور ضروری ہے، ایک ان جملہ سورتوں کے نام، دوسرا ان کی آپس میں یکے بعد
دوسری ترتیب، یہاں لفظ جمع کے مفہوم کے حوالہ سے عرض کروں کہ، ایک جمع کرنا ہوتا ہے
مثال کے طور پر روپیوں پیسوں کا، ایک ہوتا ہے، مثال کے طور پر گائے بکریوں گھوڑوں
گدھوں بھینسوں کا، ایک ہوتا ہے کپڑوں کا مطلب کہ دنیا میں کئی ساری چیزوں کا جمع کرنا
ہوتا ہے ان سب کے اندر کئی اقسام ایسے ہیں جن کے جمع کرنے میں ترتیب سے جمع کرنا
لازمی ہوتی ہے اور کئی چیزوں کے جمع کرنے میں ترتیب کے بغیر بھی جمع کیا جاسکتا ہے اب
جن چیزوں کے جمع کرنے میں ترتیب لازمی ہوتی ہے مثال کے طور پر کسی مشین کے کئی
سارے پرزے ہوتے ہیں اور ہر پرزہ کا اپنا اپنا جدا نام اور کام ہوتا ہے، اب جس وقت کوئی
مشین اور مشن جوڑی جائیگی تو لازم ہوگا کہ مشین کے پرزوں کو ان کی افادیت والے ناموں



کے ساتھ ایک خاص ترتیب سے جوڑا جائے گا اور فٹ کیا جائے گا، مثال کے طور پر گاڑی
کے پیے موٹر کے چھت پر فٹ نہیں کئے جائینگے، گاڑی کا ہینڈل پیچھے کی طرف یا سائیڈوں کی
طرف سیٹ کرنے کے بجاء سامنے کی طرف فٹ کیا جائے گا، اس طرح پیٹرول کی ٹانکی سے
جو پائیپ کی نلی ریگیولیٹر کی طرف جاکر پھر مشین کے دوسرے پرزوں کو تیل سپلاء کرتی ہے
اس نلی کو ٹانکی سے نکالکر ٹائروں سے نہیں جوڑا جائیگا، یعنی ہر پرزہ اپنی افادیت کے حوالوں
سے ایک خاص ترتیب سے جوڑا جائیگا خاص خاص مقام پر رکھا جائیگا، تو کتاب قرآن حکیم جو
کہ کائنات بھر کے انسانوں کے مسائل کو حل کرنے والی منشوری اور مشنری تعلیم پر مشتمل ہے،
جس کی ایک سو چودہ سورتوں اور ہزاروں ایات یہ سب وہ پرزے ہیں جن کے اپنے اپنے
نام ہیں اور افادیت کے حوالہ سے اسے ایک ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہوا ہے۔ میں یہاں
قرآن کے لفظ جمع کے اندر اس کے مجموعہ کے اجزاء ناموں اور ترتیب کو ثابت کرنے کے لئے
عرض کر رہا ہوں، مثال کے طور پر اسی سورت قیامت کی ایت نمبر تین میں رب پاک نے
فرمایا کہ ایحسب الانسان الن نجمع عظامہ (۳-۵-۷) یعنی انسان اخرت کے جہان
میں نشات ثانیہ کا انکار کر رہا ہے کہ ہم انسان کو دوسرا جنم دینے کے لئے کیسے ان کی ہڈیوں کو
جمع کرسکینگے۔ یہاں آیت میں جو لفظ جمع لایا گیا ہے اس کے اندر بھی انسانی ہڈیوں کے نام
اور انکی ترتیب ہے، نام تو سب لوگ جانتے ہیں کہ، انگلیوں کی ہڈییں بازوں کی ہڈییں، سر کی
کی ہڈییں، بدن کے پنجرے کی ہڈییں، ٹانگوں کی ہڈییں، سب کے اپنے اپنے جدا نام ہیں،
پھر جو اللہ نے فرمایا کہ ہم ان کو جمع کرینگے تو یہ قیامت میں ان کو جمع کرنا لازمی طور پر انکے
ناموں سے ایک خاص ترتیب سے ہوگا، ایسے نہیں ہوگا کہ بازو کی ہڈیاں پاؤں کی جگھ فٹ کی
جائیں اور پاؤں کی ہڈیاں سر پر اور سر کی ہڈیاں پاؤں کی جگہ، تو اس حقیقت کو بھی اچھی طرح
سمجھا جائے کہ قرآن بھی کائنات کی رہنمائی کا وہ لٹریچر ہے جو ہر کمپنی اپنی ایجاد کردہ مشینری
کے ساتھ اس کی افادیت اور درست استعمال کی رہنمائی کے لئے صارفین کو شائع کرکے
پہنچاتی ہے۔ تو اس قرآن کے لئے جو اس کے موجد اور خالق نے فرمایا کہ ان علینا جمعہ یعنی
اس کتاب کا جمع کرنا ہماری ذمہ داری ہے تو اس جمع کرنے کے عمل میں کتاب کی جملہ سورتوں

کے نام پھران کی ترتیب لازمی ہے، کیونکہ کتاب کی جمع ،کوئی بکریوں کو کسی ریوڑ میں جمع کرنے کی معنی میں نہیں ہوتی ،اور یہ کتاب قرآن بھی عزیز اللہ بوہیو جیسے نتھو خیرے کا نہیں ہے قرآن تو اللہ علیم خبیر اور حکیم کی کتاب ہے سو اس کی ایک سو چودہ سورتوں کے اگر نام نہ ہوں تو پھر جمع اور ترتیب کیسی؟ مطلب کہ اللہ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ لا تحرك به لسانك یعنی اتنے بڑے جمع قرآن کے کرنامہ میں آپ اپنی زبان بھی نہ ہلائیں آپ یہ جلدی نہ کریں یہ کام میں خود اپنی رہنمائی میں آپ کے ہاتھوں سرانجام کرار ہا ہوں، جناب قارئین میری اس مختصر گذارش کا خلاصہ یہ ہے یہ کہ اللہ نے اپنے رسول کو سورتوں کے نام رکھکر پھران کی ترتیب کے ساتھ جمع کرنے کی رہنمائی خود دی ہوئی تھی جو سورت قیامت کے آیت سترہ سے اس کا ثبوت موجود ہے۔ اب قرآن حکیم کی جو سورت نمبر ۴۷ ہے اس کا نام اللہ کی رہنمائی میں ''محمد'' تجویز کیا ہوا ہے جو اللہ کی مہربانی سے سارے پبلشروں کے نسخوں میں اسی سورت کا یہی نام ہے لیکن امام بخاری نے اپنی کتاب کے کتاب التفسیر میں اس سورت کے شروع والے جملہ کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس سورت کا نام ''محمد'' کے بجاء الذین کفروا۔ رکھا ہے!!! جناب قارئین! امام بخاری کون ہوتے ہیں جو قرآن کی سورت کا نام تبدیل کریں ،اور اللہ کے تجویز کردہ محمد نام کو قبول نہ کریں۔ اور جناب محمد سلام علیہ کے اسم گرامی کی جگہ قرآن کی متن اور عبارت کا وہ جملہ لے آئیں جس میں کافروں کا تعارف کرایا جارہا ہو۔ ہمارا سوال ہے کہ اس امام بخاری کو اللہ کا تجویز کردہ نام ''محمد'' کیوں قبول نہیں ہے اور اس عظیم نام کی جگہ اس نے اپنی پسند کا جملہ قرآن سے کفار کے تعارف والا جس کی معنی بنتی ہے، جن لوگوں نے کفر کیا، اس نام اور معنی کو ''محمد'' نام کے متبادل کیوں لایا، یہ کیا بخاری اس طرح تبرا نہیں کررہا ہے؟ میری فریاد ہے، یہ میری ایف آئی آر ہے امت محمد یہ کے ان غیرت مند مؤمنوں کی خدمت میں ،امت مسلمہ کے غیور وارثوں کی خدمت میں اور پاکستان کی عدالتوں کے پاس میری یہ فریاد ہے کہ توہین رسالت کا جو ایکٹ اور آرڈیننس ہے اس کی روشنی میں بخاری کتاب پڑھنے پڑھانے والوں شائع کرنے والوں پر مقدمہ چلایا جائے کہ ایسے لوگ جناب ''محمد'' علیہ السلام کے اسم گرامی کی جگہ، وہ لوگ جو کافر ہوئے ،الذین کفروا



قرآن کا ادھورا اکٹھا ہوا نا تمام جملہ کیوں استعمال کر رہے ہیں، یہ سورت کا نام تبدیل کرنا جناب محمد علیہ السلام پر امام بخاری کی تبرا ہے، گالی ہے اور امام بخاری کی اس کتاب کو پڑھنے پڑھانے والوں اور درست سمجھنے والوں سب کی یہ تبرا ہے، جناب رسول کی شخصیت پر، جناب قارئین! اس امام بخاری نے اپنی اس تبرائی ذہنیت کو غلاف دینے کے لئے اپنی نام نہاد کتاب التفسیر میں آگے کئی ساری سورتوں کے اصل نام چھوڑ کر انکے شروع والے جملوں کو ان کے ناموں کے عوض متعارف کرایا ہے۔ جیسے سورۃ فاطر کا نام لائکہ لکھا ہے جو کہ سورت کا شروع والا لفظ بھی نہیں ہے۔ اور سورت التحریم کا نام بدل کر المتحرم نام لکھا ہے جو ایسا لفظ پوری سورت میں بھی نہیں ہے لیکن ایسے غیر قرآنی نام سے امام بخاری جناب رسول پر گویا المتحرم کہنے سے الزام لگا رہا ہے کہ نبی نے حرام چیز کا ارتکاب کیا ہے، جبکہ قرآن حکیم کے الفاظ لم تحرم کے خطاب میں معنی کا ایک پہلو یہ بھی ہے اے نبی آپ کیونکہ کر اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرینگے، آپ جس مرتبہ پر فائز ہیں تو لوگ آپ کی اتباع میں کہیں اتنا نہ غلو کر بیٹھیں جو آپ کی کسی چیز کے لئے طبعی ناپسندیدگی کو وہ لوگ ایسی چیز کو فی ذاتہ حرام قرار دے بیٹھیں، اس لئے اس کا آسان حل یہ ہے کہ آپ قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرکے حلال چیز کو اپنے لئے اور عام انسانوں کے لئے کھلا رہنے دیں تو جناب قارئین! امام بخاری کے اس سورت کے لئے تجویز کردہ نام یعنی المتحرم میں وہ گنجائش نہیں نکلتی جو آیت نمبر دو میں اللہ نے اپنے رسول کو قسم کا کفارہ ادا کرکے رجوع کرنے کی تعلیم دی ہے، مطلب کہ امام بخاری نے جو سورت کا نام المتحرم رکھا ہے اس میں جناب رسول پر الزام ہے کہ المتحرم حرام بنانے والا اسم فاعل کے معنوں میں چپٹ جاتا ہے، جو تحریم اور لم تحرم والی معنوں میں واپس نکلنے کی راہ ہے، جس پر یقین سے جناب رسول نے عمل بھی کیا ہے سو وہ بات لفظ المتحرم میں نہیں ہے۔ جناب قارئین! امام بخاری نے اپنی کتاب التفسیر میں قرآن کے ساتھ نہایت ہی غلیظ قسم کی گستاخیاں کی ہیں، میں اگر بخاری کے صرف اس حصہ کتاب التفسیر پر لکھوں تو بخاری کی قرآن دشمنی کے سارے مثال پڑھنے والوں کے سامنے آجائیں، اب اس بظاہر چھوٹی سی بات کو لوگ اہمیت دیں یا نہیں لیکن حقیقت میں یہ بڑی باتیں ہیں جو بخاری قرآن حکیم کی

سورتوں کے خدائی نام مٹا کر اپنے نام دیئے جا رہا ہے، جیسے کہ کوئی اس سے پوچھنے والا ہی
نہیں، یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ نام اور اسم کی معنی یہ ہوتی ہے کہ وہ نشانی اور علامت جس
سے مسمی اس علامت اور نشان سے متعارف ہوتا ہو، بالخصوص اہل علم لوگ اپنی اولاد کے
ناموں کو تجویز کرتے وقت ناموں کی معنویت کا بڑا خیال رکھتے ہیں ان کی خواہش ہوتی ہے
کہ اچھی معنی والے نام کی اچھائی ان کے اولاد میں آجائے خود قرآن نے بھی تعلیم دی ہے
کہ ایمان لانے کے بعد بری نام رکھنے سے پرہیز کرو، اگر انسانوں کے سوا دوسری چیزوں
کے ناموں کا سوال ہو تو وہاں بھی نام ایسا تجویز کیا جاتا ہے جس سے وہ موضوع اور قصہ زیادہ
متعارف ہوتا ہو، لیکن امام بخاری نے جو قرآنی سورتوں کو نہایت ہی غیر اہم اور ایسا ویسا
کتاب بنادیا ہے مثال کے طور پر امام بخاری نے اپنی کتاب التفسیر میں سورۃ الفیل کا خدائی
نام بدل کر اپنا جڑتو نام اسکی جگہ پر "الم تر" رکھا ہے، سو غور کیا جائے کہ نام تو ایسا ہونا چاہیے جو
اپنے مسمی کا تعارف تو اچھے طریقہ سے کراتا ہو، جو کہ اس سورت کے خدائی نام الفیل میں تو یہ
خصوصیت اعلی درجہ پر ہے لیکن جو نام امام بخاری نے خود گھڑا ہے "الم تر" یہ بہانہ بنایا ہے کہ
سورت کے شروع کے الفاظ میں سے لیا ہے یہ تو ایسا پھس پھسا دلیل ہے جیسے کہ ان کے قبیلہ
والوں کی غیر خدائی تقسیم سے قرآن کو جو تیس پاروں میں مشہور کیا ہوا ہے وہاں ان کے نام وہ
رکھے ہیں جو انکے شروع میں الفاظ تھے وہی ان کے نام قرار دیئے گئے ہیں جبکہ کسی لفظ کے
شروع میں آنے سے اسے نام قرار دینا یہ کوئی معنویت والی دلیل نہیں ہے، اب اس لفظ "الم
تر" پر ہی غور فرمائیں کہ یہ نامکمل جملہ "الم تر" پورے قرآن میں اکتیس بار مختلف سیاق سباق
میں استعمال ہوا ہے، مطلب کہ اس طرح سے اس لفظ کی وہ خصوصیت جو نام رکھنے کے لئے
مقصود اور مطلوب ہوتی ہے وہ تو نہیں ہوئی، اس طرح کی امام بخاری کی کئی ساری تخلیقات
ہیں جو ساری کی ساری اس کی اندر کی قرآن دشمنی پر دلالت کرتی ہیں اور قرآن کو غیر اہم
بنانے کے مقصد سے اس نے لکھی ہیں جیسے سورت الفیل کا نام "الم تر" تجویز کرنا، لیکن جناب
قارئین! توجہ فرمائیں میں امام بخاری کے اندر کا آپ کو تعارف کراؤں کہ وہ کون ہیں اور کس
نظریہ کے امام ہیں اور میرے اس انکشاف کے بعد آپ لوگ سمجھ سکینگے کہ دو تین سال پہلے



جو برطانیہ کی وزارت خارجہ نے پاکستان کے مدارس عربیہ کے وفاق المدارس تنظیم کے عہدہ
داروں کو سرکاری خرچہ پر لندن مدعو کیا تھا اور وہاں جوان علماء کرام نے میزبانوں سے فکری
قرابت کی تقریریں فرمائی تھیں جو یہاں کی اخبار جنگ میں بھی انکی اجمالی رپورٹ شایع ہوئی
تھی واقعی امام بخاری کی قلمی کاوشوں نے مسلم امت کے ذہنوں پر ڈاکے مارے ہیں، جناب
قارئین! میں اب آپ کو زحمت دیتا ہوں امام بخاری نے اپنے کتاب التفسیر میں قرآن حکیم
کی سورت المنافقون کے نام کو کن الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے لکھتے ہیں، "قوله اذا جاءك
المنافقون" جناب قارئین قرآنی نام سورت کا صرف المنافقون ہے، لیکن امام بخاری کو
منافقوں کو منافق کہنا، بڑا دلی صدمہ ہوتا ہے، درد ہوتا ہے، تکلیف ہوتی ہے، قرآن، جن
لوگوں کو منافق قرار دیا ہے ان کے لئے امام بخاری اپنی کتاب التفسیر میں لکھتا ہے قوله اذا
جاءك المنافقون یعنی بقول اللہ کے، جب آئیں تیرے پاس منافق لوگ، دیکھا جائے کہ
امام بخاری صاحب قرآن کے جملہ اذا جاءك المنافقون کو اپنا نہیں رہا، یہاں سورت کے
شروع والے الفاظ جس کو امام صاحب اور اس کے ہمنوا، نام کیلئے تجویز کرتے ہیں، امام
صاحب نے اپنے اس قانون کو بھی الوداع کردی، یعنی اس شروع والے جملہ میں امام بخاری
کے من پسند لوگوں کو جو اللہ نے منافقون کے نام سے تعبیر فرمایا اور تعارف کرایا جیسے امام
بخاری کے سر پر دل پر کوئی پتھر آن گرا ہے، تو امام صاحب نے اس پتھر کو ہٹایا اور اپنے اندر کی
تقیہ کے غلاف میں لپٹی ہوئی تصویر کو آخر کار کھولنا ہی پڑا اور لکھا کہ قوله اذا جاءك
المنافقون، یعنی یہ اللہ کا قول ہے منافقون کو منافق کہنا، امام بخاری کا اپنا نہیں ہے، جیسے کہ یہ
امام صاحب منافقوں کو منافق نہیں تسلیم کر رہا، ویسے منافقین کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ
یحذر المنافقون ان تنزل علیهم سورة تنبئهم بمافی قلوبهم قل استهزؤا ان الله
مخرج ماتحذرون (۶۴-۹) یعنی منافق لوگ ڈرتے ہیں کہ آپ رسول علیہ سلام پر کوئی
ایسی سورت نہ نازل ہوجائے جو ان کے دلوں کے اندر کی باتیں نہ آپ کو سنادی
جائیں۔ سوائے رسول! آپ انکو کہہ دیں کہ تم لوگ مذاقیں کرتے جاؤ، لیکن ایک وقت ضرور
ایسا آئے گا جو اللہ تمہاری ان سوچوں کو نکال کر ظاہر کریگا جن کے ظاہر کرنے سے تم ڈر رہے

ہو، جناب قارئین! آپ کتاب بخاری کھول کراس کا یہ باب کتاب التفسیر سورت منافقون
سے متعلق کھول کر پڑھیں، اس باب میں امام بخاری نے کل آٹھ حدیثیں لائی ہیں جن میں کا
تھوڑے سے فرق سے ایک ہی مقصد ہے، پہلی پانچ حدیثوں میں ہے کہ لڑائی پر گئے ہوئے
لوگوں میں سے زید بن ارقم صحابی نے منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا
کہ لاتنفقوا علی من عند رسول اللہ یعنی جو لوگ رسول کے ساتھ ہیں ان کو خرچہ اور
اخراجات کے لئے کوئی مدد نہ کرو اور لئن رجعنا الی المدینہ لیخرجن الاعزمنها
الاذل یعنی جب ہم مدینہ واپس چلینگے تو ہم معزز لوگ ان کو ذلیل کر کے نکالدینگے، یہ بات
زید بن ارقم نے اپنے چچا کو بتائی اس نے رسول اللہ کو بتائی، رسول اللہ نے منافقون کے
سردار کو بلا کر اس سے پوچھا کہ کیا آپ نے ایسے کہا ہے تو اس نے جواب میں حلفا کہا کہ میں
نے ایسے نہیں بولا پھر رسول نے اپنے صحابی زید بن ارقم کی بات کو جھوٹ قرار دے کر
منافقوں کے سردار کو صحیح قرار دیا، اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک جنگ میں مہاجروں میں
سے کسی نے ایک انصاری صحابی کو قتل کیا پھر مہاجر، مہاجروں کو بلانے لگے اور انصار،
انصاروں کو بلانے لگے، اور ابن ابی منافق نے جو سنا تو اس نے کہا کہ ان مہاجروں کو ضرور
مارو اور جب ہم مدینہ واپس چلے تو وہاں عزت والا ذلت والے کو نکال کر باہر کریگا، جب یہ
بات اس منافق کی جناب رسول کو سنائی گئی تو وہاں عمر بیٹھے تھے اس نے سن کر کہا کہ مجھے
اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں تو عمر سے رسول اللہ نے کہا کہ چھوڑ دو
کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرادیتا ہے جناب قارئین! امام بخاری نے ایسی
دو حدیثیں لائی ہیں جن میں منافقوں کے سردار ابن ابی کو قتل کرنے سے عمر کو روکا ہے کہ لوگ
کہیں یہ نہ کہیں کہ رسول اپنے اصحاب کو قتل کرادیتا ہے۔ محترم قارئین! غور سے یہ حدیثیں
پڑھیں پھر پورا قرآن بار بار کھول کر پڑھیں قرآن نے کہیں بھی منافقین کو مؤمن اور اصحابی
تسلیم نہیں کیا اور انقلاب نبوی کا ساتھی اور ممبر تسلیم نہیں کیا اور قرآن کے مطابق منافق لوگ
لڑائیوں میں کبھی بھی رسول کے ساتھ نہیں گئے۔ جبکہ وہ ایسے وقتوں میں جھوٹے عذر اور
بہانے بنا کر چھٹیاں لے لیتے تھے یہ جو حدیثیں بنائی گئی ہیں کہ لڑائیوں میں منافقوں کا سرغنہ



میں خلل ڈالنے والوں کی ہیرا پھیریوں اور حیلہ بازیوں سے عوام الناس کو آگاہی دیکر
جائیں۔
جناب قارئین! تفہیم قرآن میں روڑے ڈالنے کے لئے قرآن کی آیات کو ان کے بیچ میں
گول دائرے جو کہ آیت کے اختتام کی نشانی اور علامت بتائے گئے ہیں وہ زیادہ تعداد
میں بیچ بیچ میں لگا کر ایات کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہیں، اور دوسرے نمبر پر شروع سورتوں میں
جو حروف بطور ترخیم اور مخففات کے لائے گئے ہیں ان کو مقطعات کا نام دینا یہ بھی تفہیم قرآن
میں خلل ڈالنے کی کوشش ہے، تیسرے نمبر پر سورتوں کو رکوع کے ناموں سے حصص میں بانٹنا
یہ بھی ایات کو ٹکڑے کرنے کی ہیرا پھیری کو چھپانے کی سازش کے لئے رکوع کے حصص کی
ایجاد کی گئی ہے نیز سورتوں کے معانی ومفہوم میں بھی لفظ رکوع کی اصطلاح سے دخل اندازی
ہوتی ہے چوتھے نمبر پر پورے قرآن کے لئے یہ قرار دینا کہ یہ تیس پاروں پر مشتمل ہے یہ بھی
کم سے کم اس سورتوں کے ربط میں خلل ڈالنے کی کوشش ہے جو سورتیں دو تین پاروں کو محیط
ہیں، نیز سورت فاتحہ کو قرآن سے الگ کرنے کی بھی سازش ہے جو لوگ تشویش میں پڑ
جاتے ہیں کہ جب کل قرآن تیس پاروں پر مشتمل ہے اس سے تو پھر سورۃ فاتحہ قرآن سے
خارج ہوگئی، پانچویں نمبر پر سورتوں کی تقسیم مکی اور مدنی کے عبداللہ بن ابی رسول اللہ کے ساتھ
تھا یہ سب جھوٹ ہے یہ حدیث سازوں کی اپنی کاریگری ہے، قرآن نے تو شروع میں ہی
اعلان کر دیا ہے ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وماھم بمؤمنین
(۲_۸) یعنی لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو بڑی دعوائیں کرتے ہیں کہ ہم نے اللہ اور آخرت
پر ایمان لایا ہے لیکن یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں یہ مؤمن نہیں ہیں۔ میں قارئین کرام کو زحمت
دیتا ہوں کہ منافقین کو سمجھنے کے لئے بجاء علم روایات کے قرآن کو پڑھیں قرآن منافقین کے
لئے جنگوں میں انکے شریک ہونے کے لئے بتاتا ہے کہ لوکان عرضا قریبا و سفر
اقاصدا لا تبعوک ولکن بعدت علیھم الشقه یعنی یہ منافق لوگ ایسی جنگ میں آپ
کے ساتھ شریک ہونا چاہتے ہیں جس میں مالی فائدہ جلد ملنے والا ہو اور سفر کی مشقت بھی

قرآن کے حوالوں سے دیکھ لیا کہ منافقوں کو جنگ میں شریک کرنا نہ اللہ کو پسند ہے اور نہ ہی منافق لوگوں میں اتنا ایمان ہے جو وہ جنگوں میں اسلامی افواج کے ساتھ محاذوں پر جائیں، لیکن آپ نے دیکھا کہ بخاری کی حدیثوں میں جو سورت المنافقون کے اندر اس نے لائی ہیں ان میں منافقوں کے سردار ابن ابی کو جنگ میں شریک دکھایا ہے، علم حدیث کو اگر آپ غور سے پڑھینگے تو اسے جا بجا قرآن کے خلاف پائینگے ان منافقوں کے لئے آپ نے دیکھا کہ قرآن نے فرمایا کہ ان میں اتنا ایمان ہی نہیں ہے جو جنگ میں آپ کے ساتھ شریک ہوتے یہ منافق تو نظام صلوۃ کے اجتماع میں جو شریک ہونے کے لئے آتے ہیں تو وہ بھی بخار زدہ آدمی کی طرح سست طبعی سے آتے ہیں ولا یأتون الصلوۃ الا وھم کسالیٰ اور نظام صلوۃ کے قیام کی مد میں رعایا کی نشوونما اور پرورش کی خاطر جو فنڈ دیا جاتا ہے اس کے لئے بھی قرآن نے فرمایا کہ اجتماعات صلوۃ کے مصلی ممبروں کو اپنی کمائیوں سے جو پیسے دینے ہوتے ہیں تو یہ منافق لوگ ولا ینفقون الاھم کارھون (۵۴_۹) یعنی قرآنی صلاۃ کے مصلیوں کو اجتماع صلوۃ میں سرکاری نفقات کے لئے جو پیسے دینے ہوتے ہیں تو وہ بھی دل کے حضور کے بجاء کراہت سے بوجھ سمجھتے ہوئے دیتے ہیں، سوائے محمد! افلا تعجبك امو الھم ولا اولادھم انما یرید اللہ لیعذبھم بھا فی الحیوٰۃ الدنیا وتزھق انفسھم وھم کافرون (۵۵_۹) سو ان کے مال آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اور نہ ان کی اولاد۔ اللہ کا پروگرام ہے کہ ان کو آخرت میں پہنچنے سے پہلے یہاں دنیا میں ہی سزا دیدے اور کفر کی حالت میں ہی انکو موت دے۔ جناب قارئین! آپ کتاب بخاری کے اندر سورۃ المنافقون کے تفسیر میں لائی ہوئی آٹھ حدیثوں کو پڑھکر دیکھیں ان میں ایک جنگ میں منافقون کے سردار کو انکے ساتھیوں سمیت حدیث سازوں نے شریک دکھایا ہے، پھر اس منافق کی بات کہ رسول کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو ایک صحابی زید بن ارقم کی شھادت سے رسول کو پہنچتی ہے پھر رسول اس منافق سے باز پرس کرتے ہیں جس میں وہ اپنی بات سے مکر جاتا ہے تو رسول اللہ منافق پر اعتبار کر کے اپنے صحابی کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ اور ان آٹھ حدیثوں میں سے دو عدد حدیثوں میں امام بخاری نے اس منافقوں کے سردار ابن ابی کو رسول اللہ کا صحابی کر کے لکھا



ہے، اب کوئی بتائے کہ منافقین سے متعلق قرآن حکیم کیا جان کاری دے رہا ہے، اور علم حدیث کی اس کے مقابلہ میں کیا تو جان کاری ہے!!! امام بخاری کی حدیثیں منافق کو رسول کا صحابی قرار دے رہی ہیں اور قرآن فرماتا ہے کہ ویحلفون باللہ انھم لمنکم وماھم منکم ولکنھم قوم یفرقون (۵۶_۹) یعنی یہ منافق لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ آپ میں سے ہیں۔ جبکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن یہ ایسی قوم ہے جس کا دندھا ہی تفریق ڈالنا ہے۔ اس لئے ان سے متعلق اللہ کی شاہدی بھی سن لو کہ واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون (۱_۶۳) یعنی اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق لوگ جھوٹے ہیں۔ سو بخاری کے لئے اس کی حدیثیں قرآن کی روشنی میں چیک کریں پھر بتائیں کہ یہ امام کون ہے؟

باسمہ تعالیٰ

محترم جناب آغا ثناءاللہ صاحب سلام علیکم

جناب عالی: میں آپ کے خط کا جواب لکھ رہا ہوں جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے
آپ کے خط سے سوالیہ عبارت نقل کروں گا بعد میں اس کا جواب لکھوں گا،

آپ کے خط میں پہلے سوال کی عبارت

محترم جناب عزیز اللہ صاحب ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ آخر صحابہ کی اتنی طرف
داری کیوں کر رہے ہیں اور بار بار صرف ایک آیت کا حوالہ دیکر اپنی صداقت کا ثبوت دے
رہے ہیں جبکہ قرآن میں صحابہ کے شیر و شکر اور جنت میں جانے کی خوشخبری کچھ صحابہ کے
لئے ہی ہے سب کے لئے نہیں (آپ کی عبارت کو فی الحال یہاں تک ختم کرتے ہیں)
جناب عالی: اس حصہ عبارت کو دو سوالوں پر مشتمل قرار دیکر دونوں کے جواب ترتیب کے
ساتھ عرض کرتا ہوں۔

آپ کا پہلا سوال کہ آپ آخر صحابہ کی اتنی طرف داری کیوں کر رہے ہیں، جناب عالی! میں
واقعی اتنی ہی طرف داری کر رہا ہوں جتنی کہ آپ نے سمجھی ہے اور وہ اس لئے کہ میں نے جتنی
بھی اصحاب رسول کی طرف داری کی ہے، اللہ کی کتاب قرآن حکیم نے اس سے بھی زیادہ،
مجھ سے بھی زیادہ اصحاب رسول کی طرف داری کی ہے، اس لئے میں نے بھی اپنی عقل کی حد
تک قرآن کی اطاعت کی ہے۔ میں آپ کے سوال کے جواب کی حق ادائی اس میں سمجھتا
ہوں کہ قرآن حکیم نے جو اصحاب رسول کی طرف داری کی ہے تو اس کی فلاسفی بھی آپ کی
خدمت میں پیش کروں۔ جناب آغا صاحب! اس سوال کے جواب کو سمجھنے کے لئے مناسب
سمجھتا ہوں کہ یہ اصطلاحی نام، اصحاب رسول، اس کے لئے عرض ہے کہ امت کے عالموں کا
تجویز کردہ ہے، قرآن حکیم میں صرف ایک مقام پر موقعہ ہجرت کے دوران صرف ایک شخص
جو سفر ہجرت میں جناب رسول اللہ کا ساتھی تھا اس کے حوالہ سے صاحب رسول کا لفظ
استعمال ہوا ہے کہ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذا اخرجہ الذین کفرو ثانی اثنین



اذ ھما فی الغار اذیقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا (۴۰-۹) بہر حال آغا صاحب!
ہم اب اصطلاح سازی کے، پسمنظر میں جانے سے اصل بات پر آتے ہیں یعنی مقام اصحاب
رسول اور انکی مرتبت کو سمجھنے کے لئے جناب محمد الرسول کی رسالت کے مقام و مرتبہ کو
سمجھنا نہایت لازمی ہے، اس کے بغیر اصحاب رسول کی وہ اہمیت جو قرآن نے بتائی ہے اسے
سمجھنا بھی دشوار ہوگا، سو اس حقیقت کو ہم اس طرح عرض کرتے ہیں کہ موسوی انقلاب سے جو
بنی اسرائیل کو فرعون اور ال فرعون کی غلامی سے نجات ملی اور اس انقلاب کا معاشی قانون
لتجزیٰ کل نفس بما تسعیٰ (۱۵-۲۰) کے بنیاد پر رکھا جانے کا پروگرام تھا جس میں
استحصال اور مفت خوری کے جملہ سودی انواع ممنوع تھے، آغا صاحب یہ جو جناب موسیٰ سلام
علیہ کا اعلان تھا کہ لتجزیٰ کل نفس بما تسعیٰ یہ اکیلے موسیٰ سلام علیہ کی پالیسی نہیں تھی
یہ معاشی نظام کہ کوئی مفت خور کسی دوسرے کی محنت کو غصب نہ کرے یہ پالیسی جناب نوح
سے لیکر محمد علیھم السلام تک سارے انبیاء کی معاشی اقتصادی پالیسی کی ریڑھ کی ہڈی رہی ہے
بہر حال قوم بنی اسرائیل نے انہیں اپنے انبیاء سے ملی ہوئی تعلیم کو بگاڑ تہس نہس کیا پھر وہی
فرعونی کلچر کی سرمایہ داریت جاگیرداریت پاپائیت کو جنم دیتے رہے، جس پر قرآن نے بھی
رما کس دئے کہ لعن الذین کفرو امن بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی ابن
مریم ذالك بما عصوا و كانوا يعتدون (۷۸-۵) آغا صاحب! جناب عیسیٰ علیہ السلام
انہی یہودیوں کی تورات والے فلسفہ معیشت بغاوت کی بنیاد پر جو بھیجے گئے تھے تو اس نے اپنی
جو حکومت قائم کی تھی جس کو عالمی سرمایہ دار شاہی نے علمی ذخیرہ میں بلیک آؤٹ کیا ہوا ہے
لیکن قرآن عیسیٰ کی حکمرانی کے دنوں کی بات کرتا ہے کہ عیسیٰ کی رعیت نے اپنے نبی اور رسول
سے جس معاشی نظام کا مطالبہ کیا کہ هل يستطيع ربك ان ينزل علينا مائدة من السماء
(۱۱۲-۵) یعنی ایسا نظام خوراک جو تکون لنا عيد الاو لنا و آخر نا واية منك و ارزقنا
و انت خير الرازقين جناب یہ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے الفاظ ہیں جس میں خوراک اور
رزق کے لئے مائدہ کا جو مطالبہ کیا گیا ہے یہ صاف صاف بتا رہا ہے کہ عیسیٰ کے جو حواری

انجیل کے حوالوں سے مچھیرے اور محنت کش تھے عیسوی انقلاب سے پہلے ان کی کمائیوں کا استحصال ہوتا تھا، اب وہ لوگ عیسیٰ کی قیادت میں جو استحصالی نظام سے نجات حاصل کر چکے ہیں، اب وہ اپنے لیڈر سے ایسے نظام معیشت کا مطالبہ کر رہے ہیں جیسے کہ کسی کے آگے کھانے کے لئے جب تیار شدہ دستر خوان اور کھانا موجود ہوتا ہے اس وقت وہ اسے اکیلا ہی کھاتا ہے کوئی اس سے چھیننے والا نہیں ہوتا، تو یہ لٹیروں سے ستائے ہوئے لوگ اپنی کمائی اور محنتوں سے محروم رہنے والے لوگ اپنے انقلابی قائد سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ ہمارے لئے ایسا نظام خوراک اور معیشت مقرر کیا جائے جس طرح کہ ہم جب اپنے دستر خوان پر کھانا تیار کر کے کھاتے ہیں اور وہ اس وقت لوٹ کھسوٹ سے محفوظ ہوتا ہے ہمیں ایسا نظام دیا جائے، مائدہ کے اس مفہوم کو جناب عیسیٰ کا جواب بھی تائید کر رہا ہے کہ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین یعنی تم اگر ہمارے انقلاب لانے والی پارٹی کے ممبر ہو (مومن ہو) تو اتقو اللہ یعنی قوانین انقلاب لتجزی کل نفس بما تسعی یعنی ہر محنت کش کو اس کی محنت کا پورا پورا بدلہ ملے اور وان لیس للانسان الا ماسعی، اور جو جتنا کمائے اتنا ہی اسکا ہو، ان قوانین کی حرمت اور پاسداری رکھو اور قانون شکنی سے اللہ کا خوف کھاؤ، آگے جب جناب عیسیٰ نے اللہ سے ایسے نظام کا مطالبہ کیا تو جواب میں بھی اللہ نے فرمایا کہ انی منزلها علیکم فمن یکفر بعد منکم فانی اعذبه عذابا لا اعذبه احدامن العالمین (۱۱۵-۵) یعنی میں اللہ آپ کو جو نظام معیشت مائدہ کی طرح کا یعنی جو کمائے وہی کھائے کوئی اس سے لوٹ کھسوٹ نہ کرے، یہ دے رہا ہوں لیکن یاد رکھا جائے کہ جس نے بھی ہمارے دیئے ہوئے نظام معیشت کا انکار کیا اسے ایسی سزا دی جائیگی جو پہلے کسی کو نہ ملی ہوگی۔ جناب آغا صاحب! اس عیسوی انقلاب کی انحرافی جس دور میں آگے چلکر عیسائی امت والوں کی حکمران جماعت نے کی تو پھر ان سے جن نوجوانوں نے بغاوت کی اللہ پاک نے ان کا تعارف کرایا کہ ان اصحاب الکھف والرقیم کا نوا من ایاتنا عجبا (۹-۱۸) یعنی اصحاب کھف کے نام سے جو نوجوانوں کا ٹولا تھا وہ رقیم والا تھا یعنی ان کی بغاوت ایک منشور کی بنیاد پر تھی اور ان کا وہ



منشور (رقیم) انهم فتیه امنوابربهم وزدناهم هدی (۱۳-۱۸) یعنی ان نوجوانوں کا ایمان اپنے خالق کے نظام ربوبیت پر تھا، ان کے ایسے ہدایت والے پروگرام میں ہمنے ان کی مساعی میں انہیں بڑے سہارے دے ہوئے تھے، جناب آغا صاحب آپ جناب نوح علیہ السلام سے لیکر جناب محمد علیہ السلام تک کے ادوار کا جائزہ لینگے تو تاریخ آپ کو بتائے گی کہ جملہ انبیاء علیھم السلام اپنے اپنے زمانوں کے فرعونوں ہامانوں اور قارونوں سے لڑے ہیں، یہ دنیا ہر دور میں اپنے ابراھیم کی تلاش میں رہی ہے تاریخ بتاتی ہے کہ اس راہ میں جو بھی معرکے ہوئے ہیں جو بھی لڑائیاں ہوئی ہیں اس سرگذشت میں میں اللہ کی سنت یہ رہی ہے کہ اس نے بھی ہمیشہ ممولوں کو شاہینوں سے لڑایا ہے، ہمیشہ خاک نشینوں کے ہاتھوں سے شاہوں کے تاجوں کو گلیوں کے بچوں کا فٹبال بنایا ہے، جھگی نشینوں کے ہاتھوں امیروں کے محل زمیں بوس کرائے ہیں، سید سبط حسن مصنف کتاب موسیٰ سے مارکس تک، کا عندیہ بھی یہی ہے کہ مارکس اگرچہ اللہ کے وجود کا منکر تھا لیکن اس کی معاشی فلاسفی بنام کمیونزم کے بنیادات علم وحی کی تعلیم میں موجود ہیں، میں نے سبط حسن کے لیکچر روبرو سنے ہیں۔

محترم آغا ثناء اللہ صاحب! جب بنی اسرائیل نے ان کے اوپر اللہ کے اتنے سارے احسانات کے باوجود آزادی ملنے کے بعد اپنی راجشاہی میں پھر وہی استحصالی قارونی نظام سودی نظام برپا کیا، اسی لئے قرآن نے فرمایا کہ لعن الذین کفرو امن بنی اسرائیل علی لسان داؤدو عیسی بن مریم ذالك بما عصوا و کانو یعتدون (۷۸-۵) بنی اسرائیل کی ملعونیت نے موسوی انقلاب اور تورات کی تعلیم کا تو کباڑہ کیا لیکن خود انجیل میں تحریفات لفظی معنوی اور قرآن مین جو تحریفات معنوی ہوئی ہیں اس میں بھی ان کا ماسٹر مائنڈ والا رول رہا ہے، بہر حال میں اس پسمنظر کے حوالہ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب دنیا میں عیسوی انقلاب اور تعلیمات کو چھ صدیاں بیت گئیں توریت اور انجیل کی منشوری حیثیت کو ختم کر کے انہیں تبرکات کا تعویذی کتاب بنایا گیا پھر پوری انسانی آبادی چکی کے دو پاٹوں روم اور فارس کی بادشاہتوں کے بیچ میں پیسی جانی لگی۔

آغا صاحب! آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ کل جب بنی اسرائیل قوم کے لوگ فرعون اور اس کی امراء شاہی کے ہاں غلامی کے قید میں جکڑے ہوئے تھے تو خالق حقیقی کی رحمت کو غیرت آئی کہ و نرید ان نمن علی الذین استضعفوافی الارض نجعلهم ائمة و نجعلهم الوارثین و نمکن لهم فی الارض و نری فرعون و هامان وجنودهما منهم ماکا نوایحذرون (۵۔۲۸) یعنی اللہ نے گوارا نہیں کیا کہ جن لوگوں کو زمین پر سازشوں اور جبر کے ساتھ کمزور بنا کر انہیں غلام بنایا گیا ہے، اس لئے اب قانون قدرت کا پروگرام ہے کہ ان غلاموں کو دھرتی کا وارث بنا کر قیادت انہی کی حوالے کی جائے اور ان پسے ہوئے لوگوں کو اقتدار دلا کر فرعون وہامان اور انکی جنرل شاہی کو دکھایا جائے کہ انقلاب کس چیز کا نام ہے پھر اس غلام قوم بنی اسرائیل کو ہم نے صاحب کتاب، حکمران اور نبوت کے مرتبوں پر فائز کیا اور انواع رزق سے مالامال کیا اور انہیں فضلنا هم علی العالمین (۱۶۔۴۵) کے مرتبہ سے نوازا، لیکن جب انہوں نے ایات اللہ کا انکار کیا اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا انکی تحریک اور مشن میں روڑے اٹکائے تو ان کے لئے بھی ضربت علیهم الذلة والمسکنه کا حکم جاری کیا گیا، اس گذارش سے میرا مقصد یہ ہے کہ آپ تاریخ انقلابات عالم پر غور فرمائینگے تو ہر دور میں مستضعفین کی اللہ نے مدد کی ہے اور مظلوموں کی ڈگمگاتی ہوئی کشتیوں کو سہارے دیئے ہیں، اور جب عیسوی انقلاب کو چھ سو سال گذر گئے اور انسانیت بے لگام شاہوں کے بوٹوں تلے روندی جارہی تھی تو اللہ نے فیصلہ فرمایا کہ

ستاروں کو کہدو کہ کوچ کریں کیوں کہ شمس منور آتا ہے

قوموں کے پیغمبر آچکے۔ اب سب کا پیغمبر آتا ہے۔

جناب آغا ثناء اللہ صاحب! اللہ نے فیصلہ کیا کہ اب ابراہیم کے پوتے محمد سلام علیہ کو مقام ابراہیم کے منصب، یا ایهاالناس انی رسول الله الیکم جمیعا پر فائز کر کے خاتم الانبیاء بنا کر اسے پوری انسانیت کا منشور محافظ مصدق خاتم الکتب قرآن مجید دیکر تا قیامت آنیوالے انۃ: بات کا امین اور رہنما کتاب دیکر انبیاء علیہم السلام کی جملہ کتابوں کی تعلیمات کا قائم



مقام اور بدل بنایا جائے جس کے لئے اس کے کتاب میں یہ اعلان بھی کر دیا کہ لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة (۲۱۔۳۳) تو ایسے کائناتی آفاقی اور تا قیامت نبوت کی مشن اور تحریک چلانے کے لئے جس سمبالک اور مثالی شخصیت اسوہ حسنہ کی مالک ہستی کو خاتم الانبیاء بنانا ضروری تھا اور وہ ہستی جناب محمد علیہ السلام ہی منتخب ہوئی تو ایسے عظیم الشان نبی اور رسول کی اتنی بڑی تحریک کے لئے اسے جن ساتھیوں اور جان نثاروں کی ضرورت ہو سکتی ہے وہ بھی تو اتنے بڑے مرتبہ کے لوگ ہونے چاہئیں جتنی اہم جناب خاتم الانبیاء کی مشن ختم نبوت اور تحریک تھی، سو برابر اللہ نے بھی اپنے خاتم الرسل کی تحریک نبوت کے لئے جن جن ساتھیوں اور اصحاب کا انتخاب کیا ان کے لئے قرآن میں بھی اعلان کر دیا کہ دنیا والو! سنو! فان امنوا بمثل ما امنتم فقد اهتدوا (۲۔۱۳۷) یعنی لوگوں کا ایمان لانا جب قبول کیا جائیگا جب ان کا وہ ایمان اصحاب محمد کے ایمان کی طرح کا ہوگا، اگر لوگ ہمارے اس معیار سے کسوٹی سے پھر جائیں توفانما هم فی شقاق، انکو پھرا ہوا ہی قرار دیا جائے اور یہ بھی یاد رکھا جائے کہ ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی (۴۔۱۱۵) یعنی جو بھی شخص اصحاب رسول اللہ کی مخالفت کریگا اس کے سامنے حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد اور وہ مؤمنوں کے راستہ کے سوا کسی اور راستہ کی پیروی کریگا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا (۱۳۔۸) (۶۔۱۔۱۱) میرے محترم آغا ثناء اللہ صاحب! آپ نے مجھ لکھا ہے یا مجھ سے سوال کیا ہے کہ آپ آخر صحابہ کی اتنی طرف داری کیوں کر رہے ہیں؟

جناب! آپ کی صاف گوئی مجھے اچھی لگی لیکن اس آیت (۲۔۱۳۷) میں تو اصحاب رسول کو سمبال اور کسوٹی قرار دینے کی بات عزیز اللہ بوہیو نے قرآن کے اتباع میں کی ہے، یہ مقام صحابہ تو اللہ عزوجل نے طے کیا ہوا ہے، اور آپ نے جو لکھا ہے کہ میں بار بار صرف ایک آیت (۲۹۔۴۸) کا حوالہ دیکر اپنی صداقت کا ثبوت دے رہا ہوں، جناب عالی یہ آیت اصحاب رسول کو کسوٹی قرار دینے کی (۲۔۱۳۷) تو شیر وشکر والی آیت سے علاوہ اور مزید براں ہوئی،

جناب آغا صاحب! کیا قرآن کا کوئی بھی فکری نظریاتی موقف اور اعلان اگر قرآن نے ایک
بار اس کا اعلان کیا ہو تو کیا وہ کافی نہیں ہوتا؟ جناب آپ نے لکھا ہے کہ جبکہ قرآن میں صحابہ
کی شیر وشکر اور جنت میں جانے کی خوشخبری کچھ صحابہ کے لئے ہی ہے سب کے لئے نہیں،
میرے محترم بہت مناسب ہوتا جو اگر آپ اس ''کچھ'' کے لئے بتاتے کہ وہ متن قرآن کے
کس لفظ سے اخذ کیا ہے تو بہت اچھا ہوتا لیکن قرآن میں اس طرح کی کوئی بات نہیں، ویسے
برسبیل تذکرہ عرض کرتا چلوں کہ قرآن ایسے مسائل میں اصول بیان کرتا ہے ان سے پھر نتیجہ
نکالنا آسان ہو جاتا ہے، اس پر وشکر والی آیت میں تو اللہ پاک نے جو جملہ استعمال فرمایا ہے
وہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ والذین معه (۲۹_۴۸) یعنی محمد اللہ کا رسول اور وہ لوگ جو اس کے
ساتھ ہیں۔۔۔۔۔اب اس معیت کا جو بھی شخص مصداق بنے گا پھر اس سے استثنا اور
کچھ کا تو کوئی مسئلہ نہیں آیا، اور ایسے مسائل میں اور معاملوں میں قرآن حکیم اصولوں کی
رہنمائی کرتا ہے تو جنت میں جانے کے لئے بھی قرآن کا ایک اصول ہے کہ والذین امنوا
وعملو الصالحات اولائك اصحاب الجنة (۸۲_۲) یعنی جنت میں جانے کے لئے
ایمان اور عمل صالح درکار ہیں جہاں تک اصحاب رسول کے جنت میں جانے کی بات ہے
آپ نے اس مسئلہ میں لکھا ہے کہ وہ خوشخبری کچھ صحابہ کے لئے ہے، سب کے لئے نہیں تو
مہربانی فرما کر قرآن حکیم کی ورڈنگ اور متن پر غور فرمائیں، و السابقون الاولون من
المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی الله عنهم ورضواعنه
واعدلهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ابداذالك الفوز
العظیم (۱۰۰_۹) یعنی مہاجرین اور انصار صحابہ میں سے ایمان لانے میں پہل کرنے والے
سابقوں لوگ اور جو اچھے طریقے سے انکی اتباع کرنے والے ان سب سے اللہ راضی ہے اور
یہ لوگ بھی اللہ سے راضی ہیں ان سب کے لئے ایسی جنات تیار کی گئی ہیں جن کے نیچے نہریں
جاری رہنگی، آغا صاحب آپ نے غور فرمایا کہ قرآن نے تو اصحاب رسول کے لئے جنت
میں جانے کی بات بڑھا کر بتادی کہ جو اصحاب رسول کی احسن طریقہ سے اتباع کرنے والے



ہونگے وہ بھی جنت میں جائینگے جب کہ آپ کی دل صحابہ کے لئے بھی ''کچھ'' کی ڈنڈی مارر
ہی ہے۔ یہ لوگ اس جنت میں ہمیشہ ابد تک رہنے والے ہونگے یہی تو فوز عظیم اور بڑی
کامیابی ہے، محترم آغا ثناء اللہ صاحب آپ جس اسکول اور مدرسہ میں پڑھے ہیں وہاں کے
اساتذہ لوگ یا انکے بھی جو اصل ہیں اور انکے بھی جو سینئر ہیں ان کے یہ فرقہ بازی کے افکار
عرب اور اہل فارس کی سیاسی رقابتوں کے پس منظر میں گھڑے گئے ہیں، جو سب کے سب
غیر قرآنی ہیں، خلاف قرآن ہیں، جو خاتم الانبیاء اتنے بڑے مقام ابراہیم پر فائز جو عالم
ناسوت کو مخاطب ہوتے ہوئے اعلان کرتا ہے کہ یا ایھا الناس انی رسول الله الیکم
جمیعا ، ایسے رسول کو آپ کے علم حدیث میں صرف دوعدد نواسوں کی پراڈکشن تک محدود رکھا
گیا ہے اور اسکی رسالت والی ساری مشن کو ایک خلاف قرآن حدیث من کنت مولاہ
فهذا علی مولاہ کے ذریعے ھاءجیک کر کے امامت اور باطنی خلافت کی اصطلاحوں سے
قرآن ملنے کا جو اعزاز عربوں کے ایک فرد کو ملا تھا وہ ان سے چھیننے کے لئے شاہ فارس کے
جعلی نواسے امام زین العابدین کی امامت کی آڑ میں اس میراث کو مکمل طور پر، فارس کے
اکاؤنٹ میں پہنچا دیا گیا ہے۔ آغا صاحب! عربوں اور فارسیوں کے جھگڑوں سے ہمارا کیا،
اللہ عزوجل تو ہم سے اپنی کتاب قرآن کے بارے میں سوال کریگا کہ ہم نے اس کتاب کو کیا
سمجھا اور اس پر کیا عمل کیا میں آپ کو یقین دلاؤں اور اس یقین دہانی کا قیادت کے حسابات
تک کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ اللہ ہم سے اپنے رسول کی خلافت کے استحقاق اسے متعلق کوئی بھی
سوال نہیں پوچھے گا، جناب! ہماری بساط ہی کیا ہے جو صدیوں پہلے گذرے ہوئے معاملات
کے فیصلے ہم سے کرائے جائیں، اور ایسے نام نہاد مشاجرات سے متعلق جو قرآن کی
اطلاع (۶۳_۸) کے مطابق وجود میں ہی نہیں آئے، ان کے جج ہم کیسے بن سکتے ہیں آغا
صاحب! یہ سارے چکر اس لئے ایجاد کئے گئے ہیں کہ قرآن نے جو ربوبیت عالمین کا
منشور معاشی مساوات کا سواء للسائلین (۱۰_۴۱) کے ذریعہ سے سمجھایا ہے اس سے توجہ ہٹا

کر عالمی سرمایہ داروں کو اقوام عالم کی دولت ان سے چھیننے اور ان کو معاشی غلام بنانے میں ان کو کوئی رکاوٹ نہ بنے یعنی لوگ رسول کی خلافت کے نمبروں پر لڑتے رہیں کہ کس کا پہلا نمبر اور کس کا چوتھا نمبر، اس لئے شیطان کی مجلس شوری کا جو قصہ علامہ اقبال نے لکھا ہے جس میں وہ اپنے چیلوں سے رپورٹیں لینے کے بعد انہیں جو آخری چال سکھاتا ہے کہ،

مست رکھو ذکر فکر صبح گاہی میں انہیں،

پختہ تر کردو مزاج خانقاہی میں انہیں۔

جناب آغا صاحب! ہمارے سارے اختلافات کا اصل پس منظر عالمی استحصالیوں نے اس بات میں سوچا ہے کہ لوگوں کو بے مقصد مسائل میں الجھا کر ہم اپنا الو سیدھا کرتے رہیں اور فرقہ بازی کے ایندھن کے لئے ہر فرقہ والوں کو خیرات وزکوٰۃ کے لئے چندے بھی دیتے رہیں تاکہ وہ آپس میں اچھی طرح معرکہ آرائی کرتے رہیں۔ اس معاملہ میں میں اپنی قلمی کاوشوں کے حوالہ سے عرض کروں کہ میں امت مسلمہ کی اس فرقہ بازی والی دھینگا مشتی کے بیچ میں جج اور منصف کے طور پر قرآن کو لایا ہوں کہ اس کتاب کی رہنمائی میں ہم سب متحد ہو کر اپنے افکار کو درست کریں اور بس۔ جناب آغا صاحب! میں شاید اپنی بسیار نویسی سے آپ کی پڑھنے والی مزحمت کو بڑھا رہا ہوں لیکن آخر میں یہ بات یاد رکھیں کہ آپ جب بھی کبھی کسی معزز شخصیت اور ہستی کی دعوت اور میزبانی کرینگے اور اس کا استقبال کرینگے تو لازمی طور پر ایسی تقریب میں ضرور اس بات کا لحاظ رکھینگے کہ ایسی محفل کے لئے اپنے محترم مہمان کی مجلس میں ایسے لوگوں کو شریک کروں جو علم اخلاق وکردار کے لحاظ سے چنیدہ لوگ ہوں، تو اللہ تعالی نے اپنے رسول کے قافلہ انقلاب کے لئے کیا کوئی کوالٹی اور معیار مقرر نہیں کیا ہوگا، اور جو کتب احادیث میں سے بخاری وغیرہ نے اصحاب رسول کا معیار مقرر کیا ہے اور نیز اہل شیعہ کے تبرائی عالموں نے جو اصحاب رسول کا تعارف پیش کیا ہے اس سے تو جناب رسول



محمد علیہ السلام مرجائیں (طبعی موت سے) یا قتل کیئے جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی الٹے پاؤں پھر جائے تو وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد بدلہ دیگا، (آیت کا ترجمہ ختم) جناب آغا ثناء اللہ صاحب! اس آیت پر آپ غور اللہ کی عظمت پر داغ آتا ہے کہ اتنے بڑے مرتبہ پر فائق ہستی کے ہم نشیں اور رفقاء کار جو ایسے ہونگے تو لازما رسول بھی ایسے ہی اطوار کو پسند کرتے ہونگے۔ سو جناب عالی! کوئی مانے یا نہ مانے اصحاب رسول کی عظمت اور کردار پر ہر قسم کی حرف گیری براہ راست جناب رسول کے کردار پر حملہ ہے، اور ایسے حملے علم حدیث والوں نے کیئے بھی ہیں اور آپ کے خط سے بھی یہ ثبوت مل رہا ہے کہ آپ بھی ان حدیث سازوں سے اتفاق کرتے ہیں۔ رسول اللہ کے ساتھیوں کے کردار پر حملہ کرنا یہ اصل میں براہ راست ان کے استاد اور رہنما رسول پر ہی حملہ کرنا ہے اصحاب کے نام کو تو آڑ بنایا جاتا ہے رسول پر ایسے حملوں کی حدیثیں کتاب بخاری اور مسلم میں بہت ساری موجود ہیں۔

## آپ کے خط سے دوسرا سوال

آپ لکھتے ہیں کہ، آپ نے سورہ ال عمران کی ایت 144 نہیں پڑھی جس میں عنقریب صحابہ کے دین سے پھرنے کی بات ہے اور سورت سبا کی آیت 13 جس میں شاکرین کی قلیل تعداد کا ذکر ہے اور سورت توبہ کی آیت ۳۹۔۳۸ جس میں صحابہ کو جہاد میں سستی برتنے پر تنبیہ کی گئی ہے۔ اور سورت ال عمران کی (۱۰۵۔۱۰۶) ایت جس میں اللہ ان کو اختلاف سے دور رہنے کی تاکید کر رہا ہے!! کیا یہ سب ایات ہم اس ایک آیت کے لئے فراموش کردیں؟؟؟ (سوال کی عبارت ختم) الجواب

جناب عالی! سورت ال عمران کی آیت ۱۴۴ یہ ہے **وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات اوقتل انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا و سيجزى الله الشاكرين** (۱۴۴۔۳) یعنی، اور محمد ایک رسول ہی تو ہیں، اس سے پہلے بھی رسول گذر

محمد علیہ السلام مرجائیں (طبعی موت سے) یا قتل کئے جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پاؤں پھر
جاؤ گے؟ اور جو کوئی الٹے پاؤں پھر جائے تو وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا اور اللہ شکر کرنے
والوں کو جلد بدلہ دیگا، (آیت کا ترجمہ ختم) جناب آغا ثناء اللہ صاحب! اس آیت پر آپ غور
فرمائیں یہ میدان جنگ کے احوال سے تعلق رکھتی ہے اس میں جنگ کے دوران پسپائی کا ذکر
ہے جس کے کئی وجوہات ہوسکتے ہیں آپ کے خیال کے مطابق اس آیت میں خواہ مخواہ دین
سے پھر جانا مقصد نہیں ہے، کیونکہ خود اللہ پاک نے بھی آیت کے متن میں پسپائی کے ایک
سبب کی طرف اشارہ کردیا ہے کہ دوران جنگ جنگ کے سپہ سالار کمانڈر ان چیف جناب محمد
علیہ السلام کے قتل ہوجانے کی افواہ پر کئی لوگوں کے حوصلے ٹوٹ گئے تھے خاص کر کے اپنے
قائد سے بے پناہ محبت کی وجہ سے جس پر وہ حوصلے ہار کر پیچھے جا کر بیٹھ گئے، اور جنگ سے
پسپائی کا سبب کئی ساری اور غلط فہمیوں کی وجہ سے بھی ایسے ہوجاتا ہے کہ کوئی کسی جنگی
صورتحال سے غلط فہمی کی بنیاد پر جنگ کا خاتمہ سمجھتے ہوئے بھی پیچھے ہٹ جاتا ہے بالخصوص
[illegible] رسالت میں ایسا ہونا تو عین ممکن تھا اس لئے کہ اس زمانہ میں مواصلات اور رابطے اتنے
کلوز نہیں تھے، آغا صاحب! معاف فرمانا میں نہایت ادب سے آپ کی خدمت میں اپیل کرتا
ہوں کہ قرآن سے معانی اور مفاہیم اخذ کرتے وقت مطلوبہ مسائل و مقامات کو تصریف آیات
کے ہنر سے پہلے اصحاب رسول کی مرتبت کو کہ وہ خود اللہ کے ہاں کتنی ہے اس کی معلومات
کریں، جناب عالی آپ کی اور میری مجال ہی کیا ہے، خود جناب رسول اللہ کو قرآن تعلیم دے
رہا ہے کہ عبس وتولی ان جاءہ الاعمی وما یدریك لعله یزکی واما من جاءك
یسعی وھو یخشی فانت عنه تلهی کلا انها تذکرہ۔ ان ایات میں ایک غریب مسکین
نابین صحابی کی عزت اور عظمت کا اللہ کے ہاں اسکی مرتبت کا اندازہ لگایا جائے، آغا
صاحب! آپ سے ہمدردی کی بنیاد پر گذارش کرتا ہوں کہ آپ فارس اور عرب کی آپس کی
رقابتوں والی جنگ کا ایندھن نہ بنیں، ہم نہ عربوں کی جنگ لڑیں نہ فارسیوں کی، اگر ہم صرف
قرآن کے پیروکار رہیں تو یہ سب سے بہتر رہیگا، آپ کیوں غور نہیں کرتے اصحاب رسول کے
معاملہ میں، یہ لوگ اللہ کو اتنے تو پیارے ہیں جو اللہ عزوجل خود اپنے رسول علیہ السلام کو



فرماتے ہیں کہ ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھه ما
علیك من حسابھم من شی ومامن حسابك علیھم من شی فتطردھم فتکون
من الظالمین (۵۲-۶) آغا صاحب! میں امید کرتا ہوں کہ قرآن کی ورڈنگ سے آپ
اندازہ کرسکتے ہونگے کہ اصحاب رسول کی مرتبت کا مسئلہ کتنا تو حساس اور سنگین ہے جو اللہ کا
جلال فتطردھم فتکون من الظالمین یعنی اے محمد! اگر ان اصحاب کو ایک نشست بھی
غیر لوگوں کے مقابل پیچھے ہٹایا تو تیرا شمار پھر ظالموں میں سے ہوگا، اللہ کا جلال قرآن کے لھجہ
سے مکمل عیاں ہے عبارت کے ایک ایک لفظ سے کھل کر ٹپک رہا ہے اور یہ انداز تخاطب اللہ کا
اپنے جلیل القدر خاتم الانبیاء سے ہے، اب آپ خود سوچیں کہ علم حدیث کی تبراؤں اور مجالس
اثنا عشریوں میں جو تبرائیں کی جاتی ہیں،

تو مشو مغرور بر حلم خدا۔ دیر گیرد سخت گیرد مرترا:

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد۔ میلش اندر طعنہ پاکاں کند

آغا صاحب! اصحاب رسول کے شان میں کون کہتا ہے کہ قرآن میں صرف ایک آیت ہے
شیر وشکر والی ہے، جناب عالی! سارا قرآن اصحاب رسول کے شان میں رطب اللسان ہے
قرآن حکیم خود اپنے بارے میں کہتا ہے کہ کلا انها تذکرہ خبردار یہ جو کائنات کے لئے
تذکرہ کی کتاب ہے، یہ بایدی سفرۃ کرام بررہ (80-16) یعنی ان مقدس ایمبیڈرس
کے ہاتھوں یہ کتاب دنیا والوں تک پہنچائی جانے والی ہے جو سفیر لوگ بلند اخلاق اور کردار
کے حامل ہیں، معزز اور کریم ہیں، اس لئے آیت (۱۴۴-۳) میں جملہ انقلبتم علی
اعقابکم کے خطاب کے اوپر استفہام انکاری ہے اس پر پر مغز انداز سے غور کریں، استفہام
انکاری سے معنی یہ بنیگی کہ افأن مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم یعنی محمد اگر مرجائے یا
قتل ہوجائے تو تم اپنے الٹے پاؤں تو نہیں پھر جاؤ گے اگر بفرض محال ایسے ہوا تو کوئی بھی اللہ
کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس لئے شان صحابہ جو قرآن کے حوالوں سے سمجھایا ہوا ہے اس کو
ہر موقعہ محل پر ملحوظ رکھنا ہوگا، باقی رہی بات قرآن کی سو یہ تو وہ بلند ترین ہستی کی کتاب ہے جو
سب کو نصیحت کرنے والی کتاب ہے اصحاب رسول کو جو اس آیت (۱۴۴-۳) میں نصیحت کی
ہے یہ اسکی لڑائیوں اور جنگوں ہمیشہ استقامت سے حوصلہ سے جم کر لڑنے کی تعلیم ہے

اس سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ نصیحت کا الٹا مفہوم رسول اللہ کے ساتھیوں کو ایمان سے
نکالنے کا استدلال کرے، اگر اس ایت میں آپ کے خیال اور الزام والی معنی تصور کی جائیگی تو
پھر اللہ کے اپنے نبی سے خطاب لم تحرم ما احل اللہ لک میں جو باز پرس ہے اس میں
رسول پر حکم عدولی کا الزام نہیں لگایا جاسکتا اس لئے کہ ایسے مقام پر جناب رسول کی جملہ
اطاعت گذاری کو سامنے رکھتے ہوئے معنی نکالی جائینگی ایسے مقام پر کیا سمجھا جانا چاہئیے اس کی
بھی تعلیم قرآن نے دے دی ہے،" آغا صاحب! جب رسول اللہ نے لوگوں کو منافقانہ عذر
پیشوں سے جنگ پر نہ جانے کی درخواستوں کو قبول کر کے انکو گھروں میں بیٹھے رہنے کی
اجازت دیدی تو اللہ کو اپنے رسول کا فیصلہ تو سراسر غلط لگا، اور اس پر رسول کو اطلاع بھی دی گئی
کہ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، لیکن اس اطلاع کے وقت اللہ جانتا تھا کہ میرے رسول کی
اپنی اخلاص اور سچائی نہایت اعلیٰ مقام پر ہے اس لئے وہ سب پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے
عذروں کے قبول کر رہا ہے تو اللہ نے اسے کہا کہ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتی یتبین
لک الذین صدقو او تعلم الکاذبین (۴۳_۹) یعنی اللہ آپ کو معاف کرتا ہے آپ نے
انکو کیوں اجازت دی ان کے عذروں کی تفتیش کے بغیر۔ جناب آغا ثناء اللہ خان صاحب آپ
نے ال عمران کی آیت ۱۴۴ کے حوالہ سے جنگ احد میں جن صحابہ کی پسپائی پر انکے دین سے
نکل جانے کا مستقبل میں مفہوم نکالا ہے یہ آپ نے قرآن کی صحیح ترجمانی نہیں کی یہ تو آپ
نے اصحاب رسول سے اپنی نفرت کا اظہار کیا ہے کیونکہ اسی جنگ کے تذکرہ کے تسلسل میں
آگے آیت نمبر ۱۵۵ میں اللہ عزوجل نے ان ہی اصحاب رسول کے متعلق فرمایا ہے کہ ان
الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان ببعض ما کسبوا ولقد
عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم (۱۵۵_۳) یعنی جو لوگ تم میں سے منہ پھیر کر بھاگے
تھے دو لشکروں کے آمنے سامنے آنے کے دن انکو شیطان نے پھسلایا تھا انکی بعض کمزوریوں کی
وجہ سے بیشک اللہ نے انکو معاف کر دیا ہے تحقیق اللہ غفور اور حلیم ہے، جناب آغا ثناء اللہ
صاحب لفظ زلت پھسل جانا یہ اجتہادی اور فکری غلطی کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کے علاوہ



اس آیت میں عفا اللہ عنھم سے اللہ کی معافی کا اتنا بڑا سرٹیفکیٹ آپ کو نظر میں آنا چاہیے، آغا
صاحب! اس موقعہ پر یعنی اصحاب رسول کی اجتھادی غلطی پر اللہ نے معافی کے اعلان کے
بعد فرمایا کہ میں غفور ہوں اور حلیم ہوں یہ اللہ کے دونوں نام انتہائی غور طلب ہیں اس مقام پر
اللہ نے خاص آپ کے لئے اور آپ کے ہمنواؤں کے لئے کہا ہے کہ میں اپنے رسول کے
اصحاب کے لئے غفور ہوں یعنی انکو بچانے والا ہوں ان پر حملے کرنے والوں کے مقابلہ میں
صحابہ کو بچانے کے لئے غفور ہوں یعنی تحفظ دینے والی ڈھال ہوں، کوئی اگر کہے کہ یہ تو
بھگوڑے تھے تو اللہ نے جواب میں فرمایا کہ کوئی بات نہیں میں اصحاب رسول کی ایسی
اجتھادی لغزشوں کے لئے حلیم بھی ہوں، میں ان کی غلطیاں برداشت کرتا ہوں، دیکھا آغا
صاحب! اللہ کا اصحاب رسول سے یارانہ اور دوستانہ تعلق، انکے شان میں شیر و شکر والی صرف
ایک آیت نہیں ہے۔ بلکہ جس آیت سے آپ نے صحابہ کے دین سے پھرنے کی بات لکھی
ہے یہ وہی تو آیت ہے جس میں اللہ کہتا ہے کہ میں اصحاب رسول کے لئے غفور اور حلیم ہوں۔
آپ نے سوال میں لکھا ہے کہ سورت سبا کی آیت 13 میں شاکرین کی قلیل تعداد کا ذکر
ہے۔ جو آیت یہ ہے یعملون له ما یشاء من محاریب وتماثیل و جفان کالجواب
وقدور راسیات اعملوا ال دائود شکرا وقلیل من عبادی الشکور (۱۳_۳۴)
خلاصہ اور جو وہ چاہتا تھا اس کے لئے وہ بناتے تھے قلعے ہیکل مجسمے سوئمنگ پول گڑھی ہوئی
بڑی بڑی دیگیں اور ہمنے ال داؤد کو کہا کہ شکر گذاری سے ان سے فائدے حاصل کرو۔ اور
میرے بندوں میں سے تھوڑے لوگ شکر گذار ہیں، جناب آغا صاحب آپ نے سورت ال
عمران کی آیت ۱۴۴ میں جو اللہ نے اصحاب رسول کے ذکر میں فرمایا ہے کہ وسیجزی اللہ
الشاکرین، یعنی اللہ جلدی شکر کرنے والوں کو بدلہ دیگا، تو اللہ کا اصحاب رسول کو علی الاطلاق
انکی شکر گذاری پر بدلہ دینے کی بات شاید آپکو پسند نہیں آئی تو آپ نے، پورے قرآن میں
غوطہ لگا کر شکر گذاروں کی تعداد کے تھوڑے ہونے کی یہ آیت سورت سبا میں ڈھونڈ نکالی جو
زمانہ ال داود کے لوگوں پر اس زمانہ اور دور کے لوگوں پر قرآن کا ایک تجزیاتی تبصرہ ہے کہ
میرے بندوں میں سے تھوڑے شکر گذار لوگ ہیں، تو آپ نے وہاں کے لفظ قلیل کو محمد

الرسول اللہ کے ساتھیوں پر اندازاً آٹھ سو سال بعد کے اصحاب پر اس جملہ کو فٹ کر دیا اور آپ نے اس کا نتیجہ گویا یہ دکھانا چاہا ہے کہ رسول اللہ کے صحابہ میں سے تھوڑے لوگ شکر گذار ہیں، جناب آغا صاحب! اس طرح کا آپ کا نتیجہ نکالنا سراسر غلط ہے وہ اس لئے کہ اللہ نے تو فرمایا کہ قلیل من عبادی الشکور۔ یعنی میرے بندوں میں سے تھوڑے لوگ شکر گذار ہیں، محترم آغا صاحب! آپ تھوڑی دیر کے لئے اصحاب رسول کے خلاف جو آپ کو نفرت ہے اسے ایک طرف کر کے پھر قرآن کے اس رمارک پر غور کریں سبا کی ایت 13 میں فرمایا کہ قلیل من عبادی الشکور اور سورت الاعراف کی آیت میں فرمایا کہ ولقد مکنا کم فی الارض وجعلنا کم فیھا معایش قلیلا ماتشکرون (۷-۱۰) اللہ پاک کا یہ فرمانا کہ میر بندوں میں سے تھوڑے لوگ شکر گذار ہیں یہ ہر دور کے ہر زمانہ کے جملہ لوگوں پر ایک تجزیہ ہے، یہ جملہ انسانوں کی مزاج کی آبزرویشن رپورٹ ہے یہ صرف اور محدود اصحاب رسول کے اندر کے لوگوں سے متعلق رپورٹ نہیں ہے مخصوص اصحاب رسول کے لوگوں پر تبصرہ نہیں ہے، اس لئے سمجھنا چاہیے کہ زمانہ رسالت میں جتنے بھی جناب رسول اللہ کے اصحاب تھے وہ بھی اپنے دور کے جملہ انسانوں یا حجاز کی جملہ آبادی کے تعداد کے مقابلہ میں بہت تھوڑے تھے، اور قرآن کا سارے اصحاب رسول کو شاکرین کہنے کے بعد ان میں سے قرآن کے اندر سے قلیل کا لفظ ڈھونڈ کر وہ اصحاب رسول کی جماعت اور عدد سے چھانٹی کے لئے اسے استعمال نہیں کیا جائیگا، کیونکہ جناب رسول اللہ کے سارے اصحاب وہ پہلے ہی اپنے زمانہ کے لوگوں میں سے چھانٹی کیئے ہوئے ہیں، اور وہ پہلے ہی زمانہ کے لوگوں کے مقابلہ میں قلیل ہیں، ان سب کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ وسیجزی اللہ الشاکرین قلیل لفظ کی کٹوتی آپ نے جماعت صحابہ پر پرشن عینک کی وجہ سے کی ہے، نیز قلیل لفظ کی معنی



کرتے وقت سارے جہاں کے لوگوں پر آپ کی جیسے کہ نظر ہی نہیں پڑی اس لئے قلیل من عبادی الشکور جملہ کا دائرہ اور رینج اصحاب رسول تک محدود اور مخصوص بنا کر انہیں میں آپ نے بٹوارہ کر دیا ہے جو سراسر آپ کی قرآن کی عالمگیریت والی رینج کے ساتھ زیادتی ہے۔ اور سورۃ توبہ کی آیت (39-38) جس میں صحابہ کو جہاد میں سستی برتنے پر تنبیہ کی گئی ہے۔

جناب آغا صاحب! یہ برابر درست ہے کہ ان دونوں ایتوں میں اللہ نے جہاد میں سستی برتنے پر تنبیہ کی ہے، جناب عالی آخر کار رسول اللہ معلم ہیں ان کی تعلیم کا نصابی کتاب قرآن ہے قرآن کی علم وحی والی تعلیم سے بگڑی ہوئی انسانیت سنور جاتی ہے، جیسے کہ مردہ چیزوں میں جان آجاتی ہے قرآن نے اصحاب رسول کا اپنی تعلیمات کے ذریعہ تزکیہ کیا ہے اور انکی سستی کو چستی میں تبدیل کیا ہے قرآن کی ایسی چست بنانے والی تعلیم کا تو اثر ہے جو جب اصحاب رسول نے سستی سے چستی کی طرف جست لگائی تو صدیوں کی قائم زردشتی آتش پر ستوں کی سلطنت فارس کو فتح کر لیا اور اہل فارس کے پیروکار اس زمانہ سے لیکر آج تک ایسی حدیثیں بنا کر پڑھاتے رہتے ہیں جس سے قرآن کی بنائی ہوئی چست امت پھر سست بنجائے اور وہ چند بکریاں لے کر نئی شادی کر کے کسی جبل پر چڑھکر وہاں جا کر الگ تھلک زندگی گذاریں (بخاری)۔

جناب آغا صاحب! آپ کی اصحاب رسول پر ناراضگی کا سبب بھی تو انکا سستی چھوڑ کر چست بننا ہے۔ اگر اصحاب رسول قرآنی تعلیم سے چست نہ بنتے اور وہ حسب سابق سست رہتے تو

وہ آپ کو یقین سے اچھے لگتے، اسی لئے تو علم حدیث کی کتاب بخاری میں جو بتایا گیا ہے اس میں وہ جناب رسول کے زمانہ کی جنگوں اور لڑائیوں کو مخالفین کی عورتوں کو لونڈیں بنا کر جنگوں کو پکنک کی طرح پیش کرتے ہیں، جو کتاب ظلمات سے نور کی طرف پہنچانے کے لئے جناب رسول اللہ کے ذریعے دی گئی ہے لازم ہے کہ نور تک پہنچنے کے لئے ظلمات سے جان چھڑانے کے لئے مؤمنین کی تربیت کی جائے انہیں سستی سے نکال کر تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا کے مقام پر لایا جائے، آغا صاحب! یہ کتاب قرآن حکیم جناب رسول اللہ کو جو ملی ہے اور جناب رسول نذیر اور بشیر ہیں، تو لوگوں کو ڈرانا اس کتاب کے ذریعے ہی ہوگا آپ نے جو لکھا ہے کہ سورت توبہ کی آیات (۳۸۔۳۹) میں صحابہ کو جہاد میں سستی برتنے پر تنبیہ کی گئی ہے لازماً ڈرانا، تنبیہ کرنا ان دونوں کا آپس میں تعلق ہے یہ قرآن تو ملا ہی اس واسطے ہے یہ کتاب بھی ایسا ہے جو وکذالك اوحينا اليك قرآنا عربيا لتنذرام القرىٰ و من حولها وتنذريوم الجمع لاريب فيه، (۷۔۴۲) یعنی کتاب دیا ہی اس لئے گیا ہے کہ اسکی تعلیمات کے ذریعے لوگوں کو ڈرایا جائے۔ انما تنذر من اتبع الذكر وخشی الرحمان بالغیب (۱۱۔۳۶) یعنی اس کتاب کے ذریعے جو ڈرانا ہے وہ تابعدار لوگوں اور اللہ سے غیب میں ڈرنے والے لوگوں کو بھی ڈرانا ہے جناب آغا صاحب! ڈرانا تنبیہ ہی سے تو ہوتا ہے۔ وانذر عشیرتك الاقربين (214-26) یہ انذار تنبیہات کی معنی سے ہی ہوتا ہے۔ جناب آغا صاحب! آگے آپ اپنے سوال میں لکھتے ہیں کہ سورت ال عمران (105-106) آیت جس میں اللہ ان کو اختلاف سے دور رہنے کی تاکید کر رہا ہے!! اس سوال سے آپ جو ان دو آیت میں سے استدلال کرنا چاہتے وہ یہ ہے کہ اختلاف صحابہ اور مشاجرات صحابہ کو آپ قرآن سے ثابت کریں۔ جناب عالی! ان دو آیتوں سے پہلی والی چار ایات میں سامنے لاتا ہوں ان پر ذرا غور فرمائیں پھر امید ہے کہ ان سے آپ کے خیال کے استدلال کی جوابی وضاحت



ہو جائے گی، وہ یہ ہیں، یا ایها الذين امنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون، و اعتصموا احبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكرو انعمت الله عليكم اذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا و كنتم على شفا حفرته من النار فانقذكم منها كذالك يبين الله لكم اياته لعلكم تهتدون، ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولائك هم المفلحون۔ ان ایات کے اندر جو تعلیم ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لے آئے ہو تقوی اختیار کرو جیسا کہ تقوی کا حق ہے، اور تم پر موت اس حالت میں نہ آئے مگر ایسی حالت میں آئے کہ تم فرمانبردار ہو، اور سب کے سب اللہ کے عہد کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اس میں فرقے فرقے نہ بناؤ! اور اپنے اوپر اللہ کی اس خاص نعمت کو یاد کرو جو آپ کے اوپر کی گئی ہے وہ یہ کہ جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اللہ نے تمہاری دلوں میں الفت اور جوڑ ڈالا تو تم اسکی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور اس سے پہلے تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے تو اللہ نے تمہیں اس سے بچالیا، اس طرح اللہ اپنی آیات آپ کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت حاصل کرو، اور ضروری ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائے اور وہ اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکے ایسے ہی لوگ کامیاب ہونگے، آغا صاحب! ان چار آیتوں میں اللہ نے واضح طریقے سے بتادیا کہ جماعت مؤمنین اصحاب رسول قرآن ملنے سے پہلے ایمان لانے سے پہلے آپس میں دشمن تھے جہالت اور عداوتوں والی آگ کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے، پھر اللہ نے انکی دلوں کو جوڑا اور بھائی بھائی بنادیا، یہاں ان ایات میں اصحاب رسول کے دلوں کا آپس میں جڑ جانا اور بھائی بھائی بن جانے کی صاف وضاحت ہے یہ مفہوم لفظ فاصبحتم سے واضح ہے اور یہ بھی کہ اب تم لوگ پہلے کی طرح نہیں ہو آگے پھر ایت 105 اور 106 کی شروعات ہی اس جملہ سے ہے کہ ولاتکونو کالذین تفرقوا وفرقہ کو بھی شیعوں کی ایک کوالٹی قرار دیتا ہے قرآن کے حکم ۱۵۹۔۶ کی روشنی میں سووہ سنی مارکہ شیعوں کی بخاری مسلم ترمذی وغیرہ والے

علم حدیث کو قرآن دشمن، اسلام دشمن قرار دیتا ہے، اس علم میں جیسے کہ اسلام کے دو حصے کیئے
گئے ہیں ایک علم حدیث کا اسلام دوسرا علم وحی کے کتاب قرآن کا اسلام۔ علم حدیث کا اسلام
قرآنی افکار و نظریات کو رد کرنے کے لئے بنایا گیا ہے، اگر آپ کا اختلفوا من بعد ماجاء
ھم البینات یعنی ان ادمیوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے دلائل علم ملنے کے بعد اختلافات
کیے۔ یعنی ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعا (۱۵۹۔۶) جنہوں نے دین میں فرقے
بنائے پھر شیعے ہی ہو کر رہے۔ آغا صاحب! پہلی چار ایات میں تو اللہ نے گارنٹی دی کہ آپ
مؤمنین اصحاب پہلے آپس میں دشمن تھے اب تم بھائی بھائی ہو لیکن آئندہ ان لوگوں کی طرح
نہ بنا جنہوں نے فرقے بنائے اور بینات ملنے کے بعد آپس میں اختلافات کیے۔ اور جن
لوگوں میں دین میں فرقے ڈالے وہ شیعے تھے۔ میرے خیال میں آپ کو اصحاب رسول
پر غصہ بھی اس لئے ہے کہ انہوں نے کبھی بھی تفرقہ بازی نہیں کی اور وہ شیعہ بنکر رہنے پر راضی
نہیں ہوئے اور انہوں نے اللہ کے حکم ولا تکونوا کالذین تفرقوا (۱۰۵۔۳) پر باقائدہ عمل کیا
تھا،

## آپ کے خط میں زمانہ رسالت میں اسلامی امت پر الزام

آپ لکھتے ہیں کہ، اور ایک بات تو بہت واضح ہے اور لاجیکل بھی ہے کہ منافقین کا اثر تو اسلام
پر اول سے ہی ہے اور صحابہ تو اسے کہا جاتا ہے جو حضور کے دیدار سے فیض یاب ہوا ہو تو
منافقین بھی صحابہ کی لسٹ میں شمار کئے جاسکتے ہیں، جب اللہ ان کو اختلاف سے دور رہنے کا
کہہ رہا ہے اور ان کے دین سے پھرنے کا بھی ذکر کر رہا ہے تو اس کا مطلب ہے صحابہ بعد از
وفات رسول پھرے ہونگے اور ان میں وہ تمام جنگیں لگی ہونگی۔ پھر صحابہ بھی انسان تھے جب
ادم کسی گناہ کا ارتکاب کر سکتے ہیں تو پھر صحابہ کے لئے اس قسم کی روش کیوں؟ (یہاں آپ
کے خط کی عبارت ختم کرتے ہیں)

جواب

جناب آغا صاحب آپ نے اپنے سوال میں جو الزام لگایا ہے کہ واضح اور لاجیکل حوالہ سے



منافقین کا اثر اسلام پر اول سے ہی ہے، جناب، آپ یہ بات تو کر گئے لیکن اچھا ہوتا کہ آپ
والی واضح بات کا کوئی حوالہ ہوتا اور وہ لاجک بھی پیش کرتے، ایسے تو نہیں ہوسکتا کہ کسی بھی
معترض کا اعتراض بغیر ثبوت کے قبول کیا جائے، آغا صاحب! میں آپ کے اعتراض اور
الزام کے لئے اتنا عرض کرونگا کہ آپ نے یہ خط عزیز اللہ بوہیو کو لکھا ہے جو شخص اہلسنت نامی
یہ الزام کہ منافقین کا اثر اسلام پر اول سے ہی ہے، تو آپ کا یہ الزام اہل سنت مارکہ شیعوں
کے علم حدیث والے اسلام کے حوالہ سے ہوسکتا ہے اور جناب آغا صاحب یہ بات کہ اہل
سنت مارکہ شیعہ ہی اصل اور سینئر شیعے ہیں، آپ اثنا عشری شیعے ان کے مقابل جونیئر ہو، وہ
آپ کے مقدمتہ الجیش کے طور پر تھے اور ہیں، اور امید ہے کہ آپ نے شیعہ عالم علامہ تیجانی
سماوی کا کتاب "شیعہ ہی اہل سنت ہیں" پڑھا ہوگا، آغا صاحب! آپ کے اکابرین نے جو
قرآن دشمن علم حدیث کا ایک نام سنت بھی رکھا ہے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے سنی مارکہ شیعوں
کی حدیثیں رسول اللہ اور اس کے اصحاب کی طرف منسوب کی ہوئی ہیں جبکہ اثنا عشری علم
سنت کے وارثوں کی حدیثیں رسول اور اس کے وہ صحابی جو شیعوں کو پسند ہیں سلمان فارسی
ابوذر غفاری بی بی ام سلمہ وغیرہ سے لیکر بارہ اماموں کی طرف منسوب کردہ باتوں کو علم حدیث
کہا جاتا ہے، آغا صاحب! جملہ امامی مذاہب کا آپس میں صرف ایک چیز پر اتفاق ہے وہ یہ
کہ یہ آپس میں لڑنے والے سارے فرقے قرآن دشمنی میں سب متفق ہیں مثال کے طور
قرآن سواء للسائلین (۱۔۴۱) کے حکم سے معاشی مسئلہ میں مساوات چاہتا ہے اور وان لیس
للانسان الا ما سعی (۳۹۔۵۳) سے نکھے مفت خوروں کے استحصال کو منع کرتا ہے جبکہ جملہ
امامی مذاہب میں ذخیرہ اندوزی اور پیسے کو محنت کے بجائے پیسوں سے کمانے کو سارے امامی
مذاہب روا سمجھتے ہیں اسلام نے غلامی پر بندش لگائی ہوئی ہے (۶۷۔۸) (۱۶۴۔۶)
(۱۵۔۱۷) جبکہ جملہ امامی مذاہب کے پاس غلامی جائز ہے اس مسئلہ میں مزید معلومات آپ
میری کتاب امامی علوم اور قرآن میں پڑھ سکتے ہیں، اور جملہ امامی مذاہب میں نابالغ بچوں
کے نکاح ہوسکتے ہیں جبکہ قرآن اس سے منع کرتا ہے (۶۔۴)، آغا صاحب یہ بات شروع

ہوئی ہے آپ کے اس الزام سے کہ منافقین کا اثر اسلام پر اول سے ہی ہے۔ سو یہ آپ کا
الزام اس اسلام پر تو درست ہے جو علم حدیث کے نام سے بنایا گیا ہے جو ایسی حدیث بھی
بنائی گئی ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی کی جنازہ نماز رسول اللہ پڑھانے آئے تو عمر
نے عرض کی کہ اللہ نے منافقین کے لئے فرمایا ہے کہ استغفرلھم اولا تستغفرلھم ان
تستغفرلھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم ذالک بانھم کفروا باللہ ورسولہ واللہ
لایھدی القوم الفاسقین (۸۰-۹) یعنی اے نبی اگر آپ انکے لئے ستر دفعہ بھی مغفرت
مانگیں گے تو بھی اللہ انکو عذاب سے نہیں بچائے گا، حدیث میں لکھا گیا ہے کہ آپ نے عمر
کو فرمایا کہ اخر عنی یا عمر لو اعلم انی لوزوت علی السبعین یغفرلہ لزدت
علیھا، یعنی اے عمر ہٹ جا اگر میں جانتا کہ ستر بار سے زیادہ مغفرت مانگنے سے اس کی
مغفرت ہو جاتی تو میں ستر بار سے بھی بڑھ کر استغفار کرتا، آغا صاحب حدیث بنانے والے
کہتے ہیں کہ اسی سورت کی جب آیت نمبر ۸۴ ولا تصل علی احد منھم مات
ابدا ولا تقم علی قبرہ نازل ہوئی جب جا کر رسول رکے ہیں، اس کی تو صاف صاف معنی یہ
ہوئی کہ اللہ نے جب آیت نمبر اسی 80 میں اپنے رسول کو فرمایا کہ ذالک بانھم کفروا
باللہ ورسولہ یعنی میں اللہ منافقین کے لئے دعاء مغفرت سے اسلئے منع کر رہا ہوں جو ان
لوگوں نے اللہ اور اسکے رسول کے احکام سے کفر کیا ہے تو اس کے باوجود رسول بضد رہے ہیں
کہ نفاق تو کیا اگر انہوں نے کفر بھی کیا ہے تو کوئی بات نہیں میں اس کے لئے مغفرت طلب
کرتا ہوں۔ آغا صاحب! سوچنے کی بات ہے کہ جناب رسول کو حدیث سازوں نے اللہ کے
حکم کی کتنی تو انحرافی کرتے ہوئے دکھایا ہے، آغا صاحب! میں کیا کروں آپ بھی حدیث
پرست ہیں اور سنی مارکہ جو امام بخاری ہے وہ اور اسکے سارے پیروکار حدیث والے اسلام کو
صحیح سمجھتے ہیں سو میں عزیز اللہ اب آغا ثناء اللہ پٹھان کے ساتھ جملہ حدیث پرست مسلمانوں کو
بتاتا ہوں کہ آپ اس حدیث والے تفسیر قرآن سے کتنی تو جناب رسول اللہ کی توہین کر رہے
ہو، آغا صاحب! سن لیں کہ منافقون کا اسلام پر کوئی اثر نہیں تھا، جناب رسول کی طرف



رئیس المنافقین کے اوپر نماز جنازہ پڑھنے کی حدیث جھوٹی ہے، اگر یہ حدیث سچی مانی جائیگی تو
رسول کی اللہ سے بغاوت ثابت ہو جائے گی، جب کہ جناب رسول سے ایسی بات کا تصور بھی
نہیں کیا جا سکتا، اب آئیں اور منافقین کے لئے علم حدیث والی تعظیم و تکریم کے مقابلہ میں
قرآن حکیم کے رمارکس سنیں اور پڑھیں، لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبھم
مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لایجاورونک فیھا الا قلیلا
ملعونین اینما ثقفوا اخذو وقتلوا تقتیلا (33-60-61) خلاصہ یعنی اگر منافق لوگ
اور جن کی دلوں میں خباثتوں بھری بیماریں ہیں اور جو لوگ جھوٹی باتوں کی پراگندہ سے
لوگوں میں ہیجان انگیزی کر رہے ہیں وقت آئیگا کہ ہم ضرور ان کے خلاف آپ کو اٹھائینگے
پھر انکا وہ حشر ہوگا جو یہ لوگ تیرے قریب رہنے سے ہی کترائینگے۔ آغا صاحب! آپ سے
امید ہے کہ قرآن کے حوالوں سے منافقون سے متعلق آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ انکی کیا
حیثیت ہے اس آیت میں انہیں بلیک لسٹ اور ہسٹری شیٹ بدمعاش کے طور پر گنا گیا ہے
یعنی جب بھی شہر میں کوئی اضطرابی کیفیت پیدا ہو تو ان کو جوتے مارو، آگے فرمایا کہ یہ لوگ
ملعون ہیں ان کے لئے دائمی حکم ہے کہ جہاں بھی ان کو پاؤ انہیں گرفتار کر کے قتلو تقتیلا قتل
کر دیا جائے آغا صاحب! معاف کرنا میں آپ کے اوپر الزام لگاتا ہوں کہ آپ بھی امام
بخاری کے پیروکار لگتے ہیں جو آپ قرآن کو پڑھنے کے باوجود کہتے ہیں کہ منافقین کا اثر
اسلام پر اول سے ہی ہے قرآن نے دوسرے مقام پر فرمایا کہ اذا جاءک المنافقون
قالوا انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون
(۱-۶۳) خلاصہ یعنی اے نبی! جب تیرے پاس یہ منافق لوگ آکر جو بات کریں اور
شروعات میں آپ کی رسالت کی تصدیق اور اقرار سے گفتگو شروع کریں اور قبول کریں کہ
ہم ایمان لاتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو خیال کرنا یہ تو اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اللہ
کے رسول ہیں لیکن ان منافقون کے لئے اللہ کی شاہدی کو ہر وقت انکی ہر بات پر خیال میں
رکھنا کہ منافق لوگ جھوٹ بولنے والے ہوتے ہیں۔ آغا صاحب! آپ کا جو یہ ذہن بن گیا

ہے کہ علم حدیث کی کتاب بخاری میں جو لکھا گیا ہے کہ منافقوں کے رئیس عبداللہ بن ابی کو
مرنے کے بعد رسول نے کفن کے لئے اپنا جبہ مبارک پہنایا تھا اس لئے یہ دلیل ہے کہ
منافقین کی بڑی عزت تھی آغا صاحب یہ سب جھوٹ ہے نبی نے ایسے آدمی کو کوئی چولا وغیرہ
نہیں پہنایا تھا حدیثیں بنانے والوں نے یہ جھوٹ لکھا ہے کہ جنگ احد میں رسول کے چچا
حمزہ جب شہید ہوئے تھے اس کے لئے کفن کا کپڑا نہیں مل رہا تھا تو اس کے کفن کے لئے
منافقون کے رئیس عبداللہ بن ابی نے کپڑا دیا تھا اس لئے رسول وہ بدلہ چکا رہے تھے منافق
کو اپنا جبہ پہنا کر، آغا یہ سب خرافاتی روایات ہیں ایک تو ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ میت کو
بغیر سلائی کیا ہوا کپڑا کفن کے لئے پہنایا جاتا ہے دوسری طرف ایک منافق کو رسول سے انکا
سلائی کیا ہوا چولا پہنا رہے ہیں اگر یہ حدیث صحیح ہے تو کیا رسول اللہ کے پاس اپنے چچا
کے شہید ہونے کے وقت اپنا کوئی جبہ نہیں تھا جو چچا کو کفن کے لئے پہناتے۔ آغا صاحب!
آپ خوب جانتے ہونگے کہ انکی حدیثوں میں لکھا ہوا ہے کہ شہیدوں کو انکے خون
آلود کپڑوں میں غسل دیئے بغیر دفن کیا جائے کیونکہ وہ جب میدان قیامت میں اٹھیگا تو اللہ
کے سامنے وہ خون بہاتا ہوا شہادت والی کیفیت میں پیش ہوگا، تو انکی اس طرح کی حدیثیں
جناب حمزہ کی شہادت کے وقت کہاں گم ہوگئیں؟ آغا صاحب اس طرح کی جملہ حدیث بازی
رسول کو منافقین کی تعظیم کرنے والا دکھانے کے لئے گھڑی گئی ہیں تا کہ آنیوالے زمانوں
میں، آغا ثناء اللہ پٹھان جیسے آدمی کو اور اصحاب رسول کے دشمن لوگوں کو ایسی حدیثیں کام میں
آسکیں، آغا صاحب! اگر رسول اللہ اپنا چولا منافق کے کفن کے لئے اسے پہنا رہا ہے تو تو
امیر حمزہ کو اپنا چولا نہیں تھا؟ اس سے وہ شہادت کے وقت والی قمیص جو خون آلود بھی تھی کیوں
اتروائی گئی؟ افسوس ہے آپ لوگوں نے علم حدیث کے جھوٹوں پر کوئی غور نہیں کیا اور آپ کا
سارا غور اور تجسس اس طرف ہے کہ اصحاب رسول کو کس طرح گالی دیں اور کس طرح ان کی
تذلیل کریں اس لئے آپ نے اپنے خط میں سورت اعمران کی آیت نمبر 106 صحابہ پر فٹ
کردی ہے، جس کا ان کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے یہ صرف آپ نے اپنی تبرائی ذہنیت



کی تسکین کے لئے کافروں سے متعلق ایت قرآن کو اصحاب رسول کے ساتھ ملایا ہے صرف
اس دلیل کے ساتھ کہ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں سورت مائدہ کی آیت فلما توفیتنی
کنت انت الرقیب علیھم کے ذیل میں لکھا ہے کہ رسول کی وفات کے بعد اس کے
اصحاب مرتد اور دوزخی ہوگئے تھے سو آپ کے ایسے استدلال کے لئے آپ کے سینئر پیشوا سنی
مار کہ شیعہ امام بخاری نے تبرا کرنے کیلئے آپ کو حدیثیں بنا کر دی ہیں جو آج تک آپ لوگ
شیعہ سنی بھائی بھائی بنے ہوئے ہیں۔۔ آغا صاحب! آپ نے لکھا ہے کہ منافقین کا اثر اسلام
پر اول سے ہی ہے۔ کیا آپ اپنے خیالات کے خلاف قرآنی آیات پر غور نہیں کرتے قرآن
فرماتا ہے کہ یحذر المنافقین ان تنزل علیھم سورۃ تنبئھم بمافی قلوبھم قل
استھزؤا ان اللہ مخرج ماتحذرون (۹_۶۴) خلاصہ یعنی منافق لوگ ڈرتے ہیں کہ
کہیں ان کے خلاف کوئی سورت نہ اتاری جائے جو انکی اندر کی سوچوں اور باتوں کی انقلابی
لوگوں کو خبر دے دے، اے رسول انہیں کہدو کہ تم مذاق کئے جاؤ، اللہ تمہاری ان اندر کی
باتوں کو کھولنے والا ہے جس کا تم اندیشہ کر رہے ہو، آغا صاحب! دین کو سمجھنے کے لئے اہل
فارس کی امامی تحریک والوں کی بنائی ہوئی حدیثیں پڑھینگے تو آپ انقلاب رسالت اور دین
اسلام کو ہرگز بھی سمجھ نہ سکینگے، منافقوں کا کسی بھی دور میں اسلام کے اوپر اثر نہیں رہا ہے یہ
لوگ شروع سے ہی بلیک لسٹ ہیں، آپ انکے متعلق علم حدیث کے بجاء قرآن پڑھیں جس
میں کھل کر قرآن کہتا ہے کہ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ولن تجدلھم
نصیرا (۴_۱۴۵) یعنی منافق لوگ آگ کے نچلے سے بھی نچلے طبقے میں ہونگے، انکے لئے
آپ کسی بھی مددگار کو پا نہ سکینگے، جناب آغا ثناء اللہ صاحب! آپ کے خط سے ثابت ہوا
ہے کہ آپ پہلے ایک ذہن اور نظریہ طےء کر کے پھر اپنی خواہشات کے مطابق قرآن سے تائید
میں الفاظ کی تلاش کے لئے قرآن پڑھتے ہیں جبکہ قرآن کا کہنا یہ ہے کہ لایمسہ الا
المطھر ون (۵۶_۷۹) یعنی قرآنی فھیم اور پرواز کو وہ لوگ چھو سکینگے جو پاک ذہن لوگ
ہونگے، یعنی اپنا ذہن خالی بنا کر نیک نیتی کے ساتھ حق اور ہدایت کی تلاش کے لئے جو کوئی

قرآن پڑھیگا وہ آدمی ہی اس سے کچھ حاصل کرسکیگا۔

جناب آغا صاحب! آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ تو اسے کہا جاتا ہے جو حضور کے دیدار سے فیض یاب ہوا ہو، تو منافقین بھی صحابہ کی لسٹ میں شمار کیئے جاسکتے ہیں۔ آغا صاحب میں نے منافقین کے کافر ہونے اور دوزخ کے نچلے حصہ کے حقدار ہونے کی بہت تھوڑی سی آیتیں ابھی لکھی ہیں پھر بھی آپ انکو اصحاب رسول میں سے شمار کررہے ہیں؟ آغا صاحب! میں نے آپ کے اوپر جو الزام لگا دیا ہے کہ آپ قرآن کو حق سچ کی تلاش کی نیت سے نہیں پڑھتے آپ اپنا ذہن بعض طئہ شدہ نظریات سے بھر کر پھر انکی تائید کے لئے قرآن سے الفاظ تلاش کرتے ہیں جب قرآن آپ کی مطلوبہ چیزیں آپ کو نہیں دیتا تو پھر کفار کیلئے استعمال کردہ قرآنی ریمارکس آپ اصحاب رسول پر فٹ کردیتے ہیں، کیا تو آپ قرآن پر ظلم کررہے ہیں، میں آپ کی خیر خواہی کے لئے عرض کرتا ہوں کہ برتن صاف اور خالی کرکے قرآن کی دربار علمی میں آئیں انشاء اللہ آپ قرانی نور سے منور ہوجائینگے، قرآن نے جب منافقین کو کافر اور جھنمی قرار دیا تو اب یہ طئہ ہوگیا کہ آغا صاحب نے جو اصحاب رسول کی تعریف کی ہے کہ صحابی اسے کہا جاتا ہے جو حضور کے دیدار سے فیض یاب ہوا ہو۔ اس کا تو قرآن نے رد کردیا ہے، آغا صاحب اگر آپ کی اور آپ کے پیش رووں کی یہ صحابی بننے کی تعریف مانی جائے تو جو صحابی نابین ہو وہ تو آپ کی تعریف سے شرف صحابیت میں نہیں آسکیگا، آغا صاحب صحابی بننے کے لئے جو پہلا شرط ہے ایمان لانا الذین آمنوا و اعملوا الصالحات وہ آپ نے اپنی تعریف کے اندر ذکر نہیں کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مخاطبین سے بات کرتے وقت حقائق کا کچھ حصہ گم کرکے دھوکہ دہی سے کام نکالنے کو روا سمجھتے ہیں، شاید آپ پیشہ ور مناظرہ باز قسم کے مولوی لگتے ہیں میرے محترم! میرے عزیز آغا صاحب، دنیا کی زندگی بہت تھوڑی ہے، جب ہم سب اللہ کے سامنے پیش ہونگے جو وہ سب کے دلوں کے بھید جانتا ہے یہاں دنیا میں شاید لوگوں کو بیوقوف بنانے میں کامیاب ہوجائیں کہ آغا ثناء اللہ کے پاس بھی اپنے موقف کی تائید میں قرآنی دلائل موجود ہیں لیکن



اللہ کے آگے اس طرح کی مناظرہ بازی نہیں چلے گی۔ جناب عالی! صحابی رسول بننے کے لئے امنو کے بعد محمد رسول اللہ والذین معہ والی آیت میں معیت کے لفظ پر غور فرمائیں صحابی بننے کے لئے رسول کے ساتھ ایمان لانے کے بعد دکھ سکھ میں ہمیشہ ساتھ دینے ساتھ رہنے تاحیات وفاداری لازمی شرط ہے۔ جناب آغا صاحب جن ہوائی مفروضوں پر آپ نے جھوٹوں کے پل باندھے ہیں کہ جب اللہ ان کو اختلاف سے دور رہنے کا کہہ رہا ہے، سو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کردیا کہ یہ آیت ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا (3-106) سے کسی دوسری تباہ شدہ قوم کی مثال سے بات سمجھائی جارہی ہے ورنہ اصحاب رسول کے لئے تو قرآن نے کہہ دیا کہ فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا (۱۰۳_۳) یعنی اللہ نے آپ اصحاب رسول کی دلوں کو آپس میں جوڑ دیا ہے اب تم ایک دوسرے کے بھائی بھائی بنگئے ہو، آگے آپ لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ صحابہ بعد از وفات رسول دین سے پھرے ہونگے آغا صاحب! قرآن نے آپ کے اس مفروضے کا بھی رد کردیا ہے کہ فقد وکلنا بھا قوما لیسوا بھا بکافرین (۸۹_۶) یعنی ہم نے اس علم کتاب علم وحی کی وراثت کا ایسی قوم کو وکیل بنا دیا ہے جو کبھی بھی اسکے ساتھ کفر نہیں کرینگے۔ آگے آپ مزید لکھتے ہیں کہ ان میں جو جنگیں مشہور شدہ ہیں وہ ضرور لگی ہونگی میں آپ کے اس مفروضے کے لئے بھی کہتا ہوں کے ایسی جنگیں جو اصحاب رسول کی آپس میں مشہور کردہ ہیں یہ بھی حدیث سازوں کی کرشمہ سازی ہے یہ ساری ان کی ڈرامے بازی اور افسانہ سازی ہے اگر ہم اصحاب رسول کے مابین لڑائیوں کو قبول کرتے ہیں تو قرآن نے جو فرمایا ہے کہ **والف بین قلوبھم لو انفقت مافی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم** (۶۳_۸) خلاصہ یعنی اللہ نے ان اصحاب رسول کے دلوں کو آپس میں جوڑا ہے، اگر آپ دنیا بھر کی دولت خرچ کرڈالیں تو بھی ان کے برابر دلی محبت کسی کے اندر پیدا نہ کرسکینگے، لیکن اللہ کا کرشمہ ہے، جس نے اتنی محبت انہیں کے دلوں میں پیدا کی ہے وہی اللہ غالب اور حکمت والا

ہے۔آغا صاحب! آپ فرماتے ہیں کہ جب آدم کسی گناہ کا ارتقاب کرسکتا ہے تو پھر صحابہ
کے لئے اس قسم کی روش کیوں۔ جناب قرآن میں جو ذکر ہے کہ فعصیٰ آدم ربہ فغوی اس سے
مراد عام آدمی ہیں فرد واحد نہیں ہے اور ادم نام بھی اسم نوعی ہے اس سے مراد کوئی معین ایک
شخص نہیں ہے اور کیا آپ قرآن کو نہیں پڑھ رہے کہ اصحاب رسول کے لئے قرآن میں اللہ
گارنٹی دے رہا ہے کہ فقد وکلنا بھا بقوم لیسوا بھا بکا فرین، یعنی ہم نے اس علم وحی
کی امانت کے لیئے ایسی قوم کو وکیل بنایا ہے جو اس کے ساتھ کبھی بھی کفر نہیں کرینگے، تو
آغا صاحب آپ کو ضد ہے کہ آپ اصحاب رسول کو دین سے پھر جانے والا ثابت کر کے اللہ
کو بھی جھوٹا بنائیں آپ نے خط میں ڈاکٹر ذاکر نائک کے حوالہ سے اصحاب رسول کی جنگوں
کے ثبوت کی بات کی ہے جناب آغا صاحب! ہمارا ایمان اللہ اور اسکی کتاب قرآن پر ہونا
چاہیے ڈاکٹر ذاکر نائک قرآن کے خلاف علم حدیث کی وکالت کر رہا ہے یہ ذکر نائک بھی اہل
سنت مارکہ شیعہ ہے یہ بات آپ ہر آدمی کے لئے یاد رکھیں کہ جو بھی شخص دین کے ماٗخذ کے
لئے اکیلے قرآن کے سوا کسی اور علم کو ماٗخذ قبول کریگا تو وہ مشرک قرار پائیگا، دین کی اصل
واحد قرآن ہے۔ جب کہ ڈاکٹر ذاکر نائک کو عالمی سامراج نے علم حدیث کو بچانے اور ماٗخذ
کے طور پر قبول کرانے کے لئے نوکری پر رکھا ہوا ہے یہ آدمی آپ کی بنیاد علم حدیث کو بچانے
کے لئے مقرر شدہ ہے۔

آگے آپ لکھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک حضور کی کوئی آل ہی نہیں تھی تو آیت مباہلہ جسے آپ
نے اپنی کتاب میں بھی نقل کیا ہے تو اس میں بیٹوں کا لفظ ہے تو اس آیت میں بیٹوں کا لفظ
کیوں آیا، سو جناب عالی! آل تو بیٹوں اور پوتوں سے کہلائی ہے یعنی آل ددھیال سے
منسوب ہوتی ہے بیٹی کی اولاد بیٹی کے شوہر اور سسر کی کہلائے گی نانا کی وہ آل نہیں کہلا سکتی
خود قرآن کا حکم ہے کہ ادعوھم لا بآئھم ھو اقسط عند اللہ (۵_۳۳) یعنی ہر ایک کو
اپنے باپ دادوں کے ناموں سے پکارا کرو، آیت مباہلہ میں جو فرمان ہے کہ فمن حاجك
فیہ من بعد ماجائك من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم ونسآئنا ونسائکم



وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین (۶۱_۳) خلاصہ یعنی
ان نصاریٰ میں اسے آپ کے ساتھ علم کے ملنے کے بعد جو جھگڑا کرے آپ انہیں کہیں کہ بات
آسان ہے آپ بھی اپنے جوانوں اور عورتوں سمیت آئیں اور ہم بھی اپنے جوانوں اور
عورتوں سمیت آتے ہیں پھر نبتھل یعنی سب کے لئے کھلا راستہ ہے، یعنی ہم معاشرت میں
ایک دوسرے کے نظریوں سے الگ ہو جائیں، آپ لوگ اور ہم لوگ زندگی کے سفر میں یہ
ایک ہی نعرا ایک ہی اصول ایک ہی نظریہ رکھیں کہ ہم میں سے جو شخص بھی حقائق دینی حقائق
علم وحی کی تکذیب کریگا اس پر اللہ کی لعنت ہو، جناب آغا صاحب علم حدیث میں لکھا گیا ہے
کہ عیسائی لوگ آئے ہی نہیں تھے لیکن یہ غلط ہے یہ تعالوا کا جو حکم اور پکار ہے اس پر یقیناً عمل
ہوا ہے یہ تو ایک محاوراتی جملہ ہے یہاں آؤ گے سے مراد ہے کہ اب دیکھینگے کہ آپ مردوں
اور عورتوں سمیت اور ہم بھی مردوں اور عورتوں سمیت میدان حیات کی سفر میں چلینگے تو دنیا
دیکھے گی کہ سفر حیات میں آپ کا چلن کی معنی کہ آپ تثلیث کے عقیدہ پر چلینگے ہم توحید کے
عقیدہ پر چلینگے اس سفر زندگی میں چلنا یہ بغیر ایک دسرے کے ساتھ جھگڑنے اور رکاوٹیں
ڈالنے کے ہوگا اس معنی کی تائید ہوتی ہے آیت لکم دینکم ولی دین سے یعنی تمہارا
دین تمہارے لیے میرا دین میرے لیے (۶_۱۰۹) دوسری تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے
کہ وقل للذین لایؤمنون اعملوا علیٰ مکانتکم انا عاملون وانتظروا انا
منتظرون (۲۲_۱۱) یعنی جو لوگ ایمان نہیں لا رہے انہیں کہہ دیں کہ تم اپنے موقف پر عمل
کرتے رہو ہم اپنے موقت پر عمل کرتے رہیں پھر وقت خود بتائے گا کہ کون درست اور کون
غلط ہے یعنی یہ ایک محاورتی جملے ہیں نبتھل کا اصل بھل ہے بھل کی معنی آزاد بے مہار۔ اس
لفظ بھل سے پاگل آدمی کو بھلول کہا جاتا ہے یعنی وہ کسی عقل اور قانون کے قید میں نہیں
ہوتا، محترم آغا صاحب! الفاظ کی اپنی جو معنویت ہوتی ہے اس کی فہم کے حوالوں سے صحیح نتائج
نکلتے ہیں، سو اس آیت (۶۱_۳) میں جو دعوت مباہلہ کی ایک مخصوص تفسیر کی گئی ہے کہ رسول
اپنے ساتھ حسن حسین علی فاطمہ کو لے آیا اور سامنے عیسائی پادری انکو دیکھ کر بھاگ گئے پھر وہ

مجلس مباہلہ طرفین کی جیسے کہ منعقد ہی نہیں ہوئی یہ علم الحدیث کی گمراہ کرنے والی تفسیر ہے
جناب عالی میں نے جو عرض کی کہ اس آیت کے مطابق مستقبل میں مسلم امت اور نصاریٰ کا
باقائدہ سے جیسے کہ مباہلہ ہوا ہے وہ اس طرح کہ عیسائی اپنی تثلیث پر آزادی سے گامزن
رہے اور امت مسلمہ توحید پر آزادانہ گامزن رہی اور نہایت جلد وہ وقت آگیا کہ فارس کے فتح
ہوتے ہی عالم نصرانیت کا مرکز روم بھی فتح ہوگیا، آغا صاحب! ابھی میں نے عرض کیا کہ
قرآن کو سمجھنے کے لئے الفاظ کی معنوی حرمت کا خیال رکھا کریں آیت مباہلہ میں ابناء جمع کا
صیغہ ہے آپ حدیثوں والی تفسیر کے مطابق صرف دو عدد بیٹے حسن وحسین بچے لائے
ہیں ان کے لئے جمع کے صیغہ سے تو قرآن کی غلطی ثابت ہوجاتی ہے ایسی صورت میں تثنیہ کا
صیغہ لایا جاتا کہ ندع ابنینا وابنائکم لیکن یہاں تثنیہ کے بجاء جمع کا صیغہ ہے اور جمع کی
صورت میں معنی یہ ہوئی کہ ہم اہل اسلام اپنے جملہ جوانوں اور عورتوں سمیت آتے ہیں اور تم
عیسائی بھی جملہ جوانوں اور عورتوں سمیت آؤ۔ آغا صاحب اس آیت مباہلہ میں نساء عورتوں
کے لئے جو لفظ بولا گیا ہے وہ جمع کی معنی رکھتا ہے تو آپ مباہلہ کے لئے علم الحدیث سے جو
جعلی واقعہ بنائے بیٹھے ہیں اس میں تو آپنے رسول کے ساتھ دو بچے اور ایک انکی ماں فاطمہؑ
دکھائی ہے پھر معنی تو یہ ہوئی کہ رسول نے دونوں لحاظ سے کورم پورا نہیں لایا، نساء جمع کی جگھ
ایک بیٹی لایا اور ابناء جمع کی معنی ہے سارے نوجوان تو رسول صرف دو بچے لے آیا وہ بھی
ابن کی عمر کے بجاء طفل کی عمر والے تھے، آغا صاحب! آپ کی علمیت میں ضرور یہ بات ہوگی
کہ ابن نوجوان بیٹے کو کہا جاتا ہے کیونکہ لفظ ابن لفظ بناء سے اخذ شدہ ہے لفظ بناء بنیاد اور تعمیر
کی معنی میں آتا ہے سو اس معنی کے لئے جوانی اور مضبوطی کی عمر والی طاقت چاہیے آپ اس
جعلی واقعہ مباہلہ میں جو حسن حسین دو کو جمع کے صیغہ میں لائے ہیں یہ تو ابھی ذریۃ کی عمر
میں ہیں ان کی عمر ابھی ابن اور بنو کی جوانی کو نہیں پہنچی تھی، فرعون کے حوالہ سے جو قرآن میں
آیا ہے کہ یذبح ابناء ھم و یستحیی نساء ھم وہاں بھی یہی معنی ہے کہ فرعون بنی
اسرائیل کے جوانوں کو ذبح کرتا تھا اور کمزوروں کو چھوڑ دیتا تھا میرے خیال میں جناب آغا



صاحب اگر آپ انصاف پسند ہونگے تو آیت مباہلہ کو تفسیر کرنے والی حدیثوں نے جو اس کی
عملی شکل بنائی ہے یقیناً وہ لفظ ابناء جمع اور نساء جمع کے صیغوں کی معنوی تحریف کرنے والی تفسیر
ہے سو قرآن تو آپ کے علم حدیث کی تحریف معنوی سے چھلنی کیا ہوا ہے۔
جناب آغا صاحب! آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ، لیکن آپ کی آل بی بی فاطمہؑ سے آگے
چلی ہے۔ میں یہاں ایک علمی سوال آپ کے ذہن میں لاتا ہوں کہ اصول کافی نے جو بی بی
فاطمہ کی ولادت باسعادت کا سال میلاد فاطمہ میں لکھا ہے وہ نبوت ملنے کے پانچ سال بعد کا
ہے علم روایات کے حوالوں سے مشہور یہ ہے کہ جناب رسول اللہ نے اپنی پچیس سال کی عمر
میں جناب خدیجۃ الکبریٰ سے شادی کی ہے اور اس وقت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کی عمر شادی
کے وقت چالیس سال کی بتائی گئی ہے تو اس حساب سے جب رسول اللہ کی عمر پینتالیس ہوگی
فاطمہ کے ولادت کے سال تو اس وقت فاطمہ کی ماں خدیجۃ الکبریٰ کی عمر تو ساٹھ سال بنتی
ہے جناب عالی ساٹھ سال کی عمر میں میڈیکل سائنس عورت کا بچہ جننا قبول نہیں کرتی اگر
آپ فرمائینگے کہ ابراہیم کی اہلیہ کو اللہ نے بڑی عمر میں اسحاق دیا تو ہم اس موقعہ پر عرض
کرینگے کہ اگر ابراہیم کی اہلیہ کو بیٹا دینے کے لئے اللہ اس کو قرآن میں ذکر کرتا ہے تو جناب
رسول اللہ کی بیٹی جو کئی سارے اماموں کی آگے چلکر ماں اور دادی بننے والی ہے تو اس کا بھی
ذکر قرآن کو ایز اسپیشل کیس کرنا چاہیے تھا جو اللہ کے قانون تخلیق کے خلاف ہے، جناب
عالی سندھی زبان میں میری ایک کتاب ہے جو دو عدد کتابوں اصول کافی اور نہج البلاغہ پر لکھی
گئی ہے وہ آپ کو جیکب آباد میں میرے دوستوں کے ہاں سے مل سکے گی میرے ہاں ختم
ہوگئی ہے شاید صرف ایک کاپی ہو تو ہو جو کسی کو دینی نہیں ہے۔ ویسے کتاب اصول کافی کے
اندر میلاد ائمہ کے بابوں میں لکھا ہوا ہے کہ جناب امام حسنؑ کی ولادت ہجرت کے دوسرے
سال میں ہوئی ہے اور امام حسن کی ولادت کے چھ ماہ بعد امام حسینؑ کی ولادت وہوئی ہے۔
ان حوالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بی بی فاطمہ کی شادی علیؑ کے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی
ہے اور دسویں سال کی عمر میں بی بی صاحبہ نے اپنے بیٹے امام حسن کو جنم دیا ہے آپ نے لکھا

ہے کہ میں کتاب اصول کافی پر بھی بخاری کی طرح تبصرہ لکھوں سو میں امام یعقوب کلینی کا بڑا شکر گذار ہوں کہ اس نے اپنی کتاب الکفافی میں بی بی فاطمہؑ اور حسنین کے سال ولادت سے امت کو آگاہ کر دیا کہ وہ اللہ کے اعلان فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ (۳۰-۳۰) یعنی اللہ اپنے قوانین تخلیق کو تبدیل نہیں کرتا۔ فاعتبر وایا اولی الابصار۔



# خطبہ حجة الوداع

# قرآن کے آئینے میں

# مقدمہ

سندھ کے مشہور تعلیمی ادارہ کیڈٹ کالج لاڑکانہ کے نامور تعلیمی ماہر جناب محمد یوسف شیخ صاحب پرنسپل کالج نے اپنے ادارہ کی کچھ مطبوعات ازراہ عنایت میری طرف ارسال فرمائیں، ان کتب کے اندر ایک کتابچہ ''حجۃ الوداع'' نامی بھی شامل تھا، جسکی ترتیب و تدوین کالج کے اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات جناب حافظ عبدالوہاب منگریو صاحب نے فرمائی ہوئی ہے۔ اس خطبہ کیلئے یہ مشہور ہے کہ جناب رسول اللہ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں عرصہ نبوت کے اندر جو صرف ایک ہی حج کیا تھا وہ بھی فتح مکہ کے بعد اپنی وفات سے تین ماہ پہلے اس لئے اس حج کا نام حجۃ الوداع کے نام سے مشہور کیا ہوا ہے، ودع اور الوداع کا لفظ آخری ٹھکانے اور رخصتی کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس آخری حج کیلئے مشہور ہے کہ اجتماع حج میں شریک حجاج کی تعداد اندازاً سوا لاکھ تھی، اس اجتماع حج کے سامنے جو خطاب جناب رسول اللہ سلام اعلیہ کی طرف منسوب کیا ہوا ہے وہ سارا کامل خطبہ کتب احادیث میں کسی بھی ایک مقام پر ایک ساتھ مسلسل ترتیب سے لکھا نہیں ہے بلکہ اس خطاب کے جدا جدا ٹکڑے متفرق اور منتشر حالت میں جدا جدا کتابوں میں ملتے ہیں، جو یہ متفرق ٹکڑے جیسے کہ دیگر روایات بنام احادیث مختلف رواۃ احادیث سے ملتے ہیں جنکی حیثیت بھی وہی خبر واحد یا دوسری حدیثوں کے مثل ہے، جبکہ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ جو خطاب خطبہ جناب رسول اللہ سوا لاکھ انسانوں کے جم غفیر کے سامنے دے رہیں تو اس خطبہ حج کے لئے باقائدہ مکمل طور پر کاتبوں سے لکھوائے جانے کا اہتمام کیا جاتا اور اس خطاب وخطبہ کی کاپیاں حدود اسلامی مملکت کے اطراف واکناف سے آئے ہوئے وفود کو تحریری شکل میں تقسیم کی جاتیں، اور اس خطبہ کی روایات میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ



جناب رسول اللہ کو آئندہ تھوڑے دنوں مین اپنے لئے وفات پا جانے کا بھی اشارہ مل چکا ہے جو بڑے وثوق سے فرمایا کہ **فانی لا ارانی وایاکم ان نجتمع فی هذاالمجلس ابدا بعد عامی هذا** ۔یعنی تحقیق میں نہیں دیکھ رہا کہ میں اور آپ اس سال کے بعد کبھی بھی اس مجلس (حج) میں جمع ہو سکیں گے'' اس خطبہ کیلئے جو آجکل یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ منشور انسانیت ہے اور چارٹر آف ہیومنٹی کی حیثیت رکھتا ہے'' تو ایسی اہمیت والی ہدایات کا نہ جناب رسول اللہ نے ہی حفاظت کا اہتمام کرایا نہ ہی سوا لاکھ سامعین میں سے کسی نے اسکو ایسی اہمیت دی جتنی کیڈٹ کالج لاڑکانہ کے جناب حافظ محمد عبدالوہاب صاحب اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات نے دی ہے، ویسے جس خطبہء رسول کو سوا لاکھ انسانوں نے سنا ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ اسکیلئے خطبہ کے اخیر میں جب رسول علیہ السلام تاکید کے ساتھ وعدہ بھی لے رہے ہیں کہ **الافلیبلغ الشاهد الغائب** یعنی خبردار! جو شخص بھی یہاں موجود یہ میرا خطاب سن رہا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ ہر اس آدمی تک میری باتیں پہنچائے جو غائب ہے، سو اتنے تاکید کردہ فرمان کا امت والوں نے کیا تو حشر کیا ہے جو کوئی ایک یا ڈیڑھ سطر کا ٹکڑا ایک کتاب میں ملتا ہے تو اتنا ہی یا دگنا یا کم دوسرا ٹکڑا دوسرے مقام پر دوسری کتاب میں ملتا ہے، مکمل خطبہ یکجا ایک ہی کتاب میں ترتیب کے ساتھ کہیں بھی نہیں ہے'' اس سے تو صاف صاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس منشور انسانیت کی جناب رسول کی نظر میں بھی اتنی اہمیت نہیں تھی جو اسے لکھوا کر لوگوں میں تقسیم کراتے جبکہ انہوں نے صرف بن لکھے ہوئے خطاب کو پہنچانے کی سفارش تک بات کو محدود رکھا ہے'' چلو اگر یہ سارا اہتمام نہیں بھی ہوا، تو کم از کم جناب رسول کی طرف سے جو تاکید فرمائی گئی کہ ہر موجود آدمی پر لازم ہے کہ وہ میرے اس خطبہ کو غائب اور غیر حاضر آدمی تک پہنچائے، تو اس وقت جو اصحاب رسول سوا لاکھ کی تعداد میں سامنے موجود خطبہء رسول سن رہے تھے ان جملہ اصحاب

رسول میں سے ایک بھی ایسا اصحابی نہیں تھا جس نے جناب رسول کے اس حکم کو اتنی اہمیت
دی جتنی کہ رسول نے تاکید فرمائی، اور جن لوگوں سے یہ ٹکڑے ٹکڑے روایت کیئے گئے ہیں
گویا کہ انہوں نے بھی سارا خطبہ جناب رسول کا یاد نہیں کیا، اس کتابچہ میں جناب حافظ
عبدالوہاب منگریو صاحب نے خطبہ حجۃ الوداع کے جتنے بھی پارٹ، پیس اور ٹکڑے جمع کیئے
ہیں وہ کل اٹھائیس ہیں جو کہ انہوں نے مختلف کتب احادیث سے متفرق مقامات سے چن
چن کر ایک کتاب میں جمع کیئے ہیں، جو بھی مختلف روایات حدیث کی مختلف سندوں سے لئے
ہوئے ہیں یعنی ان جملہ روایات نے بھی سارا خطبہ یاد کرنے اور محفوظ کرنے کی بجائے کچھ
کچھ سطر دو سطر جتنے ٹکڑے یاد کیئے ہیں، اس پوری ماجرا سے جناب رسول پر بھی الزام آتا ہے
کہ انہوں نے اپنے فرمودات کیلئے زبانی کلامی سفارش سے بڑھ کر امت تک پہنچانے کا
کوئی تحریری انتظام نہیں کیا اور اگر اصحاب رسول جنکی اسوقت تعداد سوا لاکھ تھی وہ سب اگر ر
سول کا حکم مانتے۔ کہ اس خطاب کو غیر حاضر لوگوں تک پہنچاؤ تو کم سے کم اس کتاب کے
اٹھائیس ٹکڑوں کی علم حدیث کے اندر انکی بتائی ہوئی اصطلاح متواتر حدیثوں والی کو الٹی
ہو جاتی یعنی خطبہ حجۃ الوداع کی روایات کے اولین راوی سوا لاکھ لوگ ہوتے وہ بھی سارے
کے سارے اصحاب رسول ہوتے، جبکہ سوا لاکھ اصحاب رسول نے تو اس خطبہ کو روایت بھی
نہیں کیا، بلکہ ایک سو اصحاب رسول نے بھی جناب رسول سے اس خطبہ کو روایت نہیں کیا،
جبکہ جناب رسول کا حکم ابلاغ خطبہ کیلئے جملہ سوا لاکھ اصحاب کو تھا، اسطرح سے تو اصحاب
رسول پر الزام آتا ہے کہ انہوں نے بھی جناب رسول کے اس حکم ابلاغ خطبہ پر عمل نہیں کیا''
جبکہ اصحاب رسول کی اتباع رسول کے حوالے سے خود قرآن گواہی دے رہا ہے کہ **وما
من حسابك عليهم من شئی**'' (۵۲۔۶) یعنی اے محمد! تیرے ساتھیوں نے
آپکی اطاعت کے اتنے تو حقوق ادا کیئے ہوئے ہیں جواب تیرا کوئی بھی حساب انکی طرف



نہیں رہتا'' انہوں نے آپکے سارے حساب چکائے ہوئے ہیں، جناب قارئین! اصحاب
رسول کے شان میں قران کی اس گواہی کو سامنے رکھتے ہوئے پھر خطبہ حجۃ الوداع کے مبینہ
فرمان رسول کے **الا فليبلغ الشاهد الغائب** یعنی تم میں سے ہر شاہد ساتھی
غائب لوگوں کو یہ میرا خطبہ پہنچائے پھر جب یہ خطبہ تو پورے بیس تیس اصحاب سے بھی
روایت شدہ نہیں ہے سو اسکی معنی تو یہ ہوئی کہ سوا لاکھ اصحاب رسول نے تو ابلاغ خطبہ والے
فرمان نبوی کی تعمیل نہیں کی، اسطرح سے تو قرآن نے جو اصحاب رسول کی تعریف کی ہے کہ
**ومامن حسابك عليهم من شئی** یعنی اے نبی! تیرا کوئی بھی حساب تیرے
ان ساتھیوں کی طرف نہیں رہتا، پھر تو یہ آیت قرآن (۵۲۔۶) جھوٹی ہو جاتی ہے، اسلئے
یقین کیا جائے کہ قرآن سچی کتاب ہے، اصحاب رسول سارے کے سارے سچے اور
فرمانبردار رسول ہیں، لیکن یہ خطبہ والے اقوال جو کہ جناب رسول علیہ السلام کی طرف
منسوب کردہ ہیں یہ من گھڑت ہیں، ایک تو اسلئے بھی کہ اس خطبہ میں جیسے کہ حکم قرآن، وذکر
بالقرآن من يخاف وعيد (۴۵/۵۰) یعنی جن لوگوں کو اللہ کی وارننگ سے ڈر ہوتا ہو، انہیں
قران سے نصیحت کیا کر'' سو جناب رسول نے اللہ کے اس حکم کی بھی تعمیل نہیں کی یعنی اس
خطبہ کی نقل کردہ اٹھائیس روایات میں سے کسی ایک روایت میں بھی رسول کا کوئی ایک فرمان
بھی قرآن کے حوالہ سے کسی بھی آیت کے حوالہ سے نہیں ہے۔ جناب قارئین! آپ ابھی
پڑھ کر دیکھیں گے کہ یہ ٹوٹل اٹھائیس کی اٹھائیس روایات کسطرح تو خلاف قرآن ہیں اور
ان روایات کی آڑ میں فلسفہ قرآن کو کس طرح تو بائی پاس کیا گیا، اور کس طرح تو قرآنی
فلاسفی سے انحراف کیا گیا ہے۔ لیکن خطبہ حجۃ الوداع کی یہ اٹھائیس روایات ہی کیا چیز ہیں
آپ سارے کا سارا علم حدیث، اسکی لاکھوں روایات پڑھ کر دیکھیں کہیں بھی آپ نہیں
دیکھیں گے کہ جناب رسول اللہ اپنے وعظوں کے اندر آیات قرآن پڑھ کر انکے اتباع مین

انکے ذیل میں کوئی استنباط مسائل وجزئیات والاتفسیر فرماتے ہونگے، بلکہ میں چیلنج کرتا ہوں
کہ علم حدیث کی روایات کا رخ قرآن کو رد کرنے کی طرف ہوتا ہے، علم حدیث کی روایات
میں قرآن کی توہین ہوتی ہے، قرآن کیلئے جیسے کہ گالی ہوتی ہے، پڑھ کر دیکھیں حدیث
**عن عبداللہ بن عمر و بن عاص قال ان فی البحر شیاطین
مسجونة اوثقها سلیمان یوشك ان تخرج فتقراء علی الناس
قرآنا"** (کتاب مسلم جلد اول صفحہ ۱۰ مطبع قدیم کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی۔۱)
یعنی سمندر میں شیطانوں کو قید کیا ہوا ہے جنہیں باندھا ہے سلیمان نے، قریب ہے کہ وہ نکلیں
اور لوگوں کو قرآن سنائیں گے" محترم قارئین! علم حدیث کی ایجاد اور اختراع کا سبب اور
علت صرف قرآن کو رد کرنا ہے، اور مسائل حیات کے سیکھنے سمجھنے کیلئے لوگوں کا رخ قرآن
سے ہٹا کر موڑ کر خلاف قرآنی علوم کی طرف پھیرنا ہے" اگر میری یہ دعویٰ غلط ہے تو کوئی
بتائے کہ میں اسے نام نہاد صحاح ستہ نامی کتب سے کتنی احادیث قرآن کو رد کرنے والی اور
خلاف قرآن روایات نکال کر دکھاؤں پھر وہ شخص خالص قرآن کی طرف آئیگا۔

جناب قارئین! یہ علم حدیث بنایا ہی اس واسطے گیا ہے کہ دنیا والوں کو یہ دکھایا
جائے کہ دیکھو کہ مسلم امت کے رسول کے گھر کی چال چلن کیسی تو آوارہ ہے نعوذ باللہ۔
ملاحظہ فرمائیں کتاب مسلم کی حدیث **عن ابی عبدالرحمٰن قال خطب
علی کرم اللہ وجهه فقال یا ایها الناس اقیموا علی ارقائکم
الحد من احصن منهم ومن لم یحصن فان امة لرسول اللہ
صلی اللہ علیه وسلم زنت فامرنی ان اجلدها فاذا هی
حدیث عهد بنفاس فان انا جلد تها ان اقتلها فذکرت ذالك
للنبی صلی اللہ علیه وسلم فقال احسنت** (کتاب مسلم جلد الثانی



صفحہ ۷۱ باب حد الزنا مطبع قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی۔۱) یعنی خطبہ دے
رہے تھے علی کرم اللہ وجہہ جس میں فرمایا کہ اے لوگو! اپنے غلاموں پر حدود قائم کرو، وہ شادی
شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، تحقیق جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں ایک لونڈی تھی
جس نے زنا کی پھر حکم فرمایا مجھے کہ میں اس پر زنا کی حد نافذ کروں، پھر میں نے جو اسے پایا
تو وہ بچہ جننے کے وقت کو قریب تھی پھر خیال کیا کہ اگر میں نے اس پر حد قائم کی تو یہ تو مر جائے
گی پھر میں نے یہ حقیقت جناب رسول کی خدمت میں پیش کی کہ اسوجہ سے میں نے لونڈی
پر حد نافذ نہیں کی تو جناب رسول نے فرمایا کہ تو نے اچھا کیا۔ جناب قارئین! اس حدیث
میں جھوٹ یہ ہے کہ جس رسول خاتم الانبیاء کو اللہ نے دنیا سے غلامی کو ختم کرنے کیلئے بھیجا
تھا (۶۷-۸)، (۱۵۷-۷)، (۱۶۴-۶) اس عظیم الشان ہستی پر الزام لگایا ہوا ہے کہ اسنے
اپنے گھر میں لونڈی رکھی ہوئی تھی اسے آزاد نہیں کیا تھا یعنی قرآن پر خود رسول نے بھی عمل
نہیں کیا تھا۔ دوسرا الزام یہ ہے کہ دیکھو! رسول اللہ کے گھر کی چال چلن کیسی ہے جو اس عظیم
الشان نبی کے گھر میں رہنے والی ایک عورت زانیہ ہے" دوسرا یہ کہ جناب رسول اپنے گھر کی
داخلی چال چلن سے اتنا بے خبر رہتے تھے جو جب انکی لونڈی نے زنا کرائی ہے تو رسول کو اسکا
اس وقت پتہ لگا ہے جب وہ حاملہ ہو کر بچہ جننے کے قریب پہنچی ہے۔ لوگو! غور کرو کہ یہ علم
حدیث جناب رسول پر کتنے تو تبرے کر رہا ہے۔

جناب قارئین! میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جس طرح یہ علم حدیث گھڑنے والے
قرآن کے دشمن ہیں اسی طرح یہ جناب رسالت مآب صلوٰۃ والسلام علیہ کی ذات اقدس
کے بھی دشمن ہیں، انکی گھڑی ہوئی ایسی حدیثیں امت مسلمہ کی عدالتوں میں بطور فریاد پیش
کرتا ہوں پھر امت کے غیرتمند جج حضرات علماء حضرات اور دنیا بھر کے منصفوں کو میں اپیل
کرتا ہوں کہ آؤ اور دیکھو کہ احادیث رسول کے نام سے خود جناب رسول کو گالیاں دی جا

رہی ہیں'' ملاحظہ فرمائیں، امام بخاری نے اپنی کتاب کے ترجمۃ الباب میں ایک عنوان بنایا ہے یعنی اپنی ایک فقہی فتویٰ دی ہے کہ دھوکہ بازوں اور فسادی لوگوں کی غیبت کرنا جائز ہے۔ یعنی انکے پس پشت انکی غیبت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ بات ہے اسکے کتاب الآداب میں باب کا نمبر ہے (۴-۶) اور حدیث جولائی ہے اسکا نمبر ہے (۹۹۱) حدیث ہے کہ عائشہ رضہ کہتی ہیں کہ ایک آدمی نے جناب رسول کی خدمت میں آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اجازت تو دی جائے لیکن یہ آدمی اپنے قبیلہ کا بڑا گندا بھائی یا گندہ بیٹا ہے پھر جب وہ اندر آیا تو آپ نے اس سے بڑی نرمی سے گفتگو فرمائی (اسکے جانے کے بعد) عائشہ رضہ کہتی ہیں کہ میں نے جناب رسول سے کہا کہ **قلت الذی قلت ثم النت له الکلام** ۔ یعنی آپ نے اس آدمی کے بارے میں پہلے کیا فرمایا پھر اسکے ساتھ بڑے نرم نمونہ سے گفتگو فرمائی، جواب میں رسول اللہ نے فرمایا کہ اے عائشہ **ان شر الناس من ترکه الناس اودعه الناس اتقاء فحش ہ** ۔ یعنی اے عائشہ! سب سے برا آدمی وہ ہے کہ لوگ اسکی فحاشت سے بچنے کیلئے اسے چھوڑ دیں۔

جناب قارئین! اس حدیث میں غور فرمائیں جناب رسول جو مدنی زندگی میں نہایت ہی پاورفل حکمران ہیں ایسے زمانہ میں بھی حدیثیں بنانے والے لوگ رسول کو اپنے ملک کے شہریوں سے کتنا تو خوف زدہ اور ڈرا ہوا دکھاتے ہیں، جو رسول ایسے آدمی کو جانتے ہوئے بھی کہ وہ اپنے قبیلہ کا فاحش اور گندہ آدمی ہے ایک تو اسے اپنے پاس آنے کی اجازت دیتے ہیں، دوسرا یہ بھی اس حدیث سے عندیہ ملتا ہے کہ رسول کی میل جول فاحش اور برے آدمیوں سے بھی تھی۔ تیسرا یہ کہ پھر انکے ساتھ بول چال بھی بڑے نرم لہجے میں ہوتا تھا، وہ بھی ان سے ڈرنے کی وجہ سے، چوتھی بات یہ کہ رسول جانتے ہوئے بھی کہ یہ



آنے والا اپنے قبیلہ کا کمینہ اور فاحش آدمی ہے اسے اپنے پاس آنے کی اجازت اسوقت دیتے ہیں جبکہ جناب رسول اپنی زوجہ محترمہ عائشہ رضہ کے ساتھ بیٹھے ہیں اور ایک فاحش آدمی کو اپنی بیوی کے روبرو بلاتے ہیں''۔ سوچنے والے سوچیں کہ یہ کتنی گالیاں ہوگئیں جناب رسول اللہ کے شان کے خلاف'' کوئی بتائے کہ آجکل عام آدمی بھی کسی شریف آدمی سے جو گران سے ملنے آئے تو بھی گھر میں بیوی بچوں کو پردہ میں بٹھا کر آنے والوں سے جدا کمروں میں بیوی بچوں سے علیحدہ بات چیت کرتے ہیں جبکہ حدیثیں بنانے والے اہل فارس کے امام رسول جیسی اہم شخصیت کی کیا تو چلن دکھا رہے ہیں۔ (جناب قارئین یہ حدیث تو آپ نے پڑھی اصل تبرا اور گالی والا فقہ جو امام بخاری نے بنایا ہے اب اسکو ملاحظہ فرمائیں) آپ نے یہ باب نمبر ۴-۶ کو پڑھا کہ فسادی دھوکہ باز برے اور فاحش لوگوں کی غیبت کرنا پس پشت جائز ہے چہ جائیکہ انکے ساتھ روبرو بڑے ہی نرم نرم طریقے سے بات کی جائے'' اب اس سے تھوڑا آگے امام بخاری نے جو باب نمبر ۸-۶ باندھا ہے جسکا نام رکھا ہے کہ باب **ماقیل فی ذوالوجھین** '' یعنی دو رخے آدمیوں کے متعلق جو کہا گیا'' اس باب کے ذیل میں جو حدیث لائی گئی ہے اسکا نمبر ہے ۹۹۵، الفاظ ہیں کہ **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تجد من شر الناس یوم القیامۃ عنداللہ ذوالوجھین الذی یاتی ھؤلاء بوجه وھؤلاء بوجه** '' یعنی جناب رسول نے فرمایا کہ اللہ کے ہاں قیامت کے دن پائے گا تو لوگوں میں سے زیادہ برا، اس آدمی کو جو دو رخا ہوگا، یعنی ایک طرف کے لوگوں کو ایک رخ کی بات بتائے گا اور دوسرے طرف کے لوگوں سے دوسرے رخ کی بات کریگا۔ اب کوئی غور کرے کہ اس دو رخے آدمی کی حدیث بیان کرنے سے تین حدیثیں پیچھے والی چھوڑ کر چوتھی حدیث میں امام بخاری بتا کر آیا ہے کہ رسول اللہ اپنے پاس آنے والے آدمی کیلئے اجازت

دینے سے پہلے اسے فسادی دھوکہ باز برا اور فاحش بتاتا ہے پھر اسکے روبرو بڑے نرم لہجے میں اس سے بات کرتا ہے اور گھر والی سے کہتا ہے کہ اسکا یہ اسکے ساتھ نرم برتاؤ اسکی فحاشی سے ڈرنے کی وجہ سے تھا، اسکے بعد امام بخاری ٹھک سے تین حدیثوں کے بعد اور تین باب چھوڑ کر چوتھے باب میں دو رخے آدمیوں کے نام سے باب بنا کر حدیث لاتا ہے کہ ایسے لوگ قیامت میں اللہ کے پاس شر الناس ہونگے یعنی سب انسانوں سے برے ہونگے۔ تو قارئین لوگ بتائیں کہ کیا یہ امام بخاری جناب رسول اللہ کی شان کے خلاف اپنی مخصوص ترتیب سے گالیاں نہیں دے رہے!!!؟ افسوس کہ میرے اس مدلل واویلا اور آہ وزاری کے باوجود کسی پر اتنا بھی اثر نہیں ہوتا جو اس اہل فارس کے تبروں والے علم پر بندش لگانے کا مطالبہ کرے، انکے پڑھنے پڑھانے پر بندش ڈالنے کا حکم ہونا چاہیئے۔

امام بخاری کا جناب رسول پر الزام کہ انہوں نے حکم قران کے خلاف یعنی نکاح والی عمر سے کمسن بچی کے ساتھ نکاح کیا۔ باب ۶۸، **انکاح الرجل ولده الصغار لقوله تعالیٰ واللآئی لم یحضن، فجعل عدتها ثلاثة شهر قبل البلوغ** (حدیث ۱۲۰) **عن عائشه ان النبی صلی الله علیه وسلم تزوجها وهی بنت ست سنین و ادخلت علیه و هی بنت تسع وسکنت عنده تسعا"** (بخاری، کتاب النکاح باب نمبر ۶۸، حدیث نمبر ۱۲۰) جناب قارئین! میں نے اس مقام پر کتاب بخاری سے اسکا باب جس میں وہ اپنے عقل سے فقہی جزئیات بناتا ہے اسے بھی نقل کیا ہے اور ساتھ میں جو اسنے بی بی عائشہ کے نام سے جو جھوٹی حدیث بنائی ہے اسے بھی نقل کیا ہے، ترجمۃ الباب میں امام بخاری قرآن کا غلط اور جھوٹا حوالہ دیکر کہتا ہے کہ اپنے چھوٹے بچوں کا خود نکاح کر دینا، اللہ کے اس قول کے حوالہ سے کہ واللآئی لم یحضن یعنی اور جن عورتوں کو حیض نہیں آیا ہو" امام



بخاری قران کے اس جملہ سے نابالغ بچیاں مراد لیتا ہے پھر انکے لئے عدت تین ماہ کا دلیل بھی اسی آیت سے لیتا ہے کہ بلوغت سے پہلے ماہواری جو نہیں آتی تو اسکی عدت بجائے ماہواری کی گنتی کے مہینوں سے شمار کی جائیگی تو وہ تین ماہ ہے" اسکے بعد جو بخاری نے حدیث لکھی ہے وہ یہ کہ عائشہ روایت کرتی ہے کہ رسول اللہ نے انکے ساتھ نکاح کیا تو اس وقت اسکی عمر چھ سال تھی اور نو سال کی عمر میں اس کے ساتھ خلوت کی، اور نو سال کا عرصہ نبی کے پاس گذارے (پھر رسول رحلت فرما گئے) محترم قارئین! حدیث کے عنوان باندھنے میں امام بخاری نے قرآن کے جملہ واللآئی لم یحضن سے جو فقہی جزئی بنائی ہے کہ جن عورتوں کو حیض نہ آتا ہو کی معنی نابالغ بچیاں ہیں یہ اسکا ترجمہ غلط ہے۔ قرآن میں خیانت ہے یہ آیت سورت طلاق کی چار نمبر آیت ہے اس میں اللہ نے ان بالغ عورتوں کے اقسام گنوائے ہیں جنہیں ماہواری نہیں آتی، ایک قسم بتایا جو بڑی عمر کی وجہ سے ماہواری سے مایوس ہوگئی ہوں، دوسری قسم واللآئی لم یحضن کی معنی ہے کہ جن عورتوں کو کسی عارضہ، بیماری کی وجہ سے ماہواری نا آتی ہو تیسری قسم یہ بتائی گئی ہے کہ جن عورتوں کو حمل کی وجہ سے ماہواری نہ آتی ہو" میرے خیال میں آپ امام بخاری کی قرآن کے اندر معنوی خیانت اور تحریف کو سمجھ گئے ہونگے، اب آتے ہیں اس نام نہاد جھوٹی حدیث پر، جو یہ ہے کہ رسول اللہ نے عائشہ کے ساتھ اسکی چھ سال کی عمر میں نکاح کیا" جناب قارئین! اب قرآن سے آپ معلوم کریں کہ اسکی نظر میں نکاح اور شادی کی عمر کیا ہے اور کس عمر میں کی جاسکتی ہے، کس عمر میں نہیں کی جاسکتی، جبکہ حدیث پرست لوگ مجھے ٹیلی فون پر چیلنج کرتے ہیں کہ قرآن میں نکاح کی عمر سالوں کی گنتی سے بتاؤ! پھر جواب دیتا ہوں تو فون بند کر دیتے ہیں اسلیئے قرآن سے نکاح کی عمر کا تعین یہاں تحریراً قلمبند کئے دیتے ہیں"۔

جناب قارئین! سورۃ نساء کی آیت 20 میں ہے کہ جب تم لوگ ایک بیوی کی

جگہ دوسری بیوی سے شادی کرنا چاہو اور اسے تم (مہر میں) سونے کا ڈھیر بھی دے چکے ہو (حدیثوں والی شادی ایک لوہے کی مندری نہیں) تو اس بیوی کو کسی الزام کے تحت اس سے دیئے ہوئے مال بٹورنے کیلئے اس سے کچھ بھی نہ لو۔ پھر اس آیت کے بعد والی آیت میں ہے کہ: **وکیف تاخذونہ و قد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا۔** (۴-۲۰) یعنی تم اسے کس طرح لے سکتے ہو جبکہ تم لوگ آپس میں مل بھی چکے ہو، پہنچ بھی گئے ہو، حقوق ازدواجیت لے دے چکے ہو، اور ان بیویوں نے تم شوہروں سے میثاق غلیظ بھی لیا ہوا ہے، اب قارئین قرآن کی زبان میں میثاق غلیظ پر غور فرمائیں! کہ کیا چھ سال کی لڑکی میثاق غلیظ کے مفہوم اور تصور کو بھی چھو سکتی ہے!!؟ اللہ نے فرمایا کہ واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل ۲/۸۳ یعنی جب ہم نے بنی اسرائیل قوم سے میثاق لیا، اس کے بعد فرمایا کہ **واذ اخذ اللہ میثاق النبیین** ۳/۸۱ یعنی جب اللہ نے انبیاء علیہم السلام سے میثاق لیا، اسکے بعد فرمایا کہ **واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوالکتاب** ۳:۸۷ یعنی جب اللہ نے اہل کتاب سے میثاق لیا، لفظ وثق کی معنی ہے وہ رسی یا زنجیر جسکے ساتھ کسی چیز کو مضبوطی سے باندھا جائے تو میثاق کی معنی ہے پکی اگریمینٹ عہدنامہ وغیرہ۔ سو اللہ عزوجل نے نکاح اور شادی کو میثاق غلیظ سے تعبیر فرما کر بتادیا کہ امام بخاری عائشہ کی چھ اور نو سال کی عمر میں شادی اور رخصتی کی جو حدیث پیش کر رہا ہے یہ حدیث جھوٹی ہے چھ اور نو سال کی عمر معاہدے اور اگریمینٹ کرنے کی عمر نہیں ہوا کرتی۔

جناب قارئین! یہ علم حدیث بنایا ہی قرآن کو رد کرنے کیلئے ہے، قرآن کے اوپر ناقص اور غیر محفوظ قسم کے الزامات لگانے کیلئے علم حدیث کی ایجاد کی گئی ہے۔ ہے کسی میں دم تو مہرے اس حوالہ کو جھوٹا ثابت کرے؟ جو بخاری اور ابن ماجہ دونوں کتابوں میں لکھا گیا



ہے۔ حدیث بنائی گئی ہے کہ عمر نے ایک دن جمعہ کے خطبہ میں فرمایا کہ **ان اللہ بعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالحق وانزل علیہ الکتاب فکان مما انزل اللہ آیۃ الرجم فقرئناھا و عقلناھا وو عیناھا رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعدہ فاخشی ان طال بالناس زمان ان یقول قائل واللہ مانجد آیۃ الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ انزلھا اللہ والرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنی اذا احصن من الرجال والنساء** (بخاری کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت باب نمبر ۹۷۹۔ حدیث نمبر ۱۷۳۰) جناب قارئین! یہ حدیث بڑی لمبی ہے میں نے اس سے ایک مختصر ٹکڑا نقل کیا ہے اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، بیشک اللہ نے جناب محمد علیہ السلام کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اور ان پر اپنی کتاب نازل کی ہے، اس نازل کردہ اللہ کی کتاب میں سنگسار کرنے والی آیت بھی تھی، جسکو ہم نے پڑھا تھا، سمجھا تھا اور محفوظ بھی رکھا تھا، جناب رسول ﷺ نے بھی سنگسار کی سزا دی تھی اور ہم نے بھی انکے بعد سنگسار کی سزا دی ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں پر لمبا عرصہ گذر جانے کے بعد کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ اللہ کی قسم ہم تو قرآن میں سنگسار کرنے کی آیت کو نہیں پا رہے، پھر اسطرح سے تو لوگ گمراہ ہو جائیں گے اللہ کے نازل کردہ فریضہ کو ترک کردینے سے، سنگسار کرنا، اللہ کی کتاب کی رو سے، زنا کرنے والا مردوں اور عورتوں پر جبکہ وہ شادی شدہ ہوں، واجب ہے۔ جناب قارئین آپ نے یہ تو دیکھا امام بخاری کی حدیث کو جسکے حوالہ سے یہ بات آئی کہ قرآن میں رجم کی سزا سنگسار کرنا پہلے موجود تھی، اب اگر کوئی کہے کہ ہم تو قرآن میں اسے نہیں پا رہے ہے تو اس پر اعتبار نہ کریں، سنگسار کی آیت قرآن میں نازل ہوئی تھی، رسول نے بھی اس پر عمل کیا اور ہم

نے بھی اس پر عمل کیا ہے۔ سو اگر اب قرآن میں وہ آیت نہیں مل رہی اور گم کردی گئی ہے تو
اسکا خیال نہ کریں۔ جناب قارئین! قرآن سے اس گم کردہ آیت کا تو متن بھی امام ابن ماجہ
نے اپنی کتاب میں نقل کردیا ہے کہ وہ آیت یہ تھی کہ **الشیخ والشیخه اذ ازنیا
فارجموهما البتة** ۔یعنی جب شیخ اور شیخنی زنا کریں تو انکو سنگسار کرو (شیخ اور شیخہ کی
معنی تو بڈھا اور بڈھی ہے)۔ لیکن امام مالک بن انس نے اپنی کتاب مؤطا میں اسکی معنی
شیب اور شیبہ کی ہے بحوالہ محشی ابن ماجہ جلال الدنی سیوطی۔ (حوالہ ابن ماجہ صفحہ ۱۸۳ باب
الرجم قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی۔۱) جناب قارئین! آپ نے امام بخاری
اور امام ابن ماجہ کے حوالوں سے ملاحظہ کیا کہ یہ حدیث ساز لوگ اپنی من گھڑت روایات
سے قرآن حکیم جیسی کتاب جسکی حفاظت کی ذمہ داری اللہ عزوجل نے اپنے اوپر لی ہوئی
ہے۔(۹-۱۵) اسپر بھی الزام لگائے جارہے ہیں کہ اس میں آیت رجم نازل ہوئی تھی، جو
آجکل قرآن سے گم کی گئی ہے۔ لوگو! ان حدیث ساز اماموں کی دین اسلام سے نفرت
جناب رسول اللہ سلام علیہ سے نفرت، قرآن سے نفرت اور گالیوں کے مثالیں آپنے ملاحظہ
فرمالئے اب ملاحظہ فرمائیں کہ یہ امام لوگ کس طرح تو جناب اصحاب رسول کو گالیاں دے
رہے ہیں اپنی منگھڑت حدیثوں سے۔ ملاحظہ فرمائیں **عن انس قال خطب
رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبة ما سمعت مثلها قط
قال لوتعلمون ما اعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا قال
فغطى اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وجوههم
لهم حنين فقال رجل من ابى قال فلان فنزلت هذه الآية
لاتسئلو عن اشياء ان تبدلكم تسؤكم** (بخاری کتاب التفسیر باب لاتسئلوا
عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم۔ باب نمبر ۶۷۱۔ حدیث نمبر ۱۷۳۴) انس روایت کرتے ہیں کہ



ایک بار حضور ﷺ نے ایسا خطبہ دیا جو میں نے پہلے نہیں سنا تھا۔ آپ نے فرمایا جو کچھ میں
جانتا ہوں اگر تم اسکو جانتے تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے یہ بات سن کر اصحاب نے
اپنے چہرے چادروں سے چھپالئے اور انکے رونے کی آواز آنے لگی، ایک آدمی نے پوچھا
کہ جناب میرا باپ کون ہے آپ نے جواب میں فرمایا فلاں شخص تیرا باپ ہے (اس شخص
کو لوگ کہا کرتے تھے کہ حرام کے نطفہ سے ہے سو رسول نے بھی جواب میں وہی نام لیا جسکی
طرف لوگ اسکو منسوب کیا کرتے تھے) اس سوال جواب کے بعد آیت نازل ہوئی کہ ایسی
باتوں کے متعلق سوالات نہ کیا کریں جن کے جوابات آپکو برے لگیں (ترجمہ ختم)۔

جناب قارئین! اس روایت میں فن حدیث سازی پر آپ نے غور فرمایا یا نہیں؟
ایک تو سورۃ مائدہ کی اس آیت کیلئے حدیث ساز ٹیم نے ایک من گھڑت قصہ شان نزول کے
حوالہ سے ایجاد کیا جس میں جناب رسول اللہ کے ایک خطبہ کی نہایت ہی لوگوں کو رلانے
والے کی بات بنائی، جس میں رسول فرماتے ہیں کہ جتنا کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ بھی
اتنا جاننے لگو تو تم ہنسو کم اور روزیادہ، اسی پر ایک شخص کو لوگ کہا کرتے تھے کہ آپ اپنے
باپ کے نطفہ سے نہیں ہیں، آپ فلاں شخص کے نطفہ حرام سے ہیں، تو اس آدمی کو خیال
آگیا کہ آج جناب رسول پر علم کی واردات ہورہی ہیں کیوں نہ میں اپنے باپ کے متعلق
پوچھ لوں تو اسنے سوال پوچھا پھر جواب میں وہی الیگل باپ کا نام بتایا گیا، اس پر حدیث
میں لکھا ہے کہ فنزلت هذه الآیہ یعنی رسول کے جواب بتانے پر حاضرین کو فی الغور کہا گیا کہ
تم لوگوں میں سے کوئی بھی شخص پھر سے دوبارہ ایسا سوال نہ پوچھے۔ جناب قارئین! یہ
حدیث ساز اماموں کا گالیاں دینے کا مخصوص فن ہے یہ لوگ تلمیحات سے قارئین کو جتلا
رہے ہیں کہ اگر اللہ سوالات پر بندش کی آیت نازل نہ کرتا اور دوسرے لوگ بھی اسی قسم کے
سوالات پوچھ بیٹھتے تو انکو بھی پہلے آدمی کی طرح جوابات برے لگتے۔ لوگو! حدیث سازوں

کا یہی تو تبرا ہے اصحاب رسول کو انکی نسل پر گالی دینے کی۔ معزز قارئین! میں اس حدیث کو جعلی اور من گھڑت کم سے کم دو دلیلوں کی بنیاد پر قرار دیتا ہوں۔ ایک تو حدیث میں ہے کہ حاضرین میں سے جو کسی شخص نے اپنے باپ کی معلومات کیلئے سوال کیا اور جواب دیا گیا تو الفاظ حدیث ہیں کہ **فنزلت ھذاہ الآیہ** یعنی پھر یہ آیت نازل ہوئی، سو پورا قرآن کھول کر دیکھا جائے کہ نزول، نزلنا، انزلنا وغیرہ یہ صیغہ تین سو بار سے زیادہ قرآن میں استعمال کیا گیا ہے کسی ایک بھی موقعہ پر نہیں کہا گیا کہ ہم نے کسی ایک آیت کو نازل کیا ہے، یعنی نزول قرآن ایک ایک آیت کے مقدار میں کبھی بھی قطعاً نازل نہیں ہوا۔ جبکہ نزول قرآن کا ذکر سورت، سورت کی شکل اور مقدار میں قرآن کے اندر آٹھ بار بتایا گیا ہے اسلئے یہ حدیث اسکے اندر جملہ فنزلت ھٰذہ الآیۃ کے خلاف قرآن ہونے اور خلاف انداز نزول قرآن ہونے کی بنیاد پر جھوٹی اور من گھڑت ہے۔ دوم اس بنیاد اور دلیل سے بھی یہ حدیث جھوٹی ہے جو اسکا کہ من گھڑت شان نزول والا قصہ بنایا گیا ہے، قرآن اس قصہ کو رد کرتے ہوئے اس آیت والے حکم کا شان نزول خود بیان فرماتا ہے جو یہ ہے کہ **قد ساء لھا قوم من قبلکم ثم اصبحوا بھا کافرین** (۱۰۲-۵) یعنی آپ سے پہلے والی قوم نے ایسے سوالات کئے تھے (۱۰۸-۲) پھر وہی لوگ اپنے سوالوں کے جوابات ملنے کے بعد انکے منکر ہوگئے۔ دیکھا جناب قارئین! اللہ نے اپنے حکم کہ **لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم** یعنی سوالات ایسے وقت میں جب نزول قرآن کا زمانہ ہو تو نہ پوچھا کرو اسلئے کہ تم سے پہلی قوم (یہود) نے سوالات کئے ہم نے جوابات دئے پھر وہ ایسے تو جکڑ گئے کہ پھر اپنی مطلوبہ چیزوں سے بھی کفر کرنے لگے۔ یعنی یہ علت اللہ نے بتائی اپنے حکم کی کہ سوالات نہ پوچھو، سو اس بخاری کی حدیث میں جو سوالات نہ پوچھنے کا شان نزول بتایا گیا ہے وہ قرآن کی بتائی ہوئی علت سے ٹکراتا ہے اس لئے بخاری



کی یہ حدیث جھوٹی ہے اور اس جھوٹی حدیث سے مقصد حدیث سازوں کا اصحاب رسول کو انکی نسل پر گالی دینا اور تبرا کرنا مقصود ہے۔ میں مقدمہ کی عبارت کو یہاں تک ختم کرتا ہوں اس سے میرا مقصد حدیثیں بنانے والی امامی کھیپ کا اندرونی چہرہ متعارف کرانا مقصود ہے۔

قارئین! آپ سارا علم حدیث پڑھینگے تو ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے رسول اللہ کو قرآن کے رد کرنے کیلئے ڈیوٹی لگائی ہوئی ہے۔ جو کہ حقیقت میں اصل کے لحاظ سے ان حدیث سازوں کو عالمی سامراج نے یہی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی کہ قرآن کے فلسفہ معاشی مساوات کو مٹانے کیلئے رد کرنے کیلئے کوئی دوسرا ایسا علم تفسیر قرآن کے نام سے بناؤ جس سے دوبارہ جاگیرداریت اور سرمایہ داریت اور غلام سازی جنم لے سکے، جسکو جناب رسول اللہ نے قرآنی انقلاب کے ذریعے مکمل طور ختم کر کے دکھایا ہے اور قرآنی معاشرہ قائم کر کے دکھایا ہے جبکہ حدیث ساز و فقہ ساز جملہ امامی مذاہب کا ضد ہے کہ قرآن کے حکم کہ: **ما کان لنبی ان یکون لہ اسری** (۶۷-۸) یعنی اب نبی کو حکم دیا جاتا ہے کہ غلام سازی کی جو جڑ ہے کہ جنگ میں کسی کو قیدی نہ بنایا جائے اسی پر بندش لاگو کی جاتی ہے، علم حدیث کی روایات بتاتی ہیں کہ رسول نے اس پر عمل نہیں کیا اور تاہنوز غلام سازی جائز ہے۔ اللہ اپنے رسول کے ذریعے معاشی قدروں کی بنیاد **و ان لیس للانسان الا ماسعی** (۳۹-۵۳) یعنی جو محنت کرے اتنا صلہ پاوے بن کمائے سوائے معذوروں کے کوئی کچھ نہ اٹھائے اور قرآنی فلسفہ معیشت کو علم فقہ و روایات کے انباروں سے مفت خوری اور سرمایہ داریت کو روا رکھا گیا ہے، قرآن نے عورتوں کیلئے حکم دیا کہ **یا ایھا الذین آمنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا** (۱۹-۴) یعنی اے امت مسلمہ کے حکمرانو! عورتوں پر جبر کرنا حرام ہے عورتوں کی خود مختاری کو یقینی بناؤ، قرآن کے اس حکم کے مقابلہ میں اہل علم کو پتہ ہے کہ روایات اور فقہوں نے وارثوں کے

ہاتھوں شادی کرانا اور کفو کے قلعوں سے قران کو امام مافیا نے قید کیا ہوا ہے، قرآن نے نکاح
کیلئے عمر کے پختہ ہونے کے دو نشان بتائے ایک جسمانی بلوغت کیلئے اشد کا مفہوم سمجھایا
(۶۔۱۵۲) یعنی مضبوط اور پختہ جوانی، (۱۷۔۳۴) دوسرا ذہنی بلوغت کیلئے سمجھایا کہ وہ رشد
بھی حاصل کرے (۶۔۴) تو قرآن کی اس رہنمائی کو علم حدیث نے اتنا تو ملیامیٹ کر دیا،
اتنا تو لتاڑا اور پچھاڑا جو خود رسول اللہ کو اس علم حدیث بنانے والی مافیا نے چھ سال کی لڑکی
سے شادی کروا کر قران کی تعلیم کو تہس نہس کرا دیا، جس امامی تعلیم نے اب تک صورتحال یہ
بنائی ہوئی ہے کہ قرآن تو مردوں کو ایصال ثواب کیلئے بن سمجھے ختم پڑھ کر انکے روحوں کو پہنچانا
باقی زندہ لوگوں کیلئے جو دین اسلام ہے وہ علم حدیث اور امامی مذاہب کے حوالوں سے ہر
فرقہ والے کو اسکے فقہ کے مطابق فیصلہ دیا جائے اس امت کیلئے (اناللہِ وانا الیہ راجعون)
اس قرآن کیلئے ضروری نہیں ہے کہ جو لوگ انقلاب لے آئیں وہ مسلم امت سے ہی بھرتی
ہوں مسلم امت تو بڑی مصروف ہے ذکر و فکر صبحگاہی میں، دانیدار تسبیحوں پر وہ ہر وقت اللہ
کے ناموں کی گنتی کرتے رہتے ہیں۔ اور اس گنتی کے اعداد کو اپنے لئے جنت میں جانے کی
راہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ غالبا میں نے غلام جیلانی برق کی کتاب میں پڑھا ہے کہ غلام ہندستان
کے زمانے میں پشاور شہر میں لندن سے وائسرائے ہند تشریف لایا تھا اور پختون جرگہ کے
سرداروں سے خطاب کیا تھا، خطاب کے بعد کوئی کھانے وغیرہ کی مجلس ہوئی اس وقت
وائسارائے کو ایک سردار نے کہا کہ خود آپ ایک اچھے آدمی لگتے ہیں بس آپ کے اندر
صرف ایک خرابی ہے۔ وائسراء نے پوچھا کہ بتاؤ وہ کیا خرابی ہے؟ سردار نے بولا کہ آپ
کافر ہیں اسلئے صرف کلمہ پڑھلیں تو آپ دوزخ سے بچ کر جنت میں جائینگے، جواب میں
وائسراء بولے کہ سردار صاحب! آپ میرے دوزخ میں جانے کا فکر نہ کریں، ہم لوگوں
نے دوزخ کو جنت بنانے کا ہنر سیکھا ہے اگر ہم دوزخ میں گئے بھی تو اسے صاف کر کے



جنت بنانا ہمیں آتا ہے۔ لیکن آپ اپنا خیال کریں کہ آپکو وہاں جنت ملیگی تو وہاں جگہ جگہ
نسوار کھا کر پھینکنے سے تو آپ جنت کو بھی دوزخ بنا دینگے۔ سو قرآن نے جو تعلیم دی ہے کہ
**ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة** (۲۔۲۰۱) یہ تو دنیا کو
جنت بنانے سے آخرت کی جنت ملنے کی بات کی گئی ہے، اسلئے غلام سازی، سرمایہ داری،
عورتوں کی قید و بند کی زندگی یہی تو دنیا کا دوزخ ہے پھر ایسے لوگوں کو آخرت والی جنت کیونکر
مل سکے گی۔

مقدمہ ختم کرتا ہوں

**اِذَا کَانَ یَوْمُ الْحَجِّ اَتٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَرَفَةَ فَنَزَلَ بِھَا حَتّٰی اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَآءِ فَرُحِلَتْ لَہٗ فَاَتٰی بَطْنَ الْوَادِیْ فَخَطَبَ النَّاسَ خُطْبَةَ الَّتِیْ بَیَّنَ فِیْھَا مَا بَیَّنَ۔**

ترجمہ: حج کے روز رسول ﷺ عرفات تشریف لائے، آپ نے وہاں قیام فرمایا، جب سورج ڈھلنے لگا تو آپ ﷺ نے قصوا (اپنی اونٹنی) کولانے کا حکم فرمایا، جب اونٹنی تیار کر کے لائی گئی تو آپ ﷺ (سوار ہوکر) وادی کے بیچ میں تشریف فرما ہوئے پھر لوگوں کو خطبہ دیا جس میں (دین کے) اہم امور واضح کئے۔

**فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ قَائِلاً: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔**

ترجمہ: آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی (اور خطبہ کی ابتدا اس طرح فرمائی) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ یکتا ہے کوئی اسکا شریک نہیں، اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (رسول ﷺ) کی مدد فرمائی اور تنہا سی کی ذات نے ساری باطل قوتوں کو زیر کیا۔

## تبصرہ

محترم قارئین! یہ حدیث خطبہ جیسے کہ حجۃ الوادع کے پورے خطبہ کا ایک ٹکڑا ہے اس میں جو فرمان رسول کے نام سے خطاب ہے اس میں جملہ ونصر عبدہ یعنی اپنے بندے کی مدد فرمائی اس نصرت اور مدد کا ذکر اور وعدہ قرآن حکیم میں دو مقام پر آیا ہے ایک سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۴۰ میں ہے کہ **الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ**، یعنی اگر تم لوگ اسکی مدد نہیں کر رہے تو یقیناً اللہ نے اسکی مدد فرمائی، معزز قارئین اللہ جل شانہ اتنا قدردان ہے کہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے نبی کے ساتھی کا بھی ذکر فرماتا ہے کہ ثانی اثنین **اذھما فی**



**الغار** یعنی جب رسول کو کفار مکہ نے نکالا تو یہ دو میں سے ایک تھا اور اپنے دوسرے ساتھی کو غار میں تسلی دے رہا تھا کہ کوئی غم نہ کرنا اللہ ہمارے ساتھ ہے، اس حدیث میں جس طرح کہ تین چیزوں کا ایک ساتھ ذکر دکھایا گیا ہے جو یہ ہیں کہ (۱) اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا (۲) ونصر عبدہ یعنی اپنے بندے کی مدد فرمائی (۳) وھزم الاحزاب وحدہ، یعنی دشمن کے لشکروں کو اکیلے اللہ نے شکست دی یہاں حجۃ الوداع کے موقعہ پر اگر مبینہ طور قول رسول صدق وعدہ کی کوئی توجیہ کرینگے تو اللہ کا اپنے رسول کے ساتھ ایسا وعدہ قرآن میں صرف مبینہ طور پر ایک مقام پر ملتا ہے جو یہ ہے کہ **ان الذی فرض علیك القرآن لرادك الی معاد** (۸۵-۲۸) یعنی جس اللہ وحدہ لاشریک نے آپکے اوپر احکامات اور مسائل قرآن کو فرض کے درجہ میں نازل فرمایا ہے وہ اللہ آپکو اسی شہر مکہ مین پھر قبضہ دلائیگا، فاتحانہ طور پر لوٹائیگا تو اللہ کے اس ایفاء وعدہ کا ذکر اور اعلان حدیث ساز لوگ جس خطاب رسول میں دکھا رہے ہیں، پیش کر رہے ہیں، آپ دیکھیں گے کہ یہ خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے ایسا تو گھڑا ہوا ہے جیسے کہ قرآن کی جڑ اکھیڑنے کیلئے بنایا گیا ہے، آگے تو خطبہ کے حدیثی متن پر آپ پورا تبصرہ پڑھینگے لیکن یہاں شروعات میں ہی قرآن اور متن حدیث کو ملا کر موازنہ کریں اللہ عزوجل فتح مکہ کا وعدہ کرتے وقت اپنے رسول کو پورے قرآن کی فرضیت، لازم اور واجب ہونا جتلاتا ہے کہ **ان الذی فرض علیك القرآن**،

محترم قارئین آپ ضرور سوچیں کہ یہ اللہ نے فتح مکہ کے وعدہ کے ساتھ قرآن کی فرضیت کو ملا کر کیوں بیان فرمایا ہے؟ یہ سلئے کہ اللہ جل شانہ، دشمنان اسلام، دشمنان قرآن اور دشمنان انقلاب رسالت کہ عزائم کو پہلے سے جانتے تھے کہ یہ لوگ رسول اللہ کے حجت الوداع کے موقع پر رسول اللہ کے اصل خطبہ اصل خطاب جو رسول علیہ السلام نے حکم ربی **و ذکر بالقرآن من یخاف وعید** (۴۵-۵۰) کے حکم کے مطابق فرائض قرآن پر مشتمل

فرمائینگے، دشمن لوگ اس خطاب رسول کو ملیامیٹ کر کے ایک جعلی من گھڑت قرآن مخالف خطبہ مشہور کریں گے اور اسکیلئے کہینگے کہ اب آئندہ دنیا میں انسانوں کا امت والوں کا منشور حیات اور ایجنڈا اسی خطبہ میں موجود ہے، جس طرح کے میرے سامنے موجود خطبہ حجۃ الوداع نامی کتابچہ موجود ہے جسکے مرتب جناب حافظ عبدالوہاب صاحب منگریو، اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات کیڈٹ کالج لاڑکانہ، نے اس خطبہ کے شان میں لکھا ہے کہ نیز یہ (خطبہ) منشور انسانیت اور چارٹر آف ہیومنٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب ضروری ہے کہ آں حضرت ﷺ کے ان فرمودات وارشادات کو سمجھ کر ان کے مطابق اپنی زندگی ڈھالیئے چاہئے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے **وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا** (سورت الحشر) (اور جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے تمہیں رسول روکے اس سے رک جاؤ) (منگریو صاحب کی عبارت ختم کرتے ہیں)

محترم قارئین! خطبہ کے شروعاتی جملہ پر یہ جو میں نے تنقید وتبصرہ کیا ہے جسکا خلاصہ ہے کہ اگر رسول اللہ اپنے خطبہ میں اللہ کے ایفاء وعدہ کا ذکر فرماتے تو یقین سے اس وعدہ کا حوالہ جو آپنے اوپر (۸۵-۲۸) پڑھا قرآن کے حکم کے مطابق آیت پڑھ کر خطبہ میں اسکا ذکر فرماتے جب کہ خطبہ میں اس آیت کے حکم کی تعمیل موجود نہیں ہے یعنی رسول کو قرآن سے جدا کر کے دکھایا گیا ہے بلکہ رسول کو حکم **ذکر بالقرآن من یخاف وعید** (۴۵-۵۰) کا بھی حکم عدولی کرنے والا دکھایا گیا ہے جو اللہ تو اپنے رسول کو حکم دے رہا ہے کہ وعظ و نصیحت قرآن کے حوالہ جات سے کرو جب کے اس حدیث خطبہ الوداع میں قرآن کا ایک بھی حوالہ نہیں ہے۔

## و نصر عبدہ

محترم قارئین! خطبہ کی حدیث میں جو جملہ ونصر عبدہ کا لایا گیا ہے اسکا بھی قرآن



حکم میں ذکر موجود ہے کہ آپکو جو ہم نے فتح مبین عطا فرمائی ہے حوالہ (۴۰-۹) اور (۳-۴۸) محترم قارئین! سورت توبہ کی آیت نمبر چالیس میں اھل مکہ کی طرف سے جناب رسول کو نیکالی دینے جلاوطن کرنے کا ذکر ہے اسی واقعہ کے حوالہ سے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ **الاتنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا** یعنی اگر تم لوگ رسول کی مدد نہیں کر رہے تھے تو اللہ نے اسکی مدد فرمائی (جب مکہ کے کافروں نے اسے بے وطن کیا) اور صلح حدیبیہ کے موقعہ پر فرمایا کہ **وینصرک اللہ نصراً عزیزا** (۳-۴۸) تو محترم قارئین یہ نصرت کا ذکر باقاعدہ قرآن حکیم میں مفصل طور پر دونوں مقامات پر ہے لیکن حدیث ساز لوگ جان بوجھ کر اپنی حرفت روایت سازی میں جناب رسول کو ان کے وعظ وخطبات مین قرآنی حوالہ جات سے گریز ان دکھاتے ہیں یہ انکی حرفت اس سازش کا شاخسانہ ہے کہ لوگ دین سمجھنے کیلیئے قرآن حکیم کو ماخذ اور اصل واحد تسلیم نہ کریں، لوگو! ان قرآن دشمنوں نے یہ مشہور کیا ہو ہے کہ قرآن اجمالی اور مبہم کتاب ہے ان قرآن دشمن لوگوں کو چیلنج ہے کہ آپ اپنی گھڑی ہوئی حدیثوں سے اللہ کے رسول کو مدد کرنے کی تفصیل لے آئیں جواب میں ہم قرآن سے اللہ کی اپنی رسول کو مدد کرنے کا تفصیل لاتے ہیں پھر کوئی جج بنے اور بتائے کہ قرآن مفصل کتاب ہے یا مجمل اور علم الحدیث قرآن کی تفصیل کرتا ہے یا تردید!!!!!!

## وھزم الاحزاب وحدہ

حدیث کے اس ٹکڑے کی معنی تو واضع ہے لیکن ہم کتابچہ کے مرتب جناب حافظ عبدالوہاب منگریو صاحب کی معنی والی عبارت پیش کرتے ہیں کہ "اور تنہا اسی کی ذات نے ساری باطل قوتوں کو زیر کیا"

جناب قارئین! حدیث کا لفظ "ھزم" قرآن حکیم میں کل تین بار آیا ہے یہاں

حدیث سازوں نے کفار کے احزاب کو کفار کے لشکروں کو فوجوں کو جماعتوں کو حدیث میں دکھایا ہے کہ اکیلے اللہ نے شکست دی ہے سو ہم اب دیکھیں گے اس مسئلہ میں قرآن حکیم سے کیا رہنمائی ملتی ہے۔

جناب قارئین! سورت بقرہ کی آیات دو سو انچاس ہے دو سو اکاون تک میں جناب داؤد علیہ السلام کے مقرر کردہ جنرل طالوت کی کفار کے لشکر کے کمانڈر جالوت کے ساتھ جنگ کا ذکر ہے، جس میں جناب داؤد علیہ السلام کی فوجیں کامیاب ہوتی ہیں تو قرآن حکیم اس وقعہ کا ذکران الفاظ کے ساتھ فرماتا ہے کہ **فهزموهم باذن الله وقتل دائود جالوت** یعنی اللہ کے اذن سے انہوں نے (لشکر داؤد نے) انکو شکست دے دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا، محترم قارئین غور فرمائیں کہ اس مقام پر اللہ نے دشمن کے لشکر کی شکست کا لفظ ھزم سے ذکر کیا ہے لیکن انکو یہ ہزیمت جناب داؤد علیہ اسلام کے لشکر کے ہاتھوں دینے کا ذکر فرمایا ہے، اکیلے اللہ نے جالوت کے لشکر کو شکست نہیں دی۔

معزز قارئین! خطبہ حجۃ الوداع نامی اس حدیث کے اس جملہ کہ **وهزم الاحزاب وحده** کے اندر قرآن کے حکم کہ دشمنان اسلام وانقلاب کے خلاف کیوں اٹھ کھڑے نہیں ہوئے؟ مطلب کہ قرآن کے سارے فلسفۂ جہاد کو حدیث سازوں نے مسمار کر دیا ہے تاریخ میں بھی دشمنان اسلام نے امامت کے ناموں سے تحریکیں چلائی ہیں ان سب کا قدر مشترک یہ ہے کہ قرآن کے حکم **قاتلو المشركين كافة كمايقاتلون كافة** (۳۶-۹) یعنی ٹوٹل انقلاب دشمنوں کو قتل کرو جس طرح کہ وہ بھی تم سب انقلابیوں کو قتل کرنے کے درپے ہیں''، جملہ اسلام دشمن تحریکیں قرآن سے جہاد کے احکام ختم کر کے احکام قرآن میں تاویلی معناؤں سے تحریف معنوی کرنا چاہتے ہیں جس



طرح اس حدیث کے اس جملہ میں بتایا گیا ہے کہ دشمنان رسول جماعتوں اور لشکروں سے اللہ اکیلا لڑا ہے یہ جملہ حدیث سازوں نے امت رسول کو بیوقوف بنانے کیلئے ایجاد کیا ہے کہ قرآن میں جن جن لڑائیوں کا ذکر ہے یہ گویا اکیلے اللہ نے لڑی ہیں اور وہ ایسا ہمیشہ تمہاری طرف سے لڑتا رہیگا ایسا اگر ماحول آجائے تو تم کچھ بکریاں لے کر نئی شادی کر کے کسی جبل پر چڑھ کر رہائش اختیار کرو (بخاری وغیرہ) محترم قارئین! اس حدیث بنامی خطبہ حجۃ الوداع کے خاص اس جملہ کے **وهزم الاحزاب وحده** کو رد کرنے اور رسول اللہ کی طرف اسکو منسوب کرنے کا رد کرنے کیلئے اللہ نے فرمایا ہے کہ **جند ماهنالك مهزوم من الاحزاب** (۱۱-۳۸) یعنی اے رسول تیری مخالفین کے یہ لشکر یہ گروہ یہ جتھے کچھ بھی نہیں یہ تو تیری انقلابی لشکروں کے ہاتھوں شکست کھانے والے ہیں محترم قارئین! اس آیت میں اللہ عز وجل نے کھول کر بیان فرمایا ہے کہ اے رسول تیری جنگی فوجی دوستوں اور آپکے انقلابی گروہوں کے ہاتھوں سے دشمنوں کے لشکر کو شکست ہو گیا ایک اور مقام پر قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے کہ **سيهزم الجمع ويولون الدبر** (۵۴-۴۵) اس آیت میں بھی فرمایا گیا ہے کہ دشمنوں کے لشکر پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہونگے اور یہ بھی جنگ بدر کا ذکر ہے اس میں بھی دشمن کو جو شکست ہوئی ہے وہ جناب رسول اللہ کے ایک ہزار سپاہیوں پر مشتمل فوج کے ہاتھوں ہوئی ہے یہ کوئی چھومنتر والی لڑائی نہیں تھی جیسے کہ حدیث سازوں نے شاہت الوجوہ کے ٹوٹکوں سے لڑائیوں کو معجزاتی رنگ دیکر پیش کیا ہے۔

**أَيُّهَا النَّاسُ! اِسْمَعُوْا قَوْلِيْ فَإِنِّيْ لَا أَرَانِيْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تَجْتَمِعَ فِيْ هٰذَا الْمَجْلِسِ أَبَدًا بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا۔**

ترجمہ: اے لوگو! میری بات سنو میں نہیں سمجھتا کہ آئندہ کبھی ہم اس طرح کسی مجلس میں یک جا ہوسکیں گے راور غالباً اس سال کے بعد میں حج نہ کرسکوں گا۔

## تبصرہ

حدیثی خطبہ کے اس خطاب میں گویا کہ رسول اللہ کو پیشین گوئی کرتے ہوئے دکھا گیا ہے وہ یہ کہ نہیں دیکھ رہا کہ مین اور آپ اس مجلس حج میں اس سال کے بعد کبھی بھی جمع ہوسکیں گے۔

محترم قارئین! اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ **ولا تقولن لشیء انی فاعل ذالک غدا الا ان یشاء اللہ** (۲۳-۱۸) یعنی کسی بھی شئے کیلئے یہ نا کہا کریں کہ کل میں یہ کام کرنے والا ہو، (ایسی سب باتیں) اللہ کے قانون مشیت سے ہوا کرتی ہیں۔

دوسرے مقام پر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ **وہ ماتدری نفس ماذا تکسب غدا** (۳۴-۱۳) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا کریگا،

اب ہر قاری قرآن حکیم کی ان دو آیتوں میں دی ہوئی تعلیم پر غور فرمائے اور اسکے بعد بتائے کہ کیا جناب رسول اللہ خلاف قرآن ایسے خانقاہی پیروں کے کراماتی ٹوٹکے اپنی گفتگو میں استعمال فرمائیگا؟ معزز قارئین یہ روایاتی علم حدیث بعد وفات رسول دشمنان اسلام نے ایجاد کیا ہے، جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ قرآنی تعلیم کو مسمار کریں قرآنی مقاصد کو تھس نہس کریں قرآنی تعلیمات کے روح کو قتل کریں۔

**أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللهَ يَقُوْلُ "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ" فَلَيْسَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ فَضْلٌ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَبْيَضَ وَلَا لِأَبْيَضَ عَلَى أَسْوَدَ فَضْلٌ إِلَّا بِالتَّقْوَى۔**



ترجمہ: اے لوگوں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے انسانو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں گروہوں اور قبیلوں میں اس لیے بانٹ دیا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو تم میں زیادہ عزت والا اللہ کی نظر میں وہی ہے جو اس سے زیادہ ڈرنے والا ہے اس آیت کی روشنی میں کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر نہ سیاہ کو سفید پر اور نہ سفید کو سیاہ پر فضیلت کا معیار فقط تقوی' سے ہے۔

## تبصرہ

جناب قارئین! اس خطبہ کی حدیث میں سورت حجرات کی آیت نمبر تیرہ کو لاکر حدیث سازوں نے پھر فضیلت کے پیمانوں کو فضیلت کی قرآنی تشریحات کے خلاف خود ساختہ مثالوں سے لفظ فضل کو آیت (۱۳-۴۹) میں لائے ہوئے لفظ ''کرم'' اور اکرم کے ذیل میں بطور تفسیر پیش کیا ہے، لفظ کریم کی معنی ومفہوم یہ ہے کہ یہ صفت کرم تکریم اور کریم کسی کے اندر اس طرح سے ودیعت کی ہوئی ہوتی ہے جو بمقابلہ خبیس پن، کمینگی اور رذالت کے یہ شرافت عظمت اور اپنے جوہر میں کہا جاتا ہے کریم شخص کی اوصاف یا کریم و صف والی خوبیاں کریم شخص کے اندر ایجابی ہوتی ہیں سلبی نہیں ہوا کرتیں **ولقد کرمنا بنی آدم** (۷۰-۱۷) میں انسان کو جو تکریم دی ہوئی ہے وہ بربناء آدمیت کے ہے خواہ وہ کافر ہو یا مسلم خواہ چمار ہو یا پھر برھمن خواہ وہ غلام ہو یا آقا، خواہ وہ گنہگار ہو یا پاکدامن ہر انسان ہر بنی آدم تکریم وتعظیم کا استحقاق رکھتا ہے قرآن حکیم میں اندازاً ۴۹ بار صفت کرم اپنے مختلف صیغون میں استعمال ہوئی ہے کسی ایک بھی مقام پر صفت فضل کو صفت کرم کی تشریح وتفسیر میں استعمال نہیں کیا گیا صفت کرم کریم کے اندر ایجابی صنف ہونے کی بنا پر یہ معنی رکھتی ہے کہ کریم طبعاً اور اصلۃً قانون کا پاسدار ہوگا، محافظ ہوگا، قانون کے تابع ہونے کے ساتھ ساتھ اسکا رکھوال بھی ہوگا'' (۱۷-۴۴) (۷۷-۵۶) اسکے بعد صفت فضل پر غور

کیاجائے فضل کی معنی اضافی اور فاضل چیز جو کسی نقص اور کمی کی جگہ کو بھرنے کیلئے دی جائے
فضل کی دوسری معنی یہ بھی ہے کہ کسی چیز کے اونے پونے درمیانے مقدار میں ہونے کے
بعد جو اس مین اضافہ اور بڑھاوا کیا جاتا ہے اسکو فضل کہا جاتا ہے صفت کرم کسی کے داخلی
استعداد اور خصوصیت پر ملی ہوئی ہوتی ہے اور فضل خارج سے انعام اور احسان کے طور پر ملتا
ہے قرآن میں معاشی خوشحالیوں کیلئے بھی لفظ فضل استعمال ہوا ہے میدان جنگ میں فتحیابی کو
بھی فضل کہا گیا ہے، مصیبتون سے نجات ملنے کو بھی فضل کہا گیا ہے مطلب کہ ہر قسم کے
اعزازات، انعامات کو قرآن نے فضل سے تعبیر فرمایا ہے، سورت آل عمران میں ہے کہ
**تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض** یہ رسولوں کی جماعت ہے ان میں
سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت عطا کی ہے سورت النحل میں ہے کہ **والله فضل
بعضكم على بعض فى الرزق** یعنی اللہ نے تم انسانوں میں سے بعض کو بعض
کے مقابلہ میں رزق کمانے کی استعداد میں زیادہ فضیلت عطا کی ہے محترم قارئین! قرآن
حکیم میں لفظ فضل کے استعمال کے کئی سارے مثال ہیں جو ایک سو سے زائد ہیں ان
سارے مثالوں کو آپ قرآن کھولکر پڑھیں کہیں ایک بھی موقعہ پر اس حدیث خطبہ حجۃ الوداع
کی طرح ان اکرم کم عنداللہ اتقاکم والی وصف کرم کی تفہیم کے لئے لفظ فضل کا استعمال نہیں کیا
گیا جس طرح حدث بنانے والوں نے اس حدیث میں **اکرمکم** کی تفسیر میں **لیس
لعربی علی عجمی فضل** کہا ہے، اور گورے کو کالے پر فضل نہیں، کہا ہے کسی کا
نسلی طور پر باء بلاد عربی یا عجمی ہونا فضل یا غیر فضل ہونے سے تعلق نہیں رکھتا عربی یا عجمی ہونا
گورا یا کالا ہونا یہ انسان کی داخلی اجزاء ترکیب کی کمپوزیشن سے متعلق چیزیں ہیں یہ اسکے
اندر خارج سے انعام یا سزا کے طور پر نہیں آئیں جبکہ فضیلت باہر سے عنایت ہوتی ہے تو
کسی کے کریم اور اکرم ہونے کا تفسیر اس حدیث خطبہ حجۃ الوداع کی طرح فضیلت اور عدم



فضیلت کے لفظوں سے کرنا وہ بھی جناب رسول اللہ جیسی بعد از خدائے بزرگ ہستی کے
کلام میں محال ہے اور ساتھ ساتھ جناب رسول اللہ کے علمی مرتبت پر ایک طرح سے الزام
ہے کہ وہ اس قسم کا بے جوڑ تفسیر فرمائینگے اور مادہ کرم کی تعبیر اور تفہیم کیلئے مادہ فضل کے مثال
پیش کرینگے جبکہ قرآن حکیم نے مادہ کرم انچاس بار اور مادہ فضل ایک سو بار سے بھی زائد
بار لانے کے باوجود انکو ایک دوسرے کی تفہیم کے ذیل میں کسی ایک بھی جگھ نہیں لایا'' تو بتایا
جائے کہ جناب رسول اللہ جیسی بے مثال عالم ہستی اس طرح کی علمی غلطی کس طرح کر سکتی
ہے اس طرح تو کوئی غیر عرب عجمی فتح فارس کے بعد نیا نیا عربی سیکھا ہوا کر سکتا ہے، لفظ کرم
اور فضل کی باریکیوں کا علم نا ہو اور اس فرق کو باء پاس کر گیا ہو، یہ کرم کی تفہیم فضل سے یہ علم
(حدیث) جناب رسول اللہ کا ہو نہیں سکتا''

**اَلنَّاسُ مِنْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، اَلَا كُلُّ مَأْثُرَةٍ اَوْ دَمٍ اَوْ مَالٍ يُدَّعَى بِهِ فَهُوَ تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ اِلَّا سِدَانَةُ الْبَيْتِ وَسِقَايَةُ الْحَاجِّ.**

ترجمہ: سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے خبردار! اب فضیلت
و برتری کے سارے دعوے خون و مال کے سارے مطالبے اور انتقام میرے پاؤں تلے
روندے جاچکے ہیں بس بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمات اسی طرح
باقی رہیں گی۔

## تبصرہ

محترم قارئین! میں حدیث خطبہ حجۃ الوداع نامی کے مختلف ٹکڑوں پر جدا جدا تبصرہ کر رہا
ہوں، سو اس پانچویں نمبر ٹکڑے میں جو کہا گیا ہے کہ **الناس من ادم وآدم من
تراب** یعنی سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی میں سے ہے، یہاں دو عدد

وضاحتیں ضروری سمجھتا ہوں ایک یہ کہ قرآن حکیم میں جو قصہ تخلیق آدم کے حوالہ سے ذکر ہوا ہے اس میں آدم فرد واحد کا نام نہیں ہے بلکہ آدم اسم النوع ہے انسان کا نوعی نام آدم ہے جو لاتعداد لوگوں کو بلکہ جملہ انسانوں کو یکساں طور پر کہا گیا ہے علم حدیث بنانے والوں نے اسرائیلیات کے تتبع میں آدم کا مصداق فرد واحد اور اول انسان کا نام مشہور کیا ہوا ہے یہ حقیقت قارئین حضرات سورت النساء کی آیت نمبر (۱) میں غور کرنے سے معلوم کر سکیں گے یہ بھی یاد رکھیں کہ جس طرح پہلا انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اسی طرح سارے انسان مٹی کی پیداوار ہیں علی سبیل الاستقلال بالتبع'' ویسے تو جناب قارئین! آپ اور ہم سنتے آرہے ہیں کہ قرآن مخالف یہ کہتے نہیں تھکتے کہ قرآن اجمالی اور مبہم کتاب ہے علم حدیث ہی ہے جو اس کی تفسیر کرتا ہے ورنہ یہ کتاب عمل کے لائق ہی نہیں ہے، جبکہ یہ خطبہ حجۃ الوداع نامی حدیث نہایت بڑے جم غفیر کے سامنے فرمائی گئی ہے جسکا ترجمہ فاضل مرتب جناب حافظ عبدالوہاب صاحب اسسٹنٹ پروفیسر کیڈٹ کالج لاڑکانہ کا کیا ہوا ہے حدیث کے متن کے مقابلہ میں تو ترجمہ ہی زیادہ مفصل ہے یہ والی حدیث اگر قرآن کا تفسیر کرتی ہے تو آئیں کہ پہلے قرآن کو ان مسائل کے حوالہ سے پڑھیں پھر ہر کوئی فیصلہ کرے کہ کیا اس حدیث میں قرآن کی تفسیر کردی گئی ہے یا تنسیخ اور تردید!! قرآن فرماتا ہے کہ **یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساءً** (۴-۱) یعنی اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے (یعنی اسکے قوانین شکنی سے) جس نے تمہیں پیدا فرمایا ایک جیوت سے (جرثومہ حیات سے) اور پھر پیدا فرمایا اس مؤنث جیوت سے اسکا مذکر زوج پھر ان دونوں سے بکھیرا کئی سارے مردوں اور عورتوں کو، محترم قارئین! علم حدیث میں تخلیق آدم کے متعلق جو کہانی مشہور ہے اس میں پہلے مذکر آدم کے پیدا کئے جانے کا ذکر ہے پھر اسکی پسلی سے اسکی بیوی



کے پیدا کرنے کا ذکر ہے (بائیبل میں لکھی ہوئی کہانی کی طرح) تو اب بتایا جائے کہ خود اس حدیث میں جو لکھا ہے کہ **الناس من آدم و آدم من تراب** قارئین کیا یہ حدیث قرآن کی آیت (۴-۱) کا تفسیر ہوسکتی ہے یادر ہے!! پھر آگے خطبہ کی حدیث میں بتایا جاتا ہے کہ خبردار! اب فضیلت و برتری کے سارے دعوے، خون و مال کے سارے مطالبے اور انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں محترم قارئین! آئیں کہ اب یہ مسئلہ بھی قرآن سے معلوم کریں کہ اسکا فرمان کیا ہے سورۃ زخرف کی آیت نمبر ۴۴ میں ہے **وانه لذکرلك والقومك وسوف تسئلون** یعنی یہ ذکر رحمان قرآن تیرے لئے اور تیری قوم کیلئے باعث عزت و شرف ہے اور اس سے متعلق تم سے پوچھا جائیگا یہ آیت بتا رہی ہے کہ انسانی شرف و عزت فضیلت و برتری اللہ خود چاہتا ہے جسکے لئے فرمایا **ولا تھنوا و لا تحزنوا انتم الا علون ان کنتم مؤمنین** (۳-۱۳۹) یعنی نہ سست ہونہ غمگین تم ہی بلند رہو گے اگر تم مؤمن ہو دوسرے مقام پر فرمایا کہ **لقد انزلنا الیکم کتابا فیه ذکر کم افلا تعلقون** (۱۰-۲۱) یعنی ہم نے تمہاری طرف کتاب اتاری ہے جس میں تمہاری بزرگی ہے تو پھر کیوں تم عقل سے کام نہیں لے رہے لوگ جب قرآن پڑھتے ہیں کہ **ولقد کرمنا بنی آدم** (۱۷-۷۰) یعنی ہم نے بنی آدم کو بغیر کسی مذہبی مت بھید کے یعنی مسلم و کافر سب کو واجب التکریم و عزت بنایا ہے تو قرآن کی عظمت سے سینے لبریز ہو جاتے ہیں لیکن قرآن کے مقابلہ میں جب علم الحدیث پڑھتے ہیں کہ فضیلت اور برتری کے سارے دعوے میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی احادیث بنانے والوں نے تو جناب رسالت مآب سلام علیہ کو قرآن سے یکسر الٹ اور مخالف بنا کر پیش کیا ہے، افسوس ہے کہ امت مسلمہ قرآن سے روگرداں ہونے کے بعد اب اپنے عظیم المرتبت رسول کے غلط تعارف پر بھی ٹس سے مس

نہیں ہو رہی جناب قارئین! آپنے اسی حدیث میں یہ بھی پڑھا کہ رسول علیہ السلام کے نام
سے یہ بھی بتایا کہ انہوں نے فرمایا کہ تمہارے خون ومال کے سارے مطالبے اور انتقام
میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں" جناب قارئین! اب کوئی بتائے کہ جس رسول
انقلاب جس رسول امین وعادل کے لئے قرآن نے اسکا تعارف کرایا کہ، **یضع عنھم
اصرھم والاغلال التی کانت علیھم** (۱۵۷-۷) یعنی میرا رسول وہ
انقلاب لا رہا ہے جو اب انسانو کی گردنوں سے جو غلامی کے بوجھوں تلے دبے ہوئے ہیں
ان سے وہ بوجھ ہٹا کر انکے زنجیروں کے طوق توڑنے اور ہٹانے آیا ہے، اس عظیم الشان
انقلابی رسول کے بارے میں ظالموں نے جھوٹی احادیث بنائی ہیں کہ وہ کہتا ہے کہ تمہارا
مال اگر کسی نے لوٹا ہے، اور اگر تمہارا خون کسی کے ذمہ ہے اور تم انتقام کا مطالبہ کر رہے ہو تو
ایسے مطالبے میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں، اگر علم حدیث فریادی اور لوٹے ہوئے
لوگوں کے مطالبات کو رسول سلام علیہ کی عدالت میں پاؤں تلے روندے جانے کا سبب
دیتی ہے تو باقی انصاف کی توقع کس سے کی جا سکتی ہے کیا یہ حدیث ساز لوگ چاہتے ہیں کہ
لوگ قرآن اور رسول سلام علیہ کو چھوڑ کر انصاف کے لئے پھر بادشاہ فارس یزدگر اور
ساسانیوں کی طرف لوٹ جائیں، جناب قارئین! ان حدیث سازوں نے جناب رسالت
مآب سلام علیہ کا تعارف نہایت ہی خلاف قرآن بنایا ہے کیوں کہ قرآن تو مقتول کے
وارثوں کو بلا بلا کر اعلان کر رہا ہے کہ **یا ایھالذین آمنوا کتب علیکم
القصاص فی القتلی** (۱۷۸-۲) یعنی اے ایمان والو! تمہارے مقتولیں کیلئے تم پر
قصاص واجب کیا گیا ہے قصاص کی معنی ہے خون گے بدلے خون کرنا، مزید فرمایا کہ **و
لکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب** (۱۷۹-۲) یعنی اے عقلمند لوگو!
تمہارے بقا اور حیاتی بدلہ لینے میں ہے، محترم قارئین! دیکھتے جائیں کہ کس طرح حدیثیں



بنانے والوں کو قوانین قرآن سے نفرت ہے قرآن سے بیر اور حسد ہے جو وہ اپنی حدیث
سازی میں قوانین قرآن کو نبی کی جوتی تلے روند کر ملیا میٹ کرنا چاہتے ہیں جبکہ قرآن
اعلان کر رہا ہے کہ **وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین
بالعین والانف بالانف والجروح قصاص فمن تصدق بہ فھو
کفارۃ لہ** (۴۵-۵) یعنی ہم نے یہود پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے
بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت
اور زخموں کی صورت میں بھی برابر کا بدلہ ہوگا، لیکن اگر جو کوئی معاف کر دے تو وہی اسکا کفارہ
قرار پائیگا جناب قارئین اس قانون کو تو اللہ نے تورات کے حوالہ سے بتایا لیکن ہمارے لیئے
بھی یہی قانونی فیصلے ہونگے جس کے لیئے فرمایا کہ **من الکتب ومھیمنا علیہ
فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوآءھم اما جآءك من
الحق لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا ولوشآء اللہ لجعلکم
امۃ واحدۃ** (۴۸-۵) اس آیت کے حوالہ دینے سے میرا مقصد آیت میں قرآن کی
شان مھیمنا علیہ کی طرف توجہ دلانی ہے جسکا مفہوم و مقصد یہ ہے کہ قرآن کتب سابقہ
کا **مھیمن** ہے یعنی انکی تعلیمات واحکامات کو اپنے اندر محفوظ کئے ہوئے ہے، ہمیانی اس
پرس اور بٹوے کو کہا جاتا ہے جس میں نہایت سخت حفاظت کے ساتھ اندر کی چیز رکھی جائے تو
قرآن نوح علیہ السلام سے لیکر جناب عیسےٰ علیہ السلام تک انبیاء کی ساری کتابوں اور ان کی
تعلیمات کا امین ہے (۱۶۳-۴) اب جب قرآن **والحرمات قصاص** (۱۹۴-۲)
یعنی حرام کردہ چیز کو حلال کرنے والے سے قصاص لینے بدلہ لینے کا حکم دیتا ہے تو پھر اس
خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث میں جو لکھا گیا ہے کہ تمہارے خون ومال کے سارے مطالبے اور
انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں" **نعوذ باللہ** یہ تو حدیث کے نام سے

قرآنی قوانین کی صریحاً بے حرمتی کی گئی ہے یہ تو حدیث سازوں نے رسول اللہ کو بہانا بنا کر
قرآن کو قدموں سے روندنے کی تبرا کی ہے کیا کریں جو صدیوں سے قرآن اور رسول
دشمنانِ اسلام کی ان تبرائی تیروں سے چھلنی ہوتا ہوا آرہا ہے، امت کے پاس کوئی ایسی
عدالت نہیں نظر آرہی جو انکی تبراؤں پر سوموٹو ایکشن کرے اگر سوموٹو ایکشن نہ سہی کم سے کم
میری کتابوں میں درج فریادوں کو ایف آئی آر کا درجہ دے کر حرمت قرآن اور حرمت
رسول کو یقینی بنایا جائے۔

محترم قارئین! حدیث کے اس حصہ کا آخری جملہ ہے کہ (**الاسدانة البیت وسقایة الحاج** )بس بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی
خدمات اس طرح باقی رہیں گے'' محترم قارئین! افسوس کہ امت مسلمہ کے لوگوں کو امامی
تحریک کے مولویوں نے قرآن سمجھ کر پڑھنے کے بجائے بن سمجھے رٹنے لگانے پر ایک ایک
حرف کے عوض ثوابوں کی جھولیاں بھروائیں ہیں لیکن اگر امت مسلمہ کے لوگ قرآن سمجھ
کر پڑھتے ہوتے تو کوئی بھی مولوی یہ اہل فارس کی امامی تحریک کا خلاف اسلام، فلسفہ اپنی
تقاریر میں تحریروں میں امت کے کھوپڑیوں میں ٹھونس نہ سکتا آپ نے خبر نہیں کہ حدیث کے
اس جملہ کے تلبیسی زہر کو سمجھا یا نہیں، آپکی فہم کیلئے میں حدیث کا ایک حصہ پھر دہراتا ہوں
یعنی خبردار! اب فضیلت و برتری کے سارے دعوے خون و مال کے سارے مطالبے اور
انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں، بس بیت اللہ کی خدمت حاجیوں کو پانی پلانے
کی خدمات اسی طرح باقی رہیں گی اور بس دیکھا جناب حدیث سازوں نے رسول سے
لوگوں کی اپنے لئے فضیلتوں کے دعوے اور اپنے مقتولین کے قصاص کے مطالبے اور سلب
شدہ مال کی واپسی کے مطالبہ کو پاؤں تلے روند کر مسلنے کے بعد جا کر جو بچایا وہ بیت اللہ کو
جھاڑو دینے کی خدمت اور حاجیوں کا پانی پلانے کا کام۔ محترم قارئین! غور فرمائیں! ان



حدیث سازوں نے کس طرح تو جناب رسول اللہ کے شان اقدس کی طرف لو لیول کی
عبارت سے خانہ کعبہ کی متولی (وارث ) بننے جیسے عظیم الشان منصب کو سدانت جیسے لفظ
سے تعبیر کرایا ہے لفظ سدانت بیت کعبہ یا مندر کے جھاڑو دینے والے مجاوروں کیلئے یکساں
طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے، جبکہ اللہ جل سانہ نے یہ منصب قرآن کی زبان اقدس میں
(**فلنولینك قبلة ترضاها**) (۱۴۴-۲) کی عبارت سے بیان فرمایا ہے یعنی اے محمد
سلام علیک پھر ہم ضرور بالضرور آپ کو اپنے مرکز کعبہ کا، ہیڈ کوارٹر کا متولی بنائینگے جو کہ آپکا
پسندیدہ عہدہ ہے علم الحدیث بنانے والوں نے تولیت کعبۃ کو مکمل طور پر ایک گھنٹے کام سے
تشبیہ دینے کی سازش کی ہے قرآن کی نظر میں تو کعبت اللہ کمزور بنائے گئے ہوئے انسانوں
کو طاقت دیکر دنیا کی جابر اور استحصالی قوتوں کے مقابلہ میں قیام الاناس نام والا مرکز ہے
جسکو اللہ نے کمزور بنائے ہوئے لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی قوت اور طاقت
دینے والا مرکز بتایا ہے قرآن حکیم نے کعبۃ اللہ کو ایسا تو انقلاب آفریں ہیڈ کوارٹر بتایا ہے جو
فرمایا کہ یہ مرکز پسے ہوئے کمزور بنائے گئے لوگوں کے لئے **مثابة للناس و امنا** کا
مقام ہے (۱۲۵-۲) یعنی امن حاصل کرنے امن کی گارنٹی وصول کرنے کیلئے بار بار لوٹ
آنے کا مرکز ہے جناب قارئین! دنیا کے انقلاب دشمن عالمی سرمایہ داریت اور بگ پاور
عالمی جاگیرداروں کے لے پالک کرایہ کے دانشوروں نے حدیث سازی اور فقہ سازی کے
ہنر پر خود کو امام کہلانے کے بعد قدم قدم پر قرآن کی انقلابی اصطلاحات کو لفاظیوں سے بگاڑ
کر انہیں ڈی گریڈ بنایا ہوا ہے اب آپ میری اس شکایت کو سمجھنے کیلئے دور نہ جائیں اس
حدیث بنام خطبہ حجۃ الوداع کے الفاظوں اور انکی کمپوزیشن پر غور فرمائیں کہ حدیث کے
الفاظ ہیں (**الآسدانة البیت وسقایة الحاج** ) اس سے پہلے اسی حدیث کے
ایک ٹکڑے پر بحث ہو چکی ہے آپ ان کو پھر ذہن نشین کر لیں کہ تمہارے مقتولیں کے خون کا

بدلہ یا لوٹے ہوئے مال کی لٹیروں سے بازیابی تمہارے سب ایسے مطالبے میں نے اپنے قدموں تلے روند کر گرا دیئے ہیں باقی رہا بیت اللہ کی خدمت چاکری اور حاجیوں کو پانی پلانا سووہ پہلے کی طرح جاری رہے گا، محترم قارئین! حدیث کے یہ الفاظ اپنے اندر پوشیدہ مفہوم کے حساب سے قرآن کے دیئے ہوئے انقلابی فکر و فلسفہ پر ایک طرح سے حدیث سازوں کی سنگ باری ہے تیر اندازی ہے گویا کہ ان حدیث سازوں نے کعبہ بیت الحرام کے قرآنی تعارف کو راکیٹ اور میزائل برسا کر اس دنیا کے مظلوموں کو امن دینے والے مرکز کو مندروں اور پوجا گھروں کے تعارفی الفاظ سے تعبیر کیا ہے قرآن نے تو حج کعبہ کو مسجد بیت الحرام کو عالمی بین الاقوامی عدالت کے طور چلا کر دنیا کے مستضعفین (کمزوروں) کیلئے تاکید فرمایا کہ تمہاری عدالت مسجد الحرام سے اجتماع حج میں ایسے فیصلے ہونے چاہئیں جو **لیشهدو امنافع لهم** (سورۃ حج آیت نمبر ۲۸) فیصلے کرانے کیلئے آنے والے لوگ اپنے فائدوں کا (انصاف ملنے کا) خود مشاہدہ کریں جناب قارئین! قرآن حکیم نے خود اس حدیث خطبہ حجۃ الوداع سے منسوب من گھڑت حدیث میں جو مسجد بیت الحرام عالمی بین الاقوامی سپر پاور کورٹ ہے جس کا کام دنیا کے محکوموں کو تحفظ دلانا ہے، عالمی سرمایہ داروں سے لڑنے والوں کے شان میں فرمایا کہ **اجعلتم سقاية الحاج وعمارة المسجد الحرام كمن آمن بالله واليوم الأخر وجاهد في سبيل الله لا يستون عند الله والله لا يهدي القوم الظلمين** (۹-۱۹) یعنی کیا تم حاجیوں کو پانی پلانے کے عمل اور مسجد حرام کی تعمیر میں قیمتی پتھروں کی فرش بندی اور چنائی کے عمل کو ان لوگوں کے عمل کے برابر سمجھتے ہو جو لوگ اللہ اور آخرت پر بھروسہ کرتے ہوئے دنیا کے محکوموں کو اپنے جہاد کی مشن سے عمل سے امن دے رہے ہیں خبردار سن رکھو کہ یہ دونوں چیزیں اللہ کے حساب میں برابر نہیں ہو سکتیں حاجیوں کو



پانی پلانا اور کعبہ کی تعمیر سنگ مرمر یا پتھروں سے کرنا اور چیز ہے اور دنیا کی ظالم شاہی سے لڑنا اور چیز ہے یہ دونوں عمل برابر نہیں نہیں ہوسکتے حدیث میں جو لفظ سدانت البیت کہا گیا ہے سدانت ایسی خدمت چاکری کا نام ہے جو اگر مندر اور بت خانہ کے لئے بولا جائے تو بھی درست ہوگا، لیکن قرآن کی نظر میں مسجد بیت الحرام پوجا گھر نہیں ہے بت خانہ نہیں ہے مندر نہیں ہے اللہ کی نظر میں حرم کعبہ کی مرتبہ یہ ہے کہ **اولم يروا انا جعلنا حرما آمنا ويتخطف الناس من حولهم** (۲۹-۶۷) یعنی کیا آپکو خبر نہیں ہے آپنے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس محترم بیت اور مرکز کو ایسا تو امن دینے والا مرکز بنایا ہے جو اسکے چاروں طرف لوگ اتنے تو غیر محفوظ تھے جو جاگیرداروں کے جبروت لوگوں کو انکے بسیروں سے گھروں سے اغوا کر کے اُچک کر لے جاتے تھے جیسے آج امریکا اپنی ایجنسیوں سے کروا رہا ہے ایسی مشکل حالتوں میں اس مرکز محترم نے لوگوں کو امن دیا اور امن پہنچایا ہے، محترم قارئین! غور فرمائیں اللہ نے کعبہ بیت الحرام کو جب ایسی ظالم جاگیردار شاہی کی چنگل سے لوگوں کو امن دیا اور امن بانٹا ہے تو اتنا بڑا کام کعبہ کی دیواروں نے تو نہیں کیا ہوگا یہ آیت تو صاف صاف بتا رہی ہے کہ اتنا بڑا کارنامہ کعبہ محترم کے مکینوں کا ہوگا یہ چاروں طرف ظلم کے راج میں امن وسکون کا ماحول قائم کرنا یہ تو مسجد بیت الحرام کے متولی جناب رسول اللہ کا ہوگا جس کے متعلق جھوٹے خطبے اور جھوٹی احادیث منسوب کرنے والے بتاتے ہیں کہ رسول نے عرفات کے میدان میں نبوت کے آخری سال اپنی وفات سے تین مہینے پہلے اعلان کیا کہ تمہاری فضیلت و برتری کے سارے دعوے میں اپنے پاؤں تلے روندے جا رہا ہوں جناب قارئین! تھوڑا سا عقل کو مہمیز دیکر حدیثیں پڑھا کرو اللہ نے رسول اللہ کی جماعت اور قیامت تک آنیوالے لوگوں کو فرمایا کہ **انتم الاعلون ان كنتم مؤمنين** (۳-۱۳۹) جو لوگ تم میں سے مؤمن ہیں میں اللہ انکو برتری کا سرٹیفکیٹ

دے رہا ہوں تو احادیث گھڑنے والے اماموں کے پیٹ میں مروڑ پڑ گئے کہ یہ اصحابِ
رسول کو قرآن سے برتری کا سٹوفکیٹ مل گیا انہوں نے جھٹ سے وفات رسول کے عین
قریب تین ماہ پہلے رسول سے گویا خلاف قرآن اعلان کر دیا کہ میں تمہاری فضیلت اور
برتری کی ساری دعواؤں کو اپنے قدموں تلے روند چکا ہوں، نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ جناب
رسول اللہ کی زبانی نبوت کے تیئیس سال گذرنے کے بعد وفات کے قریب انکے اپنے
اصحاب کو خطبہ میں خطاب میں انہیں اللہ کی عطا کی ہوئی بزرگی و برتری (۲۹-۴۸) ان سے
چھینی جا رہی ہے ہمارے علائقہ کے مچھیرے گالی دینے کے فن میں بڑے ماہر ہیں انکی
مہارت کا نشان یہ ہوتا ہے کہ وہ مخاطب کو گالی دیدے اور اسکو محسوس بھی نہ ہو کہ اسکی میٹھی گولی
سے اسکی تو پوری ساکھ ڈھل گئی میرا خیال ہے کہ امت مسلمہ کے اکثر مولوی صاحبان نیک
نیت ہیں انکے اندر میں اصحاب رسول سے محبت بھی ہے لیکن وہ عقل سے پیدل اور فارغ
ہین دشمنوں کی مکاری کو پرکھ نہیں پاتے ویسی پرائی کمائی پر گذر سفر بھی عقل کے گھوڑے کو تیز
چلانے میں مانع ہوتا ہے اسلئے وہ لوگ اس طرح کی تبراحدیثوں کی دوراز کار توجیہات سے
معنوی تاویلوں میں لگے رہتے ہیں لیکن کچھ کچھ لوگ دشمنان اسلام کی صفوں سے مسلم مذہبی
لوگوں کے یونیفارم میں امپورٹ شدہ ہیں انکو ملٹی نیشنل کمپنیاں غیبی راستوں سے خزانے بھی
دیتی ہیں جس سے وہ ففتھ کالمسٹ بن کر اسامہ بن لادن اور اسلام کے چیمپئن بن جاتے
ہیں۔

**ثُمَّ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! لَا تَجِيئُوا بِالدُّنْيَا تَحْمِلُونَهَا عَلَى رِقَابِكُمْ وَيَجِيءُ النَّاسُ بِالْآخِرَةِ فَلَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا۔**

ترجمہ: پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اے قریش کے لوگو! ایسا نہ ہو کہ اللہ کے حضور تم اس
طرح آؤ کہ تمہاری گردنوں پر تو دنیا کا بوجھ لدا ہوا ہو اور دوسرے لوگ سامان آخرت لے کر



پہنچیں اور اگر ایسا ہو تو میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ بھی کام نہ آ سکوں گا۔
اے اہل قریش! بلاشبہ اللہ نے تم سے جاہلیت کے فخر اور باپ دادا کے کارناموں کی بڑائی کو
مٹا دیا ہے۔

## تبصرہ

خطبہ کی اس حدیث مین علم ادب کے فن تلمیح سے قریش کے کردار کے اوپر طعنہ زنی کی گئی ہے
کہ خود جناب رسول اللہ جیسی قائد ہستی انکے بارے میں تشویش میں رہتی تھی کہ یہ لوگ مال
دولت اور دنیاداری کی ہوس میں رہنے والے ہیں اس حدیث کی متضاد عبارت یعنی قریش کی
تعریف بھی کرنا پھر یہ کہ ان سے جاہلیت کی سوچ باپ داداؤں پر فخر کرنا نکل گئی ہے، ہاں اگر
انہیں انکی سوچ میں کوئی خطرہ ہے تو وہ صرف یہ کہ یہ لوگ دنیا پرستی اور دولت جمع کرنے
والے لوازمات کے رسیہ ہو کر اس کیلئے سب کچھ کر سکتے ہیں'' محترم قارئین! جملہ حدیث
سازوں کو علم حدیث پڑھنے سے پہلے سمجھنے کی ضرورت ہے جسکی ترتیب اس طرح سمجھی جائے
کہ شروع شروع میں تو قرآن کو سمجھ کر پڑھنا لازم ہے میں یہاں یہ بھی کہوں گا کہ قرآن ایسا
تو کنفرم اور یقینی علم دیتا ہے جس کیلئے خود اللہ نے، قرآن نے پرمنٹ دے رکھی ہے کہ قرآن
کو بھی بہرے اور اندھے ہو کر نہ پڑھو قرآن کو بھی آنکھیں کھول کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر
پڑھو (سورت الفرقان آیت نمبر ۷۳) جس آدمی نے بھی پہلے قرآن کو سمجھ کر پڑھا ہو گا پھر وہ
دنیا بھر کے اماموں کا کچھ بھی پڑھے وہ سمجھتا جائے گا کہ انکے اندر کہاں جھول ہے کہاں یہ
لوگ قرآنی فکر و فلسفہ پر چوٹیں لگا رہے ہیں لوگ! قرآن کی صرف ایک بات دنیا کے چور
سرمایہ داریت جاگیرداریت کے لٹیروں پر ایٹم بم بنکر انہیں چکرا رہی ہے جو فرمایا کہ **وقدر
فیھآ اقواتھا فی اربعة ایام سوآءً للسآئلین** (۴۱-۱۰) یعنی اللہ نے
زمین کے اندر چار مرحلوں میں جو لوگوں کے قوت روزگار کے ذخیرے ودیعت کئے ہیں یہ

حاجتمندوں میں مساوات کی بنیاد پر بانٹے جائینگے بہر حال جس آدمی نے قرآن کو سمجھ کر پڑھا ہوگا وہ اماموں کی علمی ہیر پھیریوں اور چکر بازیوں کو بخوبی سمجھ سکے گا اس حدیث میں قرآنی انقلاب کے اولین ہراول ٹیم قریش مکہ پر امام مافیا کو بہت غصہ ہے اور ان جاء نشینان رسول پر اماموں کو اسلیئے بھی غصہ ہے کہ انہوں نے انکے سرپرست یزدگر کے ہاتھوں سے انکی بوٹوں تلے روندی جانے والے عوام کو فارس کے اس تخت پر بٹھادیا جس کو یہ لوگ خدا کر کے پوجتے تھے قرآن حکیم نے رسول علیہ السلام کے ان جان نثار ساتھیوں کو جا بجا سراہا ہے جنت میں جانے کے تمغہ جات دیئے ہیں اپنی طرف سے اصحاب رسل کے مہا جرین اولین بلکہ بعد فتح مکہ کے ایمان لانے والوں کے لئے بھی فرمایا ہے کہ **والذین اٰمنو من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فأولٰئك منکم** (۷۵-۸) یہ سب آپ میں سے ہیں یہ تمہاری اپنوں میں سے ہیں اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ **والسّٰبقون الاولون من المھٰجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنّٰت تجری تحتها الانھٰر خالدین فیها ابدا ذالك الفوز العظیم** (۱۰۰-۹) یعنی رسول اللہ کے جملے ساتھی مہاجر خواہ انصار اگلے پچھلے سب جنتی ہیں سب فوز عظیم کے منصب پر فائز ہیں۔

محترم قارئین! جیسے کہ یہ حدیثیں قرآن دشمنوں نے وفات رسول کے بعد بنائی ہیں اسلیئے وفات رسول سے تین ماہ پہلے حجۃ الوداع کے نام سے جھوٹے گھڑے ہوئے خطبہ میں رسول اللہ کی زبان سے قرآن کی اہمیت میں اس سے زندگی سے رخصت ہونے کے قریب بھی کچھ نہیں کہلواتے ،جس قرآن کو انسان ذات تک اللہ نے پہنچانے کیلیئے رسول اللہ کو مبعوث فرمایا اس کتاب کیلیئے زندگی کے آخری بڑے اجتماع میں کچھ بھی نہیں کہلواتے



جو کچھ ایک سطر لائی گئی ہے کہ **وانی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعده ابدا ان اعتصمتم به کتاب الله** ،یعنی میں تمہارے بیچ میں ایسا ترکہ چھوڑ جا رہا ہوں جسے اگر تم تھامے رہے تو گمراہ نہ ہوگے ،سو جناب قارئین! خبر نہیں کہ آپ لوگ اس حدیث کے اندر حدیث سازوں کی سازش کو سمجھ سکے یا نہیں سمجھ پائے !!! لوگو اس حدیث میں حدیث سازوں نے قرآن کو مال ترکہ کے ساتھ تمثیل دی ہے جبکہ پورے قرآن میں کسی ایک بھی مقام پر قرآن کیلیئے ترکہ کا تصور بھی نہیں دیا گیا سو حدیث سازوں کی یہ ذہنی اختراع اسلیئے ہے کہ انہوں نے جو جناب رسول اللہ کو ایک جعلی آل دی ہوئی ہے جسکے وجود کا ہی قرآن میں انکار کیا ہوا ہے (۴۰-۳۳) اور قرآن حکیم میں لفظ ترکہ دسیوں بار فوتی آدمی کے چھوڑے ہوئے مال کو ترکہ کے لفظ سے ذکر کیا ہے تو حدیث سازوں کی سازشوں سے یہ چیز بھی ثابت ہے کہ انہوں نے نبی حدیثوں میں قرآن اور رسول کی خلافت اور جاء نشینی کے مسئلہ کو بھی دنیوی ملکیت کی طرح مال ترکہ قرار دیکر اسے بھی خلاف قرآن جعلی وارثوں جعلی اھل بیت کے حوالے کرنے کیلیئے یہ علم حدیث ایجاد کیا گیا ہے کیوں کہ قرآن تو قائدین انسانیت کو، انکی جاء نشینی کا معاملہ انکی اولاد کو میراث کے طور پر دینے کے بجائے میرٹ کے بنیادوں پر تحریک اور انقلاب کے اھل ساتھوں کو دینے کا حکم دیتا ہے (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۲۴) اسی خاطر حدیث سازوں کو پتہ تھا کہ ہم نے رسول اللہ کے جاء نشینی کا معاملہ قرابت اور آل کے استحقاق پر جو اٹھایا ہوا ہے تو کیوں نہ رسول اللہ کے جاء نشین خلفا کے قبلہ قریش کی تحقیر و تذلیل کی حدیثیں بنا ڈالیں ،اسلیئے اس خطبہ حجۃ الوداع نامی کے اندر یہ بھی حدیث بنا ڈالی کہ قریشیوں سے رسول اللہ کو بھی خطرہ تھا کہ یہ لوگ دنیا داری کی طرف مائل ہو جانے والے ہیں اس لیئے انہیں وفات سے تین ماہ پہلے لوگوں کے ہزاروں کے مجمع میں انکا نام لیکر ان سے خطاب کیا کہ **یا معشر قریش! لاتجیئوا بالدنیا تحملو**

نها علیٰ رقابکم ویجیءُ الناس بالاٰخرت فلا اغنی عنکم من
اللہ شیئا یعنی اے قریش کے لوگو! ایسا نہ ہو کہ تم اللہ کے پاس آخرت میں اس طرح
آؤ کہ تمہاری گردنوں پر تو دنیا کا بوجھ لدا ہوا ہو اور دوسرے لوگ آخرت میں اپنی نجات کا
سامان لے کر پہنچیں اگر ایسا ہو تو میں اللہ کے ہاں تمہیں ہرگز بھی نہیں بچا سکتا یہ حدیث
بنانے والے اس ایک ہی حدیث میں ڈبل گیم مارے جا رہے ہیں ایک یہ کہ قریش کو جناب
رسول اللہ کے خیال میں دنیا داری کی طرف بہک جانے والا دکھا رہے ہیں دوسرا یہ کہ اللہ
کے بڑے لوگوں مثلاً انبیا علیہم السلام کی سفارش بھی لوگوں کے نجات کیلئے چل سکتی ہے جبکہ
شفاعت کی جو معنی سفارش کی جاتی ہے وہ سراسر غلط ہے اللہ کے ہاں کسی کی سفارش نہیں چلے
گی قرآن فرماتا ہے کہ یاَیھا الذین اٰمنوآ انفقوا مما رزقنکم من
قبل ان یاتی یوم لا بیع فیه ولا خلة ولا شفاعة (۲۵۴-۲) یعنی
اے ایمان والو آج دنیا میں رزق کے ذخیرے کھلے رکھو حاجتمندوں کے لئے جنت کسی
رشوت یا مک مکاء پر نہیں ملے گی نہ ہی کسی سفارش پر یہ جو حدیثیں بنائی گئی ہیں کہ رسول اللہ
اپنی ساری امت کی سفارش کر کے دوزخ سے نکلوا کر پھر سجدہ سے سر اٹھائینگے یہ حدیث
قانون قرآن کے خلاف لوگوں نے جو آیت من ذالذی یشفع عنده
الا باذنه (۲۵۵-۲) کیلئے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کئی
ساری برگزیدہ شخصیتیں ہونگی جن کو سفارش کرنے کی اجازت ملی ہوئی ہوگی تو یہاں لفظ اذن
کی لوگوں نے کوئی کوٹا سسٹم والی پرمنٹ سمجھی ہوئی ہے جبکہ لفظ اذن کی معنی میں ایک قانون کا
پراسیس سمایا ہوا ہے میرے خیال میں اگر تھوڑا غور کیا جائیگا تو سمجھنا آسان ہے قرآن بتاتا
ہے کہ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله (۴۹-۲) یعنی کئی
چھوٹے لشکروں نے غلبہ حاصل کر لیا بڑے لشکروں پر اللہ کے اذن سے تو یہ اللہ کا اذن



قوانین جنگ سے متعلق ہیں بڑے لشکر والوں نے سوچا کہ اقبال نے کہا کہ مومن ہو تو بے تیغ
بھی لڑتا ہے تو وہ ہار گئے اقبال کا مقصد کچھ اور ہوگا جو لوگ سمجھ نہیں سکے۔ اس کے عوض
چھوٹے لشکر والوں نے سوچا کہ قرآن سمجھاتا ہے کہ واعد والهم ما استطعتم
(۶۰-۸) یعنی اپنی استطاعت خرچ کر کے سامان جنگ کے ساتھ تیار رہو کہ بعد میں جنگ
پر جاؤ" تو اس طرح کے قانون پر عمل کرنے والا چھوٹا لشکر بھی جیت جاتا ہے اسی کو کہا جاتا
ہے "اذن ربی" 'اذن' بمعنی قانون کی دوسری مثال' ماقطعتم من لينة
اوتر كتموها قائمة علىٰ اصولها فباذن الله (۵-۵۹) یعنی تم نے جو
کوئی کھجور کا درخت کاٹا یا کسی درخت کو بغیر کاٹے چھوڑ بھی دیا یہ سب اللہ کے قانون جنگ
کے مطابق کیا" مطلب کہ اس حدیث قریش میں سے اصحاب رسول کو انہیں قرآن میں جنتی
ہونے کے سٹرفکیٹ دئے جانے کے بعد بھی حدیث ساز لوگ اللہ کے پاس آخرت میں انکی
نجات خطرے میں دکھا رہے ہیں جو رسول اللہ کی زبانی دوسرا شفاعت کا وہ مفہوم دکھا رہے
ہیں جس سے لوگوں میں دنیا کی سفارشی کلچر والی مک مکا سامنے آجائے اور اللہ کی عدالت
پاکستانی عدالتوں کی طرح نظر آجائے جس نظریہ سے قرآن کا قانون آخرت کی عدالت کا
مقام فمن يعمل مثقال ذرةٍ خيراً يره 0 ومن يعمل مثقال ذرةٍ
شراً يره (۸-۷-۹۹) یعنی لوگوں کے برے بھلے اعمال کی رتی رتی کا حساب ہوگا"
شفاعت کے اذن کی معنی سفارش کی کوٹا قرار دینے سے اوپر کی قرآنی آیتیں جھوٹی بنجائینگی
اسلئے آیات قرآنی کے مقابلہ میں اور رد میں آئی ہوئی احادیث جھوٹی اور من گھڑت تسلیم کی
جائیں گی یعنی اللہ کا کلام سچا ہے جھوٹا نہیں۔

**أيها الناس! إن دماءكم وأموالكم وأعراضكم عليكم حرام إلى أن تلقوا ربكم كحرمة يومكم هذا وكحرمة شهركم هذا في بلدكم هذا وإنكم ستلقون ربكم فيسئلكم عن أعمالكم۔**

ترجمہ: اے لوگو! بے شک تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہارا ساز وسامان جب تک تم اپنے رب سے (قیامت میں) نہیں ملتے اسی طرح محترم ہیں جس طرح تمہارا یہ دن محترم ہے اور جس طرح تمہارا یہ (حج کا) مہینہ محترم ہے شہر (مکہ مکرمہ) میں اور بلاشبہ جب تم اپنے رب سے ملوگے تو وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس فرمائے گا“

## تبصرہ

محترم قارئین! دشمنان قرآن ہر وقت سر پیٹ رہے ہوتے ہیں کہ قرآن اجمالی اور مبہم کتاب ہے اس کو علم حدیث ہی کھولتا ہے بغیر علم حدیث کے قرآن سمجھ میں نہیں آسکتا جبکہ اس قسم کی دعویٰ کرنے والے لوگوں کو قرآن چیلنج کرتا ہے کہ **ولا یاتونک بمثل الا جئنک بالحق واحسن تفسیرا** (۳۳-۲۵) یعنی یہ مخالفین قرآن کافر لوگ تیرے پاس ایسا کوئی مثال یا کوئی اعتراض نہیں لاسکتے مگر ہم اسکا جواب برحق اور حسین ترین تفسیر لاچکے ہیں“ محترم قارئین! اب آئیں اور ملاحظہ فرمائیں کہ علم حدیث قرآن کی تفسیر کرتا ہے یا اس میں ترمیم کرتا ہے اور تردید کرتا ہے اب حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیں کہ **ان دمائکم و اموالکم واعراضکم علیکم حرام** یعنی مطلق تمہارا خون مال ساز وسامان تمہارے اوپر حرام ہے اسکے مقابل قرآن کی عبارت صرف انسانی جان اور خون کے لئے ملاحظ فرمائیں۔ **ولا تقتلو االنفس التی حرم اللہ الا بالحق ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف فی القتل انه کان منصورا** (۳۳-۱۷) یعنی اس جان کو قتل نہ کرو



جسے اللہ نے حرام ٹھرایا ہے مگر حق کے ساتھ (قتل کرسکتے ہو ناحق قتل کرنے والے کو) ہاں جو مظلوم حالت میں قتل کیا جائے (یعنی اسکا کوئی وارث ہی نہ ہو) تو ہم اسکے وارث کیلئے وقر وراثت کیلئے وقت کے حکمران کو بدلہ لینے کا حکم دیتے ہیں پھر وہ بدلہ لیتے وقت حدود قصاص کی حد شکنی نہ کرے لاوارث آدمی کی وارث حکومت بنے اور اگر وارث کمزور ہے تو سلطان وقت وارث کی مدد کرے **انه کان منصورا**“ محترم قارئین قتل اور خون کے معاملہ میں بتاؤ کہ علم حدیث کے الفاظ زیادہ تفصیل سے ہیں یا جو دشمن لوگ قرآن کو مبہم اور مغلق مشہور کئے ہوئے ہیں، تو قرآن کی عبارت اس معاملہ میں زیادہ واضع اور مبین ہے جب کے قرآن کے مقابلے میں حدیث کے الفاظ صرف یہ ہیں کہ **ان دماؤ کم علیکم حرام**“۔

محترم قارئین! اس حدیث میں تین چیزوں کی حرمت کا ذکر ہے خون، مال، ساز وسامان، اب آپ لوگ فیصلہ کریں کہ مال اور اعراض یعنی سامان یہ تو ایک چیز ہوئی کیوں کہ سامان تو مال میں سے ہی ہوتا ہے اسلئے دو چیزوں کا ذکر ہوا مال سے متعلق اس حدیث خطبہ حجۃ الوداع میں صرف اتنا جملہ ہے کہ **و اموالکم علیکم حرام** یعنی تمہارے مال تم پر حرام ہیں لیکن میں آپ کی خدمت میں حرمت اموال کی متعدد آیات میں سے صرف ایک آیت پیش کرتا ہوں پھر قرآن اور حدیث کے مفصل اور مبہم ہونے کا موازنہ خود آپ کریں **یا ایھا الذین آمنو الاتاکلوآ اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولاتقتلوآ انسکم ان اللہ کان بکم رحیما** (۲۹-۴) یعنی اے ایمان والو! نہ کھاؤ تم آپس کے مال باطل طریقوں سے سوا اسکے کہ جو تمہارے بیچ میں باہمی رضامندی سے تجارت ہوتی ہو اور تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو اللہ آپکے ساتھ رحم کا سلوک کرنا چاہتا ہے

محترم قارئین! اس آیت کا بھی بہت وسیع مفہوم ہے تصریف آیات کے حوالوں سے لیکن صرف اس ایک آیت کو دیکھا جائے تو بھی حدیث کے اندر بتائے ہوئے ایک جملہ کہ **اموالکم علیکم حرام** سے زیادہ تفصیل حرمت سے متعلق ہم قرآن کو لاتے ہیں پھر کسی منصف سے موازنہ کرائیں کہ کون مفصل ہے کون مبہم ہے؟ قرآن پر مبہم اور غیر مفصل ہونے کا الزام لگانے والوں کو اللہ کا خوف کرنا چاہیئے لوگوں میں انکی بات اس لئے قبول کی جاتی ہے جو لوگ قرآن پڑھتے ہی نہیں اور میری چیلنج ہے کہ مکہ مدینہ مصر پاکستان ہندستان انڈونیشا ملائیشا لبیا سارے عالم اسلام میں تصریف آیات کے بتائے ہوئے قرآنی ہنر سے قرآن کی تعلیم کا ایک بھی مدرسہ اور دار العلوم نہیں ہے صرف ابھی ابھی کچھ لوگ اپنے اپنے گھروں سے مزدوری کی حلال روٹی کھا کر بغیر چندے کھائے قرآن کو تصریف آیات سے سمجھنے کی انفرادی کوششیں کررہے ہیں اور بس۔

محترم قارئین! حدیث مین ان دو چیزوں یعنی جان اور مال کی حرمت بتا کر پھر اس حرمت کی تشبیہ سے اہمیت سمجھائی گئی ہے وہ تشبیہ جن چیزوں سے دی گئی ہے انکو بھی ملاحظ فرمائیں **کحرمة یومکم هذا وکحرمة شهرکم هذا فی بلدکم هذا وانکم ستلقون ربکم ویسئلکم عن اعمالکم** یعنی (تمہاری جان مال اس طرح حرام ہے) جس طرح تمہارے آج کے دن کی حرمت ہے اور جس طرح تمہارے اس مہینے کی حرمت ہے فی بلدکم هذا یعنی اس تمہارے شہر میں اور تم جلدی اپنے رب سے ملوگے تو وہ تمہارے اعمال کی باز پرس کریگا“

محترم قارئین! اس حدیث مین یوم عرفہ یعنی نو ذی الحج کو محترم اور حرمت والا کہا گیا ہے جس کا ثبوت اور حوالہ پورے قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے یہ حرمت یوم کا اضافہ تسلیم کرنا قرآن کو ناقص کہنے کے مترادف ہوگا یہ علم حدیث کی طرف سے قرآن کے اندر تر



میم کے معنوں میں کہا جاسکے گا، جبکہ اللہ جل شانہ کی دعویٰ ہے کہ ہم نے اس کتاب میں ہر چھوٹی بڑی چیز کو دے رکھا ہے، **وکل صغیر وکبیر مستطر** (۵۴-۵۳) اس دعوے کے باوجود نو ذی الحج کے حرام و احترام کا کہیں بھی پورے قرآن میں ذکر نہیں ہے تو اب بتایا جائے کہ حدیثیں ایجاد کرنے واالوں کی ذہنی سوچ تو قرآن میں ترمیم کررہی ہے دوسری طرف گویا قرآن کو ناقص بتارہی ہے کہ یوم حج کی حرمت کو اللہ بھول گیا علم حدیث نے اسے پایہ تکمیل کو پہنچایا اس کی معنی گویا انکی بات ماننے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی یہ دعویٰ کہ **الیوم اکملت لکم دینکم** (۵-۳) یعنی آج میں نے تمہارے دین مکمل کر دیا ہوا ہے اللہ کی یہ دعویٰ بھی حدیث سازوں نے جھوٹی کر دی جو کہ قرآن میں یوم کی حرمت کا ذکر نہیں ہے جو کہ حدیث خطبہ حجۃ الوداع میں موجود ہے“

چلو آگے چلتے ہین حدیث میں ہے کہ **وکحرمة شهرکم هذا فی بلدکم هذا** (تمہارے جان مال ایسے حرام ہے) جس طرح کے تمہارے اس مہینے کی حرمت تمہارے اس شہر (مکہ) میں میرے خیال میں حدیث سازوں کے دین اور قرآن پر لگائے ہوئے تیر و تفنگ کی طرف پڑھنے والوں کا ذہن عقیدت کی وجہ سے نہیں گیا ہوگا، محترم قارئین! یہ حدیث بنانے والے مسلم امت والوں کو کہہ رہے ہیں کہ **کحرمت شهرکم هذا فی بلدکم هذا** یعنی تمہاری جان و مال اس طرح حرام ہے جس طرح مہینہ (ذی الحج) حرام ہے وہ بھی پورے جہان میں نہیں بلکہ خالی تمہارے اس شہر مکہ میں اسکو حرام مانا جاتا ہے“

محترم قارئین! بتایا جائے کہ قرآن میں کسی بھی یوم کو حرمت کا منصب نہیں ملا ، جبکہ علم حدیث نے اس کو دے دیا ہے قرآن میں شہر الحرام کا ذکر ہے لیکن علم حدیث نے کہا کہ یہ حکم بھی تو خالی مکہ کے لئے ہے علم حدیث بنانے والے اس حدیث کی روشنی میں گویا

فی بلد کم ھذا سے شہر مکہ سے باہر حرمت کا ذکر نہیں کر رہے اب بتائیں کہ کیا ایسا اشتباہات میں ڈالنے والا خطبہ جناب رسول اللہ سلام علیہ حجۃ الوداع جیسے عظیم عالیشان اجتماع میں دے سکتے ہیں؟

محترم قارئین! یہ حدیث بنانے والے دیکھو کس قسم کے لوگ ہیں جو اللہ نے کسی یوم کو حرام اور محترم کا لقب نہیں دیا اور یہ لوگ مہینوں کو بھی محترم کہے جا رہے ہیں اللہ نے فرمایا ہے کہ **یا ایھا الذین آمنو** یعنی اللہ نے پورے عالم اسلام کے مومنوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ **ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السماوات والارض منھا اربعۃ حرم** یعنی اللہ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ ہے زمین آسمان کے پیدا کرنے سے لے کر جن بارہ میں سے چار مہینے محترم ہیں یعنی انکا احترام کرنا لازم ہے، لڑائی جھگڑے منع ہیں (تاکہ ان میں قیام امن کیلئے بھرپور کوششیں کی جائیں) لیکن اس حدیث خطبہ میں کہا گیا کہ **کحرمۃ شھر کم ھذا فی بلد کم ھذا** یعنی اس مہینے کی حرمت کو تمہارے شہر مکہ میں جس طرح حرام کہا جاتا ہے اس طرح تمہاری جان و مال محترم ہے حرام ہے'' محترم قارئین! حدیث سازوں کی قرآن سے دشمنی انکی روایات کے عبارات سے عیاں ہے اللہ نے تو لوگوں کو فرمایا کہ میری کتاب قرآن کو بھی اندھے بہرے ہو کر نہ پڑھو یعنی کان کھول کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پڑھو لیکن امت مسلمہ کے لوگ قرآن کو بصیرت کی آنکھیں کھول کر پڑھتے ہی نہیں افسوس ہے کہ وہ علم حدیث کو بھی غور سے اور بصیرت سے پڑھتے ہی نہیں جس سے پڑھنے والوں کے سامنے علم حدیث ایجاد کرنے والوں کی قرآن دشمنی ثابت ہو سکے اور عیاں ہو سکے'' لوگو! حدیث سازوں کا ظلم تو دیکھو انہوں نے اس حدیث میں یوم ھذا کو حرام قرار دیا ہے جس کو قرآن نے حرام نہیں کیا ہے اور اس طرح قرآن کو محدود کر دیا ہے،



جب کہ قرآن میں بلد امین مکہ المکرمہ کو محترم کہا گیا ہے (سورت قصص ۲۸ آیت ۲۷) (سورت عنکبوت ۲۹ آیت ۶۷) اس خطبہ حجۃ الوداع کے عظیم الشان اجتماع میں خاتم الانبیاء سلام علیہ کی تقریر اور خطاب کی انہوں نے ایسی تو حدیثیں گھڑی ہیں جو اس میں بلدا مین مکہ کو قرآن تو حرما آمنا امن دینے والا محترم کر کے پکارا گیا ہے لیکن علم حدیث اسے محترم ماننے سے انکار کرتا ہے وہ بھی یوم الحج الاکبر کے حوالہ سے۔ لوگو! بتاؤ تم ان حدیث سازوں کے اندر کی سوچ کو اب بھی نہیں سمجھ سکے!!!

**اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ ضُلَّالًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔**

ترجمہ: خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا جو ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

## تبصرہ

میں اس سے پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ حدیثیں وفات رسول کے بعد گھڑی گئی ہیں اگر آدمی پہلے قرآن حکیم سمجھ کر پڑھے گا اور اس کے بعد علم الاحادیث پر نظر ڈالے گا تو اسکو یہ حقیقت آسانی سے سمجھ میں آجائے گی۔

ابھی اس خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث آپ نے پڑھی کہ جناب رسول اللہ نے خاص قریش کو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی لالچوں میں پڑ جانے سے بچنے کا وعظ فرمایا، حدیث سازی کی امام مافیا نے پھر اس حدیث کی بنیاد پر جو اصحاب رسول پر خلافت کے مسئلہ میں جھوٹے الزاموں کی کئی ساری حدیثیں بنا ڈالی ہیں کہ ایک علی علیہ السلام تھے جو رسول کے دفن کفن میں مصروف تھے باقی قریش اقتدار کی ہوس میں انصار سے لڑنے جھگڑنے میں لگ گئے،

محترم قارئین! یہ علم حدیث با قائدہ منصوبہ بندی سے ترتیب و تدوین کیا ہوا ہے اب جو کوئی خلافت پر جھگڑوں کی خرافات کے متعلق راویات مطالعہ کریگا تو وہ ضرور خطبہ حجۃ الوداع کی

حدیثوں کا حوالہ دیگا کہ واقعی رسول بھی فرما گئے ہیں کہ قریش سے ڈر ہے کہ کہیں دنیا طلبی میں
اپنی آخرت نہ خراب کردیں جو میں رسول بھی آپ کی وہاں مدد نہ کرسکوں۔

محترم قارئین! اہل مطالعہ لوگ جانتے ہیں کہ حدیث سازوں نے یہ بھی بڑے
پیمانے پر جھوٹی حدیثین گھڑی ہیں کہ جیسے ہی رسول اللہ وفات پا گئے تو کئی سارے لوگ
اسلام چھوڑ کر اپنی پرانی ڈگر پر جاکر مرتد ہو گئے یعنی رسول بھی اس دنیا سے گئے تو اسلام بھی
گیا اب ہم اپنی ڈگر پر چلیں گے پھر یہ بھی روایتیں بنائی کہ پہلے خلیفہ نے لوگوں کے ارتداد
پر ڈنڈا اٹھایا تھا کہ جو آدمی رسول کے زمانہ میں زکواۃ کی اونٹنی دیتا تھا وہ اگر میرے دور میں
اونٹنی تو دیگا لیکن اسکے پاؤں کی رسی نہیں دیگا تو بھی میں اسے قتل کرونگا ایسی ایسی کئی روایتیں
گھڑی گئی ہیں جو سب خلاف قرآن ہیں، اثناعشری لوگ کہنے لگے کہ جو لوگ وفات رسول
کے بعد مرتد ہوئے تھے وہ مرتد نہیں ہوئے تھے وہ خلافت علی کے دوٹر تھے مطلب کہ ان
سب خرافاتی روایات کو یہ خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث کہ خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا جو
ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ ایک طرح سے تصدیقی سہارا دے رہی ہے،
سوچنے والے سوچیں کہ نبوت کا سارا عرصہ تیئیس سال ہے اس پورعرصہ کے گذر جانے کہ
باوجود ان حدیثوں کو پڑھنے سے گویا یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جناب رسول اللہ وفات کے
قریب بھی اپنی تیار کردہ جماعت کے لوگوں کی ایمانی لیول کو متزلزل دیکھر فرما رہے ہیں کہ
خبردار! میرے بعد پھر گمراہی! اور ضلالت کی طرف لوٹ کر نہ جانا جو ایک دوسرے کی گردنیں
کاٹتے رہو محترم قارئین! کیا کریں مدرسوں کے مولویوں نے قرآن پڑھنے پڑھانے کے
بجائے اپنی درسگاہوں میں خلاف قرآن امامی علوم کی روایاتی نصاب اصحاب رسول کے
دشمن گویا رسول اللہ کے شان کے خلاف علوم پڑھاتے ہیں انکے ہاں تصریف آیات سے
قرآن پڑھنے پر بندش ہے ورنہ امامی علوم کی ان زٹلیات کو قرآن نے ایک ہی ٹھوکر سے اڑا



دیا ہے شان اصحاب رسول اور اصحاب رسول کے ایمانی استحکام کی گارنٹی دے دی ہے کہ
**فقد وکلنا بھا قوما لیسوا بھا بکافرین** (۸۹-۶) یعنی ہم نے قرآن کے
جملہ انبیاء کی تعلیمات کا امین ہے اس کیلئے قوم کو وکیل بنایا ہے جو وہ کبھی بھی کفر نہیں کرے گی
اب اس خطبہ کے اندر ایسی جملہ باتیں جو جماعت صحابہ کے ایمان کی کمزوری یا دنیا پرستی کی
جتنی بھی اشارہ بازی کریں ایسی سب حدیثیں اور اقوال باطل غلط اور خلاف قرآن ہیں"
جناب رسول اللہ جیسی شخصیت اپنے اصحاب کے بارے میں ایسا گمان بھی نہیں کرسکتی اس
طرح کی حدیثیں جھوٹی ہیں رسول اللہ سچا ہے قرآن سچا ہے، اصحاب رسول سچے اور پکے
مؤمن ہیں"

**فَمَنْ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَانَةٌ فَلْيُؤَدِّهَا اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَهٗ عَلَيْهَا۔**

ترجمہ: پھر جس کے پاس کسی کی امانت ہو وہ ضرور بالضرور اسے واپس کردے اسکی طرف
جس نے امانت رکھی ہے اسکے پاس"

### تبصرہ

محترم قارئین! میں پھر اپنی پہلی بات دہراتا ہوں کہ جو لوگ ہر وقت یہ ڈنڈھورہ
پیٹتے رہتے ہیں کہ قرآن مجمل، مبہم، مغلق غیر واضح طریقوں سے مسائل بیان کرتا ہے اس
لئے علم حدیث اس کا تفصیل اور تفسیر کرتا ہے" میں ایسے ڈھنڈھورچیوں کو چیلنج کرتا ہوں اور
دعویٰ کرتا ہوں کہ انکا یہ قرآن پر جھوٹا الزام ہے کہ وہ مبہم اور غیر واضح مسائل لاتا ہے اور وہ
آپکی تفہیم اور غیر قرآنی علم کا محتاج ہے محترم قارئین! آئیں مسئلہ امانت پر ہی قرآن اور علم
حدیث کا موازنہ کریں اس کیلئے بقول ان راویان حدیث کے حجۃ الوداع کے مجمع میں ایک
لاکھ سے زیادہ سوا لاکھ تک لوگوں کا اجتماع تھا انکے سامنے جناب رسول اللہ کی طرف جوا

حادیث گھڑ کر منسوب کی گئی ہیں کہ آئیں پہلے اوپر والی آدھی سطر والی حدیث بھی پڑھ لیں
جو سوا لاکھ لوگوں کے اجتماع کو بقول امامی لوگوں کے بند اور مبہم قرآن کا تفصیل کرنے کیلئے
پیش کی گئی ہیں اسکے بعد قرآن حکیم میں جو امانت کا ذکر کیا گیا ہے وہ دو قسم ہے ایک امانت
مال ملکیت کے لین دین کی ہے جسکو معاملات سے متعلق یعنی قرض دینے کے مسئلہ سے ملا
کر بیان کیا گیا ہے جسکے لئے فرمان ہے کہ اے ایمان والو جب تم آپس میں مقرر معیاد کے
لئے قرض کی لین دین کرو تو اس معاملہ کو ایک عادل کاتب کے ذریعہ لکھ لیا کرو اسکے اوپر
دو عادل گواہوں کی گواہی بھی ثبت کر لیا کرو ہر چھوٹی بڑی چیز کو لکھت کے ذریعہ محفوظ کیا کرو
خبردار جگھڑوں کی صورت میں معاملات کے لکھنے والوں اور شاہدوں کو کوئی فریق تکلیف نہ
پہنچائے اگر سفر کے وقت لین دین ہوئی ہے وہاں کوئی کاتب نہیں مل سکا تو کوئی چیز گروی
رکھ کر معاملہ کیا جائے پھر خیال رکھیں کہ گروی کے طور پر رکھی ہوئی چیز یہ امانت ہے اور امانت
رکھنے کیلئے جس پر اعتماد کیا گیا ہے اسکے اوپر لازم ہے کہ وہ اسے ادا کرے **فان امن
بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانته ولیتق الله ربه
ولاتکتموا الشهادة ومن یکتمها فانه اثم قبله والله بما
تعملون علیم** (۲-۲۸۳) جناب قارئین! اس لین دین سے متعلق جو ہدایات سورت
بقرہ کی دو آیتوں میں سمجھائی گئی ہیں وہ میرے پاس موجود نسخہ میں انہیں سطروں پر مشتمل ہے
یہ میری گذارش اس واسطے ہے کہ جو دشمنان قرآن نے مشہور کر رکھا ہے کہ قرآن مسائل
بیان کرنے میں مبہم اور مغلق عبارتیں لاتا ہے اسلئے انکی خدمت میں عرض ہے کہ وہ مسئلہ قرض
کی لین دین اور امانت رکھنے کے سلسلہ میں پہلے سورت بقرہ کی یہ دو آیتیں پڑھیں پھر
پورے ذخیرہ احادیث جو کہ بڑے انباروں پر مشتمل ہے ان میں اس مسئلہ کا قرآن جیسا
تفصیل دکھائیں تو مانیں'' بھر حال امانت کا ایک اور اہم قسم مالیاتی لین دین کے علاوہ بھی



ہے جسکا خطبہ حجۃ الوداع میں اشارہ تک نہیں ہے اور اس قومی بین الاقوامی اجتماعی مسئلہ
امانت کو اللہ عزوجل نے کم سے کم چھ مقامات پر تکرار سے ذکر فرمایا ہے سورت احزاب کی
آیت نمبر ۷۲ میں فرمایا کہ ہم نے جو نظام کائنات کیلئے بڑے بڑے کروں کہکشانوں
آسمانوں زمین اور جبال کے ذمے انکے فرائض امانت کے طور پر لاگو کیئے تو وہ سب اسکی مکمل
بجا آوری کر رہے ہیں اور اس امانت کی انحرافی سے ڈرتے ہیں لیکن یہ انسان ہی ہے جو اللہ
کی طرف سے دی ہوئی امانتوں میں ہیرا پھیری کرتا ہے، یہ بڑا ظالم ہے یہ بڑا جاہل ہے
سورت نساء کی آیت نمبر ۵۸ میں فرمایا اس نظام کائنات اور نظام ریاست کے لئے تم لوگ
ایسے لائق اور اہل آدمیوں کو مقرر کرو انتخاب کرو جو اسکی اہلیت رکھتے ہوں ایسے لوگوں کی
تعینیاتی تمہارے ذمے ایک طرح سے ایک امانت ہے اسلئے حکمرانوں کی تقرری کے وقت
آپ نے جو رائے دینی ہے اس امانت کا استعمال صحیح صحیح اہل آدمی کیلئے کرنا پھر جب وہ
لوگ تمہاری امانت (ووٹ) ملنے کے بعد حکمران بن جائیں تو انکے لئے علم وحی کا
آرڈر ہے کہ **واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا
بالعدل** (۴-۵۸) یعنی جب تم لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے لگو تو انصاف وعدل کا
خیال رکھو۔ سورۃ انفال کی آیت نمبر ۲۷ میں فرمایا کہ اللہ اور رسول کی طرف سے آپکو دئے
گئے نظام کے اندر کبھی بھی خیانت کرنے کا تصور بھی نہیں کرنا یہ اللہ کی طرف سے ووٹ دینے
والی عوام کی طرف سے آپکے ذمہ ایک امانت ہے اس امانت کا غلط استعمال نہ کریں سورۃ
المؤمنون اور المعارج میں کامیاب مؤمنون اور گڈ ایڈمنسٹریٹر کی تعریف کرتے ہوئے قرآن
فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو **والذین هم لامانتهم وعهدهم
راعون** یعنی وہ لوگ جو اللہ اور عوام کی طرف سے انہیں ملے ہوئے اقتدار جو کہ ایک طرح
سے امانت ہے اسکی ایسی تو پاسداری کرتے ہیں جیسے وہ اپنے عہدہ کا حلف اٹھاتے وقت جو

قول واقرار کرتے ہیں یعنی حکمران بننے کا حلف میں کہے ہوئے سب وعدوں کی پاسداری
کرتے ہیں'' جناب قارئین! غور فرمائیں امانت کے موضوع اور مسئلہ سے متعلق قرآن کی
تشریحات اور تفاصیل کو میں یہاں پھر چیلنج کرتا ہوں کہ پورا ذخیرہ احادیث کھنگال کر کوئی
قرآن جیسی امانت کی تشریح لے آئے تو جو چور کی سزا وہ میری سزا یہ حدیث ساز دشمنان
اسلام والمسلمین قرآن کو تو حکمرانی کا منشور کتاب مانتے ہی نہیں یہ کہاں سے کونسی
حدیثوں سے امانت بمعنی حکمرانوں کا انتخاب اور انکی تعیناتی کا پراسیس لے آئینگے، انہوں
نے تو حدیثیں بنائی ہیں کہ کچھ بکریاں لیکر ایک شادی کر کے لوگوں سے دور پہاڑوں پر جا کر
وہاں زندگی گذارو (بخاری) (علم طب کی کتابوں میں ہے کہ دودھ کے سب جانوروں
میں سے بکری کے دودھ سے شہوت زیادہ بنتی ہے) میں پھر اپنی دعوی کو دہراتا ہوں کہ علم
قرآن تو مردہ لوگوں کو حیات جاوداں دینے آیا ہے، بگڑی ہوئی مسخ شدہ انسانیت کا چہرہ
پرنور کرنے آیا ہے، یہی معنی ہے **وابرىء الاكمه والابرص واحى
الموتىٰ باذن الله** (۳-۴۹) جب کہ علم حدیث قرآن کی فلاسفی کو توڑ کر بیدار
انسانوں کو سلانے کیلئے بنایا گیا ہے اور حساس انسانوں کو معاشروں سے نکال کر جنگلوں کی
چوٹیوں پر جا کر بسیرا بنانے کیلئے بنایا گیا ہے''۔

**أَيُّهَا النَّاسُ! كُلُّ مُسْلِمٍ أَخُو الْمُسْلِمِ وَإِنَّ الْمُسْلِمِينَ إِخْوَةٌ أَرِقَّاءَكُمْ أَرِقَّاءَكُمْ أَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَاكْسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ۔**

ترجمہ: یعنی اے لوگو! ہر مسلم دوسرے مسلم کا بھائی ہے اور سارے مسلم افراد ایک دوسرے
کے بھائی ہیں تمہارے جو غلام ہیں انہیں وہی کچھ کھلائیں جو آپ کھاتے ہیں اور انہیں وہی
کچھ انہیں پہنائیں جو کچھ آپ پہنتے ہیں۔



## تبصرہ

محترم قارئین! اس خطبہ حجۃ الوداع میں حدیثیں بنانے والوں نے جناب رسول
اللہ کو جو قرآن نے حکم دیا ہوا ہے کہ اب آئندہ کیلئے آپکو یہ اختیار اور پرمنٹ نہیں ہے کہ
ماضی کی رسم بد غلام سازی کی جڑ اور بنیاد کو جنگوں میں مخالف لشکر کے لوگوں کو گرفتار کر کے قید
کر کے جو غلام بنایا جاتا تھا، اب آئندہ کیلئے بندش لگائی جاتی ہے کہ آپ کسی کو قید نہیں
کرینگے'' لیکن لڑائیوں میں لامحالہ ایسی نوبت آجاتی ہے کہ اگر دشمن فوج کے آدمیوں کو قید نہ
کیا جائے تو جنگ کا پانسہ ہی الٹ جاتا ہے اور جیتی ہوئی جنگ بھی ہاری جاتی ہے تو ایسی
صورتحال کیلئے قرآن نے فرمایا کہ **فاذا لقيتم الذين كفروا فضرب
الرقاب حتىٰ اذآ اثخنتموهم فشدوا الوثاق فاما منا بعد
واما فدآء حتىٰ تضع الحرب اوزارها** (۴۷-۴) یعنی انقلاب دشمنوں
سے ٹکراء کے وقت انکی گردنیں مارنی ہیں اور غالب آجانے کیلئے جب انہیں گرفتار کریں تو
انکو قید میں اتنے تک قابو میں رکھیں جتنے تک اسباب جنگ ختم ہو جائیں پھر جنگی معرکات
کے ختم ہونے کے بعد ان قیدیوں کو بہر صورت آزاد کرنے کا حکم دیا جاتا ہے احسان کرتے
ہوئے مفت میں آزاد کریں یا حالات کی تقاضا سے ان سے فدیہ لے کر بعد میں آزاد کریں
بہر حال انکو غلام بنائے نہیں رکھنا''

محترم قارئین! قرآن حکیم کی اس تعلیم کو پڑھنے کے بعد جب علم حدیث کے اندر
لڑائیوں کا ذکر پڑھتے ہیں تو معاذ اللہ جناب رسول انقلاب خاتم الانبیاء علیہ السلام کا مشن
ایسا لگتا ہے کہ جیسا کہ انکا مقصد حیات اس قرآن کو توڑنا اور مسخ کرنا تھا، معزز قارئین! آپ
زحمت کریں اور سورۃ نور میں آیت ۳۳ پر غور کریں اور ساتھ ساتھ سورت انفال کی آیت ۶۰
پر بھی غور کریں کہ قرآن میں غلاموں کے حوالہ سے جناب رسول اللہ کے زمانہ نبوت سے

طئے ہو گیا کہ غلام سازی پر بندش ہے مسئلہ نبوت ملنے سے پہلے معاشرہ کے اندر جو غلام تھے
ان کے لئے قرآن حکیم تعلیم دیتا ہے کہ **والذین تبتغون الکتٰب مما**
**ملکت ایمانکم فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیراً وّاٰتوھم من**
**مال اللہ الذین اٰتٰکم** (۳۳-۲۴) یعنی جو غلام لوگ آپ سے آزاد ہونے آزاد
رہنے کی تحریر طلب کریں پرمٹ مانگیں تو ان میں اگر صلاحیت محسوس کریں کہ وہ آزاد ہو کر
نہ بھیک مانگیں گے نہ چوری کرینگے بلکہ ایک اچھے شہری کی طرح معاشرہ میں رہینگے تو ایسے
غلاموں کو نہ صرف آزادی کی پرمنٹ دو لیکن ساتھ ساتھ سرکاری بجٹ سے انکو اپنے پاؤں پر
کھڑے ہونے کیلئے معقول رقم بھی دو جس سے وہ گھر اور کاروبار بھی کر سکیں جناب قارئین
حدیث ساز اور فقہ ساز قرآن دشمن اماموں نے اسلامی فلاسفی کے ساتھ بڑا ظلم کیا ہے انہوں
نے اس آیت (۳۳-۲۴) کی تفسیر کو ایسا تو بگاڑا ہے جو الٹا یہ لکھا ہے کہ جو کوئی غلام آپ
سے آزادی طلب کرے مکاتبت کے بنیاد پر یعنی وہ آپکو کچھ رقم دیکر اسکے عوض اپنی آزادی
لے تو اسکے بدلے میں آزاد کرنے کو فقہاء نے مکاتبت کا نام دیا ہوا ہے معزز قارئین
اصدیوں سے یہ فقہ یہ روایات امت اسلامیہ کے مذہبی درسگاہوں کے نصاب تعلیم میں
داخل درس ہیں اور انکی وجہ سے اسلام کی رسوائی ہوئی ہے کہ اس دین میں غلام سازی روا ہے
بلکہ ضروری ہے اور آج تک رواں دواں ہے کس سے فیصلہ کرائیں کس کے ہاں جا کر فریاد
کریں کہ قرآن تو فرماتا ہے کہ اسلام کے آنے سے پہلے والے لوگ جو غلام ہیں وہ اگر
آزاد ہونے کی تحریری پرمنٹ مانگیں تو وہ انہیں لکھت دیکر پھر اچھے شہری ہو کر رہنے کے لئے
پیسے بھی تم دو (۳۳-۲۴) فقہ ساز حدیث سازوں نے قرآن کے حکم کو الٹا کر دیا ہے معزز
قارئین میری یہ فریاد گورنمیٹ کا ایک اچھا خاصا ذمہ دار افسر اپنے ذاتی حوالہ سے پاکستان
کے ایک نہایت ہی نامور دینی مدرسہ کے شیخ الحدیث کے پاس گیا کہ عزیز اللہ نے جو یہ



الزام لگائے ہیں کہ آپکا درس نظامی والا نصاب خلاف قرآن ہے اور شاہ ولی اللہ کہ بیٹے شاہ
عبدالعزیز کے حوالہ سے یہ بھی ثبوت دیا ہے کہ ائمہ اربعہ اہل سنت مخلصین شیعوں میں سے
ہیں تو اب اسکے جواب کی ذمہ داری آپ کے اوپر ہے آپ کیا جواب دینگے تو اس عالم
دین نے فرمایا کہ ہم نے جواب طئے کرلیا ہے تو اس نے پوچھا وہ کیا ہے تو فرمایا کہ گولی اس
پر اس صاحب نے کہا کہ عزیز اللہ کو گولی مارنے کے بعد بھی اس کے سوالات تو موجود رہیں
گے وہ تو علمی دنیا کا ایک مسئلہ ہے جو کسی کے مرجانے سے ختم نہیں ہوتا'' میں بھی اپنے گھر
میں اپنے بچوں کو قرآن حکیم ترجمہ کے ساتھ پڑھاتا رہتا ہوں اس میں ایک سبق آموز
آیت ہے **انما الصدقٰت للفقرآءِ والمسٰکین والعٰملین علیھا**
**والمؤلفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ**
**وابن السبیل فریضةً من اللہ واللہ علیم حکیم** (۶۰-۹) یعنی
صدقات کا مصرف وہ لوگ ہیں جو نادار ہوں مسکین اور اس محکمہ زکوٰۃ کے ملازموں اور جنگی
تالیف قلب مقصود ہو یعنی جو لوگ اسلام میں تو آنا چاہیں لیکن انکے پہلے معاشرہ والوں کے
اسکی طرف کچھ واجبات ہیں جن کو ادا کئے بغیر آنا مشکل لگتا ہو، اور وہ لوگ جو غلامی کی قید میں
ہوں تو انہیں آزاد کرانے کیلئے انہیں اتنا کچھ دیا جائے وہ آزادی حاصل کرلے، اس سبق
کے پڑھاتے وقت میرا بڑا بیٹا راشد سندھ کے اندر جاری کردہ رسم کے مطابق ڈاکو اغوا کر کے
لے گئے تھے جو اس وقت ڈاکوؤں کی تحویل میں تھا تو میرے چھوٹے بیٹے نے اس آیت
کے سبق میں یہ سوال کیا کہ کیا راشد کو ڈاکوؤں سے چھڑانے کیلئے ہم اس آیت کے حوالہ سے
لوگوں سے صدقات لے سکتے ہیں میں نے جواب میں اسکو کہا کہ یہاں صدقات بمعنی زکوٰۃ
کے ہیں اور زکوٰۃ دی جاتی ہے لی نہیں جاتی، اور زکوٰۃ دینا گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے پبلک
کی نہیں (۱۴-۲۲) صدقے کی دوسری معانی کے ساتھ ایک معنی زکوٰۃ لینا اس کا ثبوت

آیت (۱۰۳-۹) میں ہے۔

معزز قارئین! اس مضمون میں ہم تبصرہ کر رہے ہیں خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث پر جس میں پہلے تو آپ ابھی پڑھ کر آئے ہیں کہ انکا یہ کہنا کل مسلم اخو المسلم وان المسلمین اخوۃ یعنی مسلم مسلم کا بھائی ہے اسکو قرآن نے وسیع کیا ہوا ہے کہ اخوۃ نسلی بھی ہے اور ہر انسان ایک دوسرے کے نظریاتی بھائی ہو سکتے ہیں خطبہ کی حدیث میں دوسرا جملہ ہے ارقائکم یعنی تمہارے غلام تمہارے غلام ہیں انکو کھانے اور لباس میں اپنے برابر رکھیں" ابھی آپنے غلاموں سے متعلق قرآن کا حکم سنا کہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنی بجیٹ سے خرچ کر کے جو لوگ رقاب یعنی غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں انہیں آزاد کرائیں آزاد کرانے کی قیمت حکومت کو اپنے خزانے سے دینی ہے قرآن کو مولوی لوگ جب تصریف آیات کے بتائے ہوئے قرآنی ہنر سے نہیں پڑھینگے تو امام لوگوں کی مشن ہی قرآن کے اندر تحریفات کرنے کی ہے، پھر انکے حوالوں سے تو قرآن سمجھ میں نہیں آئیگا، اب کوئی بتائے کہ حجۃ الوداع کا وقت ٹھیک وفات رسول کے وقت سے صرف تین ماہ پہلے کا ہے تو کیا نبوت کا مشن جو اس عرصہ تک کامل اور مکمل ہو گیا ہے اور جناب رسول علیہ السلام اپنے دور کے حاکم اعلیٰ ہیں اپنی حکمرانی کے ایام میں اس حدیث کے لحاظ سے جیسے کہ آیت (۳۳-۲۴) پر عمل نہیں کیا یعنی غلاموں کو آزادی کے پروانے جاری نہیں کئے! اور اب وفات کے قریب رسول اللہ کو ان کے غلام رہنے کی تو کوئی تشویش حدیث میں نہیں دکھائی جاتی صرف روٹی کپڑے کی بات کی جاتی ہے لوگو ذرا سوچو! کہاں قرآن تو کہاں یہ امامی علوم!!! معزز قارئین! میں صرف امت والوں کو کیا فریاد کروں میں دنیا بھر کے ہر صاحب انصاف آدمی سے فریاد کرتا ہوں کہ جس ہستی کا تعارف قرآن حکیم یہ کراتا ہے **ویضع عنهم اصرهم والا غلال التی کانت علیهم** (۷-۱۵۷) میرا محمد ﷺ بوجھوں تلے دبے ہوئے انسانوں



پر سے ان کے بوجھ ہٹا کر انکی غلامی کی زنجیروں کو غلامی کے طوقوں کو ہٹانے اور کھولنے کیلئے آیا ہے قارئین! قرآن کے ایسے تعارف کے مقابلہ مین علم حدیث نے یہ کہا ہے کہ رسول وفات کے قریب غلاموں کو غلام تسلیم کرتے ہوئے انکو صرف اچھی روٹی اور کپڑے دینے کی سفارش فرما گئے ہیں کہاں قرآن کہاں یہ امامی اقاویل اور یہ روایات تو قرآن کا تفسیر کرنے کے بجائے قرآن کا رد کر رہی ہیں اور جناب رسول اللہ سلام علیہ کے مرتبہ اور شان کو گھٹا کر پیش کر رہی ہیں کہ اس نے اللہ کے حکم (۳۳-۲۴) پر اپنی زندگی میں عمل نہیں کیا اور غلامی کو جائز اور روا رکھا اور ختم نہیں کیا ان الزامات سے سارا علم حدیث دفتہ بھرا ہوا ہے یہی وہ علم ہے جو دینی مدارس میں لوگوں سے چندہ لیکر امت مسلمہ کی اولاد کو پڑھایا جاتا ہے۔

**أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ الرَّبِيعَةِ بْنِ الْحَارِثِ وَكَانَ مُسْتَرْضَعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَهُ هُذَيْلٌ وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ۔**

ترجمہ: یاد رکھو: دور جاہلیت کا سب کچھ میں نے اپنے قدموں تلے روند دیا، زمانہ جاہلیت کے خون کے سارے انتقام اب کالعدم ہیں، پہلا انتقام جسے میں اپنے انتقاموں میں سے معاف کرتا ہوں وہ ربیعہ بن الحارث کا خون ہے جس نے قبیلہ سعد میں دودھ پیا جسے ہذیل نے قتل کیا تھا اور اب میں دور جاہلیت کا سود بھی ختم کرتا ہوں اور پہلا سود جسے میں اپنے سودوں میں کالعدم قرار دیتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کے خاندان کا سود ہے، جو کہ اب پورے کا پورا ختم کرتا ہوں۔

## تبصرہ

محترم قارئین! اوپر کی حدیث خطبہ کو بار بار پڑھیں پھر میرے تبصرہ کے سوالات کا مطالعہ کریں حدیث میں زمانہ جاہلیت یعنی نبوت ملنے سے پہلے دور والے قتل کردہ مقتولوں کے انتقام اور قصاصوں کو رسول اللہ قدموں تلے روندرہا ہے جسکا افتتاح اپنے قبیلہ کے ایک مقتول کا قصاص قاتل کے قبیلہ بنوسعد والوں کو معاف کررہا ہے“۔

جناب قارئین! قرآن حکیم مسلم امت کی عدلیہ کو حکم دیتا ہے کہ **یاایھاالذین آمنو کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ** (۲-۱۷۸) یعنی اے ایمان والو! تمہارے اوپر لازم کیا جاتا ہے کہ مقتولین کے مقدمات میں قصاص کو بدلہ لینے کو ضروری بناؤ، اس کے بعد اگلی آیت میں اس کی حکمت بھی سمجھائی کہ **ولکم فی قصاص حیوۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون** (۲-۱۷۹) یعنی اے عقلمندو! تمہارے لیئے دشمن سے بدلہ لینے کی پالیسی میں حیاتی اور بقاء ہے، (اس بدلہ کے کلچر کی وجہ سے پھر تم) قانون شکنی کے عمل سے بھی خوف کھاؤ گے، قرآن حکیم کے اس فیصلہ اور حکم کے بعد خطبہ الوداع میں نبوت سے پہلے کے زمانہ جاہلیت کے واقعات پر رسول سے یہ حدیثیں بنانے والے کیا بات منسوب کررہے ہیں گویا قرآن کے ملنے سے جو مقتولین سے متعلق قانون بتایا گیا (۲-۱۷۸) اس پر رسول نے عمل نہیں کیا، نبوت کے سارے عرصہ میں قبل نبوت کے فیصلے پینڈنگ میں رہے اور وفات کے قریب خطبہ حج میں رسول سے ان مقدمات کیلیئے جو حدیث ساز لوگ اعلان کروارہے ہیں وہ بھی قرآن کے بنائے ہوئے قانون کے خلاف“ جس قانون کی قرآن نے حکمت بھی سمجھائی علت بھی سمجھائی کہ بدلہ لینے میں تمہاری بقاء ہے“ محترم قارئین! عقل کے ناخن لینے کی ضرورت ہے حدیث خطبہ کے تحت جناب رسول اللہ پر دو الزام لگ جاتے ہیں ایک تو یہ کہ رسول اللہ نے زمانہ رسالت



میں آیت **کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ** پر عمل نہیں کروایا دوسرا الزام یہ کہ اب مشن نبوت کی تکمیل کے وقت جناب رسول جاتے جاتے قرآن کے حکم قصاص پر عمل کرنے سے روکتے ہوئے فرماتے جارہے ہیں کہ میں ان پرانے مقدمات کو پاؤں تلے روند کر جارہا ہوں، یعنی نبوت کے تیئیس سال تو ان مقدمات کو نہیں چھیڑا لیکن آئندہ کیلیئے قاتل لوگوں کیلیئے معافی کا اعلان (وہ بھی خلاف حکم قرآن) پھر حدیث سازوں نے اس حدیث کے دوسرے حصے میں جناب رسول اللہ کی زبانی اپنے خاندان کے بڑے عباس بن عبدالمطلب کے سودی کاروبار کرنے پر قلم ۱۶۴ کے مطابق اقبالی بیان دلایا ہے، لیکن اس حدیث میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ رسول کے چچا کا اگر زمانہ جاہلیت میں سودی کاروبار تھا اور وہ چچا تو جناب رسول کی وفات کے وقت بھی زندہ تھے لیکن اس کے بعد بھی خلافت عمرؓ کے وقت تک بھی بقول ان راویوں کے زندہ تھے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسکے سودی کاروبار کی جو واجبات لوگوں کی طرف تھے وہ بھی زمانہ جاہلیت کے عرصہ کے، اس کی معنی کہ لوگوں نے جناب رسول کو ان کے چچا کے خلاف شکایتیں کی ہیں کہ انکی سودی کاروبار کی قسطیں ہماری طرف واجب الادا ہیں تو انکا فیصلہ جناب رسول نے کیوں تیئیس سال گذرنے کے بعد کیا، حدیث کی اس ماجرا پر کئی سوال اٹھتے ہیں جن سے جناب رسول اللہ پر اپنی زندگی میں قرآن پر عمل نہ کرنے کے نشانات ملتے ہیں اس لیئے اس تھوڑی بات سے حدیث سازوں کے مافی الضمیر کو سمجھا جائے۔

**أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ۔**

ترجمہ: بیشک اللہ عزوجل نے ہر حقدار کو اپنا حق دے دیا ہے، سواب کوئی کسی وارث کے حق کے لئے وصیت نہ کرے۔

## تبصرہ

میں ضروری سمجھتا ہوں کہ لوگ وصیت کے متعلق پہلے قرآن حکیم کا فرمان اور موقف سمجھیں پھر اس خطبہ کی حدیث پر غور کرنے میں آسانی ہوگی، فرمان ہے کہ **کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیة للوالدین ولاقربین بالمعروف حقا علی المتقین** (۲-۱۸۰) یعنی اگر کوئی شخص مال دار ہے اس پر موت آنے کے آثار ہیں تو اسکے اوپر والدین اور قرابت داروں کیلئے وصیت کرنا معروف اور مناسب حساب سے فرض کیا جاتا ہے اب پڑھنے والے لوگ کتب صیغہ واحد مذکر ماضی مجھول کے استعمال کو قرآن حکم میں تصریف آیات کے طریق پر تلاش کرینگے تو اسکا مفہوم کسی چیز کے فرضیت کی معنی مین لزوم کی معنی میں ملیگا جس طرح کہ کتب علیکم الصیام آپکے اوپر روزے، صوم فرض کئے جاتے ہیں اس طرح کتب علیکم القتال یعنی تم پر لڑائی کرنا فرض کیا جاتا ہے تو مسئلہ میراث میں اسی ورڈنگ سے طریقہ فرضیت سے حکم دیا گیا کہ **کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیة** اس لفظی تشبیہ سے یہ ثابت ہوا کہ وصیت کرنا اپنے مال سے موت سے قبل ایسا فرض ہے جس طرح قرآن نے صوم فرض کئے ہیں اور جس طرح قتال کرنا فرض کیا ہے، اہل مطالعہ لوگ جانتے ہونگے کہ دشمنان اسلام جاگیردار و سرمایہ دار شاہی نے اسلام سے قتال کے احکام کو منسوخ کرنے اور اس میں تاویلیں کر کے انقلاب کیلئے کھڑے ہوئے لوگوں کو سُلانے کیلئے امامی علوم کے ذریعے علم الروایات ایجاد کرایا پھر ہماری تاریخ کے پچھلے دور میں انگریز سامراج نے مشرقی پنجاب کے چودھری مرزا غلام احمد کو ظلی، بروزی نبی بنایا اسکو اللہ نے وحی کے ذریعہ سے حکم دیا ہے کہ اسلام سے اب جھاد بمعنی قتال کو تم سے معاف کیا جاتا ہے، یہ قرآن کے احکامات کو منسوخ اور متروک العمل بتانے کی آئیڈیالاجی علم



حدیث کے ہتھیار سے عالمی سامراج نے اپنے کرایہ کے دانشوروں کے ہاتھوں ایجاد کی ہوئی ہے تو اس حدیث میں جو وصیت قرآن کے لحاظ سے ہر مالدار مسلم پر فرض ہے اس کو منسوخ اور متروک بنانے کی امامی سازش ہے میں یہاں قارئین کی توجہ مبذول کراتا ہوں کہ دیکھتے چلیں کہ خطبہ حجۃ الوداع کو جو منشور کائنات کے طور پر پیش کیا جاتا ہے وہ کتنا تو خلاف قرآن ہے جسکے ہر جملہ سے قرآن دشمنی ٹپک رہی ہے۔

**اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ**

ترجمہ: بچہ اس کا ہوگا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا اور جس پر زنا ثابت ہوا اس کیلئے سنگساری کی سزا، اور ان لوگوں کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

## تبصرہ

محترم قارئین! اس حدیث کو بار بار پڑھیں اور غور کریں! کہ کس طرح یہ حدیث ساز امام لوگ امت مسلمہ میں کرپشن کو اتھورائیز اور سرٹیفائیڈ کر رہے ہیں اور زناکاری سے پیدا شدہ حرامزادوں کو **الولد للفراش** کے جملہ سے امت والوں کی نسلیں بگڑ جانے پر صبر و سکون سے رہنے کی لوریاں سنا رہے ہیں کہ بچہ پیدا تو آپ کی بیوی سے ہوا ہے اگر نطفہ آپکے بجائے کسی آنے جانے والے مہمان یا پڑوسی کا ہے تو کوئی فکر نہ کرو، کیوں کہ بیوی تو تیری ہی ہے بیج کا فرق نہیں پڑتا وہ کہاں کا بھی ہو یہ زمانہ تو فارمنگ کا ہے یہ حساب کتاب اللہ کریگا، تم اس مخمصہ میں نہ پڑو، محترم قارئین! اگر یہ حدیث صحیح ہے جو سوالاکھ لوگوں کے مجمعے میں فرمائی گئی ہے (بقول قرآن مخالف حدیث پرستوں کے) تو جو حدیث سوالاکھ انسانوں کے مجمعے میں کہی گئی ہو اسکا درجہ تو متواتر حدیث کا ہوگا سو دیکھتے جائیں کہ انکی متواتر حدیثیں بھی خلاف قرآن ہیں، ہاں شاید آپ سوچیں کہ میں اس میڈ ان فارس

حدیث کا خلاف قرآن ہونا نہ بتا سکا، لو وہ بھی سن لو۔ جناب قارئین! اگر یہ حدیث کہ جسکے بستر پر بازوجیت میں جس کسی کی بیوی اگر شوہر کے بجائے زنا سے بچہ جنتی ہے تو بچہ نکاح والے شوہر کا کہلائے گا'' اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو قرآن حکیم میں جو شوہر کو اور بیوی کو ایسے الزام کی صورت میں ایک دوسرے پر لعان کرنے کا حق دیا گیا ہے وہ نہ دیا جاتا''۔

آگے اس حدیث میں دوسرا جو قانون بتایا گیا ہے کہ **و للعاهر الحجر** یعنی زانی کیلئے سنگسار کرنے کی سزا ہے تو یہ بھی حکم قرآن کے خلاف ہے ارشاد ہے کہ **الزانیه والزانی فاجلد واکل واحد منهما مئاة جلده** (۲-۲۴) ''یعنی زانیہ عورت اور زانی مرد کی سزا سو چابک ہیں'' قرآن کی اس آیت سے حدیث کا خلاف قرآن ہونا بلکل واضع ثبوت ہے۔

**مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ اَوْ تَوَلّٰی اِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْہِ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ۔**

ترجمہ: جس کسی نے دعویٰ کی اپنے والد کے سوا کسی غیر باپ کی اور نسبت کی غیر ولد کی طرف یا جس کسی غلام نے اپنے مالک کے سوا کسی اور کو آقا ظاہر کیا تو اس پر لعنت ہے اللہ کی۔

## تبصرہ

میری ذمہ داری قارئین کی معلومات کیلئے اس حدیث من ادعیٰ الی غیر ابیہ ---- کے جھوٹی ہونے اور خلاف قرآن ہونے کا ثبوت فراہم کرنا ہے جناب قارئین! قرآن حکیم میں فرمان ہے کہ **ادعوهم لاٰباۤءِ هم هو اقسط عند الله فان لم تعلموآ اٰباۤ هم فاخوانکم فی الدین ومواليکم وليس عليکم جناح فيمآ اخطاتم به ولکن ماتعمدت قلوبکم لکان الله غفوراً رحيمًا** (۵-۳۳) یعنی اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی بات



یہ ہے کہ لوگوں کو انکے باپوں کے حوالہ سے (انکی ولدیت) پکار کرو، اگر تم انکے باپوں سے بے خبر ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور تمہارے دوست ہیں (ولدیت کی نسبت وغیرہ میں) تم پر کوئی گناہ نہیں جو بھول چوک اور غلطی سے کہی جائے، ہاں لیکن عمد سے (یقین سے) دل کے عزم سے جو کہیں گے (تو وہ گناہ ہے) اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے آیت کا خلاصہ ختم جناب قارئین حدیث خطبہ کے اندر دو چیزیں ہیں ایک غیر والد کی طرف نسبت کا مسئلہ دوسرا لفظ موالی، یہ دونوں چیزیں اس آیت (۵-۳۳) کے اندر موجود ہیں اب اس حدیث کو قرآن سے ٹیلی کریں پھر مطابقت کا فیصلہ کریں اور مفصل و مبہم کون ہے کون نہیں یہ فیصلہ بھی از خود ہو جائیگا''۔ جو لوگ قرآن پر بہتان لگاتے ہیں کہ یہ مبہم کتاب ہے اور اسکا تفصیل حدیث کرتی ہے انکی خدمت میں عرض ہے اس حدیث اور آیت مین موازنہ کریں حدیث کے اندر کل بارہ الفاظ ہیں اور اسکی مقابل آیت میں پچیس الفاظ ہیں حدیث میں دو مسئلوں کا ذکر ہے ایک غیر باپ کی طرف نسبت دوسری غیر آقا کی طرف نسبت جبکہ قرآن کی اس آیت میں صرف ایک مسئلہ نسبت الی غیر اب کو سمجھایا گیا ہے اب غور فرمائیں کہ کون مبہم ہے اور کون مفصل ہے جناب عالی علم حدیث بنانے والوں نے یہ بات گھڑی ہے کہ غیر اب کا طرف نسبت کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے قرآن نے فرمایا ہے کہ غیر اب کی طرف نسبت- کرنا یہ انصاف کے خلاف ہے دیکھتے جائیں قرآن کا لہجہ کیا ہے اور علم حدیث کی فتویٰ کیا ہے ان لوگوں کو لعنتیں لگانے کا شوق تو ہے لیکن ان حدیث سازوں نے خود یہ حدیث بنا رکھی ہے کہ **سمعت النبی ﷺ علی المنبر والحسن الیٰ جنبهٖ ینظر الی الناس مرة والیه مرة ویقول ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلع بهٖ بین فتین من المسلمین** (بخاری کتاب الانبیاء باب مناقب الحسن والحسین حدیث نمبر ۹۳۳ باب نمبر

٤٠٦) یعنی راوی کہتا ہے کہ سنا میں نے رسول اللہ سے وہ منبر پر تھے اور اسکے پہلو میں حسن بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ باری باری حسن اور لوگوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور پھر فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے شاید اللہ تعالی اسکے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے دیکھا لوگو! ان حدیث سازوں نے ایک حدیث میں غیر اب کی طرف نسبت کو لعنت کا حقدار کردیا دوسری حدیث میں خود رسول سے علی کے بیٹے کیلئے پیش گوئی کروائی کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے اس دورخی دوئی اور ڈبلنگ کی تبرا کو کیا کہا جائے قرآن کی آیت میں ہے کہ **لیس علیکم جناح فیما اخطاتم به ولکن ماتعمدت قلوبکم**" یعنی اگر کوئی بھول سے پرائے بیٹے کو اپنا بیٹا کہدے تو کوئی گناہ نہیں لیکن عمد سے نہ کہے" اور جن لوگوں کے باپوں کو آپ نہیں معلوم کر سکے وہ تمہارے لئے دینی بھائی اور دوست ہیں یعنی اس آیت میں قرآن نے موالی کو دوست کی معنی اور آیت (۳۳-۴) میں وارث کہا ہے جبکہ اس حدیث میں موالی کی معنی غلام کے آقا اور مالک کی گئی ہے جس غلامی کو جناب رسول اللہ حجۃ الوداع سے بھی کا پہلے حکم قرآن (۳۳-۲۴) کے مطابق اپنے معاشرہ سے ختم کر چکے تھے جناب قارئین دیکھتے جائیں کہ علم روایات کی حدیثیں کس طرح قرآن کا تفسیر کرتی ہیں اور قرآن ایک ایک مسئلہ کو اگر پچیس الفاظ سے کھول کر سمجھاتا ہے اور علم حدیث دو مسئلوں کو بارہ الفاظ سے کھولتا ہے تو زیادہ تفصیل علم حدیث کا ہوا یا قرآن کا، خلاصہ اس مضمون کا ہے کہ اس حدیث خطبہ میں غلامی کے رائج رہنے کے جھوٹ کو ثابت کرنے کیلئے سہارا لیا گیا غیر اب کی طرف نسبت کے ایک قانون کے ساتھ ملا کر بیان کرنے سے پھر غیر اب کی طرف نسبت کرنے والے اور غیر آقا کو غلام کہلانے والے کیلئے جو عتاب لعنت کا حدیث میں لکھا ہے وہ قرآنی عتاب یعنی غیر **اقسط** ہونا کے خلاف لے آئے اس حوالہ سے یہ حدیث خلاف قرآن ہونے کی وجہ سے جھوٹی ہے اور خطبہ حجۃ الوداع میں نہیں فرمائی



گئی"۔

**اَلدَّيْنُ مَقْضِيٌّ وَالْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ وَالْمِنْحَةُ مَرْدُودَةٌ وَالزَّعِيمُ غَارِمٌ۔**

ترجمہ: قرضہ ادا کرنا ضروری ہے ادھار لی ہوئی چیز واپس لوٹانی ہے (ترخان) رندا ادھار لیا ہے تو اسکو بھی لوٹانا ہے اور جو ضامن بنا ہے وہ چٹی بھرے۔

## تبصرہ

حدیث کا جملہ آپ نے قرضہ کے بارے میں پڑھا کہ الدین مقضی یعنی قرضہ دینا ہے جناب قارئین! یہ حدیث پرست جو قرآن پر الزام لگاتے ہیں کہ قرآن مبہم مغلق کتاب ہے انکی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ وہ لوگ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ پڑھ کر دیکھیں اور اس سے اگلی والی آیت ۲۸۳ بھی اسی آیت کا داخلی حصہ لگتا ہے جسکو ان لوگوں نے بیچ میں **بکل شی علیم** کے بعد دائرہ لگا کر ایک آیت کو دو بنا دیا ہے جن کی ایسی سازش کا پتہ خود قرآن حکیم نے دیا ہوا ہے کہ **الذین جعلو القرآن عضین** (۹۱-۱۵) یعنی جن لوگوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے، بہرحال آیت ۲۸۲-۲ میں جو فرمایا کہ **یاایھاالذین آمنو اذاتداینتم الیٰ اجل** یعنی اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ قرضہ دینے کی لین دین کرو تو اسکے میعاد ور اجمل مقررہ وغیرہ کے جملہ تفاصیل شاہدوں کے ذریعہ عادل منشیوں سے لکھوالیا کرو جناب قارئین! یہ آیت قرآن حکیم کی جملہ آیات سے زیادہ واضح آیت ہے اس میں قرض کے لین دین کا جتنا تفصیل لکھا گیا ہے حدیث پرستوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ آپ کوئی بھی ایسی حدیث دکھائیں جس میں قرضہ سے متعلق اس آیت سے بڑھ کر تفصیل دیا گیا ہوا گر نہ دکھا سکیں تو مہربانی کر کے امت مسلمہ کے سامنے اپنے گناہوں کی معافی

مانگیں کہ وہ قرآن پر مبہم اور مغلق ہونے کا جھوٹا الزام لگا رہے تھے۔

جناب قارئین! حدیث خطبہ گھڑنے والوں نے اس حدیث میں ادھار پر کوئی بھی سامان لینے کو قرضہ لینے کے مسئلہ سے جدا کر کے ایک بڑی سازش کی ہے کیوں کہ ادھار پر کوئی سامان کی چیز لینا قرضہ پر کوئی رقم لینا دونوں چیزیں قرآن کی نظر میں ایک ہیں اسلئے ان کی تحریری رجسٹریشن کرنی ہوگی نہیں تو کوئی بھی لینے والا یا دینے والا انکر سکتا ہے۔ جس سے کسی فریق کو نقصان پہنچ سکتا ہے قرآن نے جس لین دین کو لکھت سے مستثنیٰ کیا ہے وہ صرف **الا ان تکون تجارة** (۲۸۲-۲) یعنی جو تجارت حاضر مال کی نقد لین دین سے کی جائے مستثنیٰ سمجھیں حدیث سازوں نے عاریۃ ادھار کو قرضہ سے جدا کر کے مسلم امت کو لین دین کی ہیر پھیریوں میں پھنسا کر آپس میں لڑانا چاہا ہے۔ جس اختلاف اور بھول پن سے نکالنے کیلئے قرآن حکیم نے ایسے معاملات کو ضبط تحریر میں لانے کا حکم دیا ہوا ہے"، دیکھتے جائیں مسلم امت کے بہی خواہوں نے روایات کے ایک ایک جملہ میں خلاف قرآن تیر و نشتر چھپائے رکھے ہیں"۔

اس حدیث کا تیسرا جملہ ہے **والمنحة مردودة** اسکی معنی فاضل مرتب خطبہ جناب حافظ عبدالوھاب صاحب نے فرمائی ہے کہ تحفہ کا بدلہ دینا چاہیئے، میں تو صاحب موصوف جتنا عالم نہیں ہوں لیکن ایک تو **منحه** کا لفظ قرآنی عربی کا نہیں ہے، دوسرا یہ تحفہ کی معنی میں داخل ہے کہ وہ بغیر بدلہ کے ہو، رسول اللہ جیسی علمی شخصیت کیوں کر تحفہ کیلئے فرمائینگے کہ اسکو لوٹانا ہوگا وہ تحفہ جو مفت میں بغیر کسی معاوضہ کے ہو اسکو قرآنی عربی میں **منحه** کے عوض **نحله** کہا گیا ہے، **منحه** کی معنی لغت کی کتاب المنجد میں لکڑی کو تراشنے والا آلہ لکھا ہوا ہے جس کو درکھاں لوگ رندہ کہتے ہیں اور اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ قرآن نے فرمایا ہے کہ **واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها**



**اوردوها** (۸۶-۴) اس آیت میں **تحیه** کی معنی عام تحفہ مراد نہیں ہے اس آیت میں **تحیه** سے مراد دشمن کے خلاف جنگ میں اگر کوئی ملک یا طاقت آپکی بقا اور حیاتی بچانے کیلئے جو جنگی مدد کرتا ہے تو آپ بھی انکی مشکل وقت میں بدلے کے طور پر دی گئی مدد سے بھی زیادہ مدد کریں اگر زیادہ نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنی تو لوٹا دیں جتنی انہوں نے آپکی مدد کی تھی والمنحۃ مردودۃ کا جو جملہ حدیث میں لایا گیا ہے اگر اسکی معنیٰ تحفہ کو لوٹانے کی، کی جائے تو یہ معنی غلط ہوگی کیوں کہ تحفہ تو وہ ہوتا ہے جو بغیر کسی معاوضہ کے دیا جاتا ہے اس کو **تحیة** کے ہم معنی قرار دینا بڑی فاحش غلطی ہوگی کیوں کہ بغیر معاوضہ کے تحفہ کو قرآنی عربی میں **نحلة** کہا گیا ہے یہ حدیث فارس کے نئے نئے اماموں نے بنائی ہوگی جو ابھی عربی سیکھ رہے تھے۔ اگر وہ عربی کے ماہر ہیں تو از روئے سازش انہوں نے قرآنی مفاہیم میں خلل ڈالنے کیلئے یہ الفاظ استعمال کیئے ہونگے"

**وَلَا يَحِلُّ لِامْرِىءٍ مِنْ أَخِيهِ إِلَّا مَا أَعْطَاهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ فَلَا تَظْلِمُنَّ أَنْفُسَكُمْ۔**

ترجمہ: "اور کسی کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی بھی بھائی سے کچھ لے، سوائے اسکے جو اس کا بھائی اپنی رضا خوشی سے دے، سو پھر اپنے آپ پر ظلم نہ کرو"۔

## تبصره

محترم قارئین! اس حدیث خطبہ میں اور پہلے والی حدیث میں بتائے گئے قرضہ، ادھار، تحفہ کے سوا لین دین کا خبر نہیں کہ کون سا نام باقی رہ گیا ہے جو اس حدیث کی لین دین کیلئے تجویز کریں اگر جو لفظ متن حدیث میں ہے طیب نفس یعنی دل کی خوشی سے تو پہلے والی

حدیث میں جو تحفہ کا ذکر کیا ہوا ہے وہ بھی تو دینے والے نے دل کی خوشی سے دیا ہوگا، اس حدیث کے آخر میں جو جملہ ہے **فلا تظلمن انفسکم** ان الفاظ سے تو بھتہ خوری کی منع ثابت ہوتی ہے یعنی اگر کوئی دل کی خوشی سے دے دے تو لے لیا جائے اور ظلم زیادتی نہ کرو۔ مجھ سے کسی پولیس افسر نے سوال پوچھا کہ لوگ تحفے تحائف میرے پاس لے آتے ہیں اور میں انکو روکتا ہوں کہ میرے پاس یہ تحفے نہ لے آئیں تو وہ قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ ہماری دل نے چاہا ہے صاحب یہ حقیر سا تحفہ ہے آپ ہمارے مائی باپ ہیں وغیرہ وغیرہ تو مجھے انکے تحفے لینے چاہیں یا نہیں؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں جو لفظ طیب نفس یعنی دل کی خوشی سے اندر کی خوشی سے وارد ہوا ہے تو اس خوشی کی حقیقت معلوم کرنے کا کوئی آلہ ہونا چاہیئے۔ صاحب بہادر کی وردی اتاری جائے یا بھتہ خوروں کی گینگ کا کوئی آدمی نہ ہو پھر اسکو کوئی طیب نفس سے کوئی چیز دے دے تو پتہ چل جائیگا کہ وہ دل کی خوشی سے یا اندر کی خوشی سے اپنی چیزیں دیتے ہیں یا اپنے مقصد کی وجہ سے۔ محترم قارئین! اس قسم کی حدیثوں کی کوئی معنویت نہیں۔ سورۃ النور کی آیت ۶۱ میں فرمان ربی ہے کہ **لیس علی الاعمیٰ حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ولا علیٰ انفسکم ان تاکلوا منم بیوتکم اوبیوت آبائکم اوبیوت امھٰتکم اوبیوت اخوانکم اوبیوت اخوٰتکم اوبیوت اعمامکم اوبیوت عمٰتکم اوبیوت اخوالکم اوبیوت خٰلٰتکم اوما ملکتم مفاتحه اوصدیقکم لیس علیکم جناح ان تاکلو اجمیعا اواشتاتاً فاذا دخلتم بیوتاً فسلموا علیٰ انفسکم تحیة من عند الله مبٰرکة طیبةً کذٰلك یبین الله لکم الاٰیٰت لعلکم تعقلون** (۶۱-۲۴) یعنی اندھے لنگڑے مریض اور خود تم پر بھی کوئی حرج نہیں



جو تم کھاؤ اپنے گھروں سے یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا بھائیوں کے گھروں سے یا بہنوں کے گھروں سے، یا چاچاؤں کے گھروں سے، یا پھوپھیوں کے گھروں سے، ماموں کے گھروں سے، یا خالاؤں کے گھروں سے، یا جن کی چابیوں کے تم مالک ہو، یا اپنے دوست کے گھر سے، کوئی حرج نہیں سب ملکر اکٹھے کھاؤ یا جدا جدا کھاؤ دیکھو دنیا والو کہ کس طرح اللہ اپنی آیات کو کھول کھول کر بیان کر رہا ہے تا کہ تم سمجھ سکو" محترم قارئین! یہاں میں پھر اپنی چیلنج کو دہراتا ہوں کہ اس مفصل قرآنی حدیث جیسی کوئی روایتی حدیث جو فارس کے اماموں کی بنائی ہوئی ہو تو لا کر دکھاؤ جو اتنی مفصل اور واضح ہو، میری دعویٰ ہے کہ سارے امام سارے شیخ الحدیث اکٹھے ہو جائیں پھر بھی قرآنی حدیث جیسی کوئی ایک حدیث بھی نہیں لا سکتے کیوں کے قرآن کا دعویٰ ہے **احسن الحدیث** صرف اور صرف قرآنی حدیث ہے۔

**اَلَا لَا یَحِلُّ لِامْرَاَةٍ اَنْ تُعْطِیَ مِنْ مَالِ زَوْجِهَا شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔**

ترجمہ: خبردار! کسی عورت کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے مال میں سے کچھ بھی اس کی اجازت کے بغیر کسی اور کو دیدے۔

## تبصرہ

جناب قارئین! اس حدیث میں کوئی وضاحت یا تفصیل نہیں ہے کہ عورت اپنے شوہر کے مال میں سے کیا دے کیا نہ دے، جناب یہ تو میری دعویٰ ہے لیکن حدیث کے اندر لفظ **من مال زوجھا شیئا** ہے، یعنی بیوی کچھ بھی نہیں دے سکتی اگر شوہر گھر سے باہر ہے تو۔ گھر میں بچہ بیمار ہو جاتا ہے اور اسکو تکلیف ہو جاتی ہے اور دوائی کی ضرورت پڑ جاتی

ہے تو اب اس پر خرچ کرنے کیلئے بیوی کو کیا کرنا چاہیئے کیوں کہ حدیث کے الفاظ میں تو
عورت کو کوئی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ شوہر کے پیسوں میں سے ایک دمڑی اور ادھیلا بھی
خرچ کرے۔ اگر دور دراز سے کوئی بھوکا اور محتاج آئے تو بھی بیوی شوہر سے پوچھے بغیر
اس کو کچھ نہیں دے سکتی، لیکن ہم خود اپنے گھروں میں دیکھتے ہیں کہ آٹا ختم ہو جاتا ہے تو
پڑوس والوں سے ادھار لیتے ہیں کبھی پڑوس والوں کا آٹا ختم ہو جاتا ہے تو وہ بھی ہم سے
ادھار لیتے ہیں اس طرح کی ساری لین دین کا تعلق عورتیں اپنے مردوں سے پوچھے بغیر
کرتی ہیں اور یہ سارے معاملات عورتوں کے ہی ہیں اس لئے عورتوں کے گھریلو مسائل
میں اختیارات کا تعین حدیث ساز کس طرح کر رہے ہیں اور اس قسم کی حدیث بھی جناب
رسول اللہ سے سوا لاکھ انسانوں کے مجمع کے سامنے کہلواتے ہیں، کم سے کم ایسی حدیث
بناتے جو حکم قرآن **وات ذالقربیٰ حقه والمسکین وابن السبیل
ذالك خیر للذین یریدون وجه الله واولائك هم
المفلحون** (۳۸-۳۰) ''پر عورت عمل کر سکتی یعنی قریبی پڑوسیوں رشتہ داروں کا حق ادا
کرتیں مساکین اور مسافروں کی حاجتیں بر لاتیں خیر و بھلائی کا کام انجام دیتیں (یہ سب
کام) ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ کی رضا کے طلبگار ہیں اور ایسے لوگ ہی کامیاب
ہونگے'' محترم قارئین! حدیث بنانے والوں نے جان بوجھ کر اسکو مبہم رکھا ہے تا کہ اگر یہ
تفصیل کرتے تو انکی عورتوں کی تحقیر اور تذلیل والی ذہنیت پر فوراً قرآن کا کوئی شہاب ثاقب
انکو مسمار کر ڈالتا بہر حال میری یہ دعویٰ ہے کہ یہ حدیث ساز امام اسلام کے، امت مسلمہ کے
اور جناب رسول ﷺ کے دشمن ہیں اگر کسی کو میری یہ دعویٰ غلط لگتی ہے تو اس کتابچہ کے
خطبہ حجۃ الوداع کے اجتماع میں فرمائی گئی یہ حدیث پڑھ کر دیکھیں۔



**أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ لَكُمْ عَلَىٰ نِسَاءِكُمْ حَقًّا وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ حَقًّا، لَكُمْ عَلَيْهِنَّ
أَلَّا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ وَعَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ
فَإِنْ فَعَلْنَ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذِنَ لَكُمْ أَنْ تَهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَأَنْ
تَضْرِبُوا ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَإِنِ انْتَهَيْنَ فَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ
بِالْمَعْرُوفِ۔**

ترجمو: اے انسانو! بے شک تمہارے لئے اپنی عورتوں پر کچھ حقوق ہیں، اور انکے بھی تم پر
حقوق ہیں، تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ اپنے بستر پر کسی اور شخص کو نہ بلائیں، جسے تم ناپسند
کرتے ہو اور کوئی کام کھلی بے حیاتی کا نہ کریں پھر اگر وہ ایسا کریں تو تمہیں اللہ کی طرف
سے اجازت ہے کہ تم ان کے بستر سے جدا کر دو اور یہ کہ انہیں معمولی جسمانی سزا دو پھر اگر وہ
باز آجائیں تو تم انہیں قانون کے مطابق کھلاؤ اور پہناؤ (ترجمہ ختم)

## تبصرہ

جناب قارئین! حقوق الزوجین یعنی بیوی اور شوہر کے ایک دوسرے پر حقوق کہ
نام سے کہ وہ کیا ہیں اس پر بہت سے باتیں کہ جاتی ہیں لیکن قرآن حکیم میں لفظ حق کے
ساتھ بیوی اور شوہر کے درمیان کوئی بھی ایک بات نہیں کی گئی جس کا ذکر لفظ حق کے ساتھ
سورۃ بقرہ مین کیا گیا ہے کہ **وللمطلقٰت متاع بالمعروف حقا علی
المتقین** (۲۴۱-۲) یعنی طلاق شدہ عورتوں کیلئے عدت کے دوران (سابق شوہر کی
طرف سے) مناسب قانونی حدود میں ان کو سامان زیست دینا یہ متقی لوگوں پر حق ہے، سو یہ
حق تو مرد کے اوپر طلاق کے بعد بھی اللہ نے رکھا ہے اگر یہ بیوی کیلئے شوہر کی زوجیت میں

رہنے کی مدت میں (عرصہ میں)۔ قرآن نے بیوی کے اوپر شوہر کے حق کا کوئی ذکر نہیں کیا
اس لئے کہ جو قانون جو کتاب بیوی کو طلاق مل جانے کے بعد عرصہ عدت میں اسکے لیئے
متاع زیست کو طلاق دینے والے شوہر پر حق اور واجب قرار دے رہا ہے تو زوجیت کے
تعلقات کی بحالی اور خوشگواری کے دنوں میں یہ حقوق تو اس سے بھی بڑھ کر ہوں گے تو سوال
پیدا ہوتا ہے کہ پھر اللہ نے اس بات کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن پڑھنے
والے! غور کریں کے جو اللہ طلاق کے بعد بھی مرد پر اسکی مطلقہ عورت کیلیئے ضروریات زندگی
واجب اور حق قرار دے رہا ہے تو جو بیوی عقد زوجیت میں داخل ہے اور جس بیوی کے
اچھے تعلقات ہیں اور شریک سفر حیات ہیں تو اس کیلیئے کامن سینس یہی بناتا ہے کہ عورت
کیلیئے ضروریات زندگی شوہر کے اوپر واجب اور حق ہیں قرآن میں لفظ حق حقوق الزوجین
کے لیئے ایک اور جگہ بھی استعمال ہوا ہے کہ **وبعولتھن احق بردھن** (۲۲۸
-۲) "یعنی جب عورتوں کو طلاق ہو جائے تو عدت کے دوران اگر مسئلہ دوسری شادی کا زیر
غور آجائے تو ایسی صورت میں قرآن فرماتا ہے کہ ان کے دوران اگر میاں بیوی کے
درمیان صلح سے رہنے کا ارادہ ہو تو ایسی صورت میں پہلے والا شوہر زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسکی
زوجیت میں انہیں لوٹایا جائے" یہاں بھی مرد کا حق عورت کے اوپر اسے طلاق دیئے جانے
کے بعد نئے شوہر کے انتخاب کی صورت میں قرآن نے گنوایا ہے تو وہ بھی عورت کی مرضی پر
ہے یہاں بھی کامن سینس بتاتا ہے کہ تعلقات زوجیت کی بحالی کے دنوں میں کیا استحقاق
ہوگا شوہر کا بیوی پر۔ جناب قارئین! یہ تو اللہ کا کلام ہے اسکے ان الفاظ میں معانی اور مفاہیم
کے انبار بھرے ہوئے ہیں لیکن یہ حدیث بنام خطبہ حجۃ الوداع بنانے والے اماموں نے
جناب رسول اللہ کی توہین کی ہے، ساتھ ساتھ پوری امت مسلمہ کا منہ کالا کردیا کہ **لکم
علیھن الایوطئن فرشکم احدا تکرھونہ** یعنی تمہارا حق تمہارے



بیویوں پر یہ ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو وطی کیلیئے آپکے بستر پر نہ بلائیں جسکو تم پسند نہیں کرتے،
جناب قارئین! گذرے دنوں کئی بار اخباروں میں آیا ہے کہ کئی عورتوں نے اپنے گھروں
سے اس لیئے فرار کیا ہے کہ انکے شوہر انکو اپنے یار دوستوں یا لین دین کرنے والوں سے
برائی کرنے پر مجبور کرتے ہیں، سو اگر ایسا بے غیرت شوہر بیوی۔ کے الزام کے جواب میں یہ
حدیث خطبہ حجۃ الوداع پیش کریگا تو کم از کم جج اور قاضی الحادیث کا ماننے والا ہوگا وہ تو اس
شوہر کو سزا نہیں دے سکیگا" اس حدیث پر مولوی لوگ اپنے شرم چھپانے کیلیئے کہتے ہیں کہ
اس حدیث میں وطی کی "لغوی" معنی کی جائیں گی یعنی "لتاڑنا" بہرحال اس معنی سے کسی
پرائی بیوی کے بستر کو لتاڑنے کی لغوی معنیٰ بھی ممنوع ہے خطرہ سے خالی نہیں"
جناب قارئین! اس حدیث پر تو بے ادب گستاخ اور آوارہ عورتیں یہ بھی اعتراض
اٹھا سکتی ہیں کہ جب حدیث میں ہمیں اپنے شوہروں کی پسند والے لوگوں کو وطی کیلیئے انکے
بستروں پر آنے کی اجازت دی گئی ہے تو ہمارے پسند کے لوگوں پر کس وجہ سے بندش ہے،
کاش مجھے کوئی آدمی کسی دینی اسلامی حمیت والے جج اور عدالت کا پتہ بتائے کہ میں اسکی
عدالت میں جاکر فریاد کرسکوں کے اس طرح کی احادیث کی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے
چھپنے اور چھاپنے اور بیچنے پر بندش ڈالنے کی درخواست دائر کروں، اگر کوئی منصف اور جج
میری یہ گذارش پڑھ لے تو اسکو عرض ہے کہ وہ ایسی حدیثوں کی کتابوں پر بندش کا حکم جاری
کرے اور وزارت تعلیم کو بھی میری درخواست ہے کہ ملک کی نصابی کتابوں میں جو آپ
خطبہ حجۃ الوداع کو منشور انسانیت کے نام سے داخل درس کرکے پڑھاتے ہیں تو خدارا
ہماری نسلوں پر رحم کریں اور ساسانی کلچر کی روایات سے بچائیں جناب قارئین! ہمارے
ملک کے اکثر علماء بہت سیدھے سادے قسم کے لوگ ہیں، میں یقین سے کہتا ہوں کہ انکے
دلوں میں جناب رسول اللہ سلام علیہ کی عزت اور عظمت بھری ہوئی ہے، لیکن وہ اتنے

تواندھے عقیدتمند ہیں کہ جو رسول اللہ کے نام سے منسوب کی ہوئی دشمنوں کی غلط باتوں کو بھی غلط کہنے کی جسارت نہیں رکھتے اور انکے ذہنوں پر فارس کے راویان حدیث اماموں کی فضیلت بھی بیجا حدتک براجمان ہے کہ ان کی وضعی جھوٹی روایات کو وحی خفی کا درجہ دے رکھا ہے اور وہ اتنی بھی جسارت نہیں کرتے کہ اس کو درایت کے اصول پر قرآن جیسی کسوٹی پر، پرکھتے اسی حدیث میں آگے لکھا ہے کہ عورتوں پر مردوں کے حقوق میں سے یہ بھی حق ہے کہ وہ کھلی ہوئی فحاشی نہ کریں جناب قارئین! دیکھیں غور کریں کہ حدیث ساز امام کتنے جاہل ہیں اگر جاہل نہیں تو دھوکا باز ہیں اور دھوکا کر رہے ہیں کہ فحاشی کا جرم ہونا صرف نکاح والی عورت کیلئے ہی کیوں ہے؟ فحاشی تو اللہ کے حکم عدولی والا گناہ ہے (۹۰-۱۶) اس سے میرا مطلب ہے کہ جب فحاشی کرنا گناہ ہے اسکا کسی کی بیوی ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اسکی سزا تو اللہ کے قوانین کی عدالتیں دینگی، اس حدیث میں کھلی فحاشی کرنے پر شوہر کو کہا گیا ہے کہ **فان اللہ قد اذن لکم ان تھجروھن فی المضاجع ون تضربو ضرباً غیر مبرح** جناب قارئین! جب اللہ نے یہ کتاب قرآن حکومت چلانے کے منشور کے طور پر بھیجا ہے تو قرآن کی آیت (۱۵-۴) میں جن جرائم کی سزا بتائی گئی ہے وہ تو اسلامی ریاست کی عدالتیں دینگی، شوہر کے لئے حدیث میں یہ کیوں لکھا گیا ہے کہ اللہ نے آپکو اذن دیا ہے کہ بیویوں سے بستر جدا کرو پھر پٹائی بھی کرو، ان جاہل حدیث ساز اماموں کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ بیویوں سے بستر جدا کرنا کس جرم کی سزا کے طور پر کہا گیا ہے اور امام تو رہے امام لیکن آج کے شیخ الحدیث بھی نہیں سمجھ رہے کہ بستر جدا کرنا، بیوی کے نشوزِ طبعی یعنی ہر وقت چڑچڑا پن اور جھگڑالو ہونے کی وجہ سے ہے اللہ نے اس آیت میں سمجھایا ہے کہ دیکھو شاید بستر علیحدہ کیے جانے کی وجہ سے عورتیں سمجھ جائیں، تو اس حکیمانہ ترکیب کو حدیث ساز امام لوگوں نے اس خطبہ کی حدیث میں فحاشی سے



نتھی کر لیا ہے یہ جھوٹی احادیث بنانے والے امام لوگ یا تو ہمیں بیوقوف بنانا چاہتے ہیں یا خود بیوقوف ہیں دونوں باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے، نیز اس حدیث میں کھلی فحاشی کے ساتھ انہوں نے **فاضربوھن** کے حکم کو بھی نتھی کیا ہوا ہے کہ قرآن میں **فاضربوھن** کا حکم فحاشی کے لئے کسی بھی آیت میں نہیں ہے، یہ تو اس نشوزِ طبعی یعنی طبیعت کی برانگیختگی کے ساتھ بیان کیا ہوا ہے جس کا ذکر (۳۴-۴) میں ہو چکا ہے اسکے علاوہ امام لوگوں نے یہ حدیث بناتے وقت عورتوں سے بستر سے جدا کرنے کے حکم کو **فاضربوھن** کے ساتھ ملا کر، اس سے فحاشی کے عنصر سے ملا دیا ہے جسکا قرآن میں کہیں بھی ذکر نہیں دوسرا یہ کہ **فاضربوھن** کی معنی جسمانی مار پیٹ کی لی گئی ہے وہ بھی غلط ہے، اسکے لئے میں قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ پورے قرآن حکیم میں لفظ ضرب اپنے مختلف صیغوں میں کل اٹھاون بار استعمال ہوا ہے، جس میں سے ضرب کی معنی جسمانی مار پیٹ اور اذیت کا ذکر صرف تین مقامات پر ہوا ہے دوبار میدان جنگ میں انقلاب دشمن کفار کیلئے جو ایک ہی آیت میں ارشاد ہے کہ **سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربو افوق الاعناق واضربو منھم کل بنان** (۱۲-۸) یعنی جلد کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے پھر آپ ان کا سر کاٹیں اور انکی گردنیں اڑائیں تیسرا سورۃ صافات میں ہے کہ **فراغ علیھم ضربا بالیمین** (۹۳-۳۷) یعنی جناب ابراھیم علیہ السلام ان بتوں کو مارنے کیلئے متوجہ ہوئے، محترم قارئین ان تین مقامات کے سوا لفظ ضرب کی معنی ہے سفر کرنا، بیان کرنا، مہریں لگانا، اوڑھنا، زمین پر پاؤں آواز سے لگانا، ماتم کرنا، جس جگہ ضرب کی معنی پنشمنٹ، جسمانی اذیت اور مار پیٹ ہے وہ بھی کافروں سے متعلق ہے اور صرف میدان جنگ میں ہی اس معنی کا اطلاق ہوا ہے یا پتھر کے بتوں پر۔ جس کی بیوی جھگڑالو اور

چڑ چڑاہٹ والی ہے وہ نہ تو کافر ہے، نہ ہی گھر کفار سے لڑنے کا میدان جنگ ہے نہ ہی بیوی
کوئی پتھر کا بت ہے جناب قارئیں! حدیث بنانے والوں نے یہ جھوٹ جناب رسول اللہ
کے نام خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث بنا کر منسوب کردیا ہے اس پر یہی کہہ سکتے ہیں کہ ایسا کام
دشمنانِ رسول ہی کر سکتے ہیں اگر بستروں کے جدا کرنے کا حکم اور **فاضربوھن** کا حکم
اور معنی فحاشی سے متعلق قرآن نے تو ملایا ہی نہیں ہے لیکن میری ذمہ داری بنتی ہے کہ میں
دامن رسالت کو انکی خرافات سے پاک کروں اور ان کے ساتھ ساتھ قرآن کے متفرق
مقامات سے چیدہ چیدہ احکامات کو چن کر، ان اماموں کی بے جوڑ پیوندکاری سے ان بدنیت
لوگوں کے اندر کی قرآن دشمنی اور رسول دشمنی امت مسلمہ کو دکھادوں۔ جناب قارئین!
آیت (۳۴-۴) میں سے جو ٹکڑا حدیث ساز اماموں نے اٹھایا ہے وہ شروع ہوتا ہے
**والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلاتبتغوا علیھن سبیلا**
یعنی جن عورتوں کی سرکشی کا تمہیں علم ہوجائے یا اندازہ ہوجائے تو (سب سے پہلے) انکو
نصیحت کرو، اگر تمہارے وعظ نصیحت کے دلائل سے وہ نہ سمجھیں **توفاھجروھن فی المضاجع** یعنی پھر خواب گاہ اور اٹھنے بیٹھنے والے کمروں میں جدائی کرلو اور
اس علحدگی کا حدف اور دوسرا چھیڑا بھی بیان کردو کہ آپ اگر علحدہ کمروں اور جدا خواب
گاہوں پر واپس ہوکر **لتسکنوا الیھا** کے مقصد میں تعاون نہیں کرینگے تو، پھر بات مکمل
جدائی اور طلاق تک بھی جاسکتی ہے سو اس آیت میں **واضربوھن** کا ترجمہ "بیان کرنا
ہے" عواقب الامور کا، بعض علماء کرام کہتے ہیں کہ یہ بیان کرنے کا قصد
پہلے **فعظوھن** کے لفظ میں آچکا ہے اسلیئے یہاں اسکی معنی ہونگی کہ جو بیوی وعظ نصیحت
سے نہ سمجھے تو اسکے بعد **فاضربوھن** کی معنی ہونگی کہ اسے چلتا کرو، جدا کردو طلاق کے



ساتھ یا گھر سے مستقل طور پر نکال دو وغیرہ، میرا ان حضرات کے جواب میں عرض ہے کہ
**فعظوھن** کے وعظ نصیحت کا دائرہ صرف نشوز طبعی کی خصلت سے باز آنے تک محدود
ہے اور اس وقت تک **فاھجروھن** پر تو عمل ہوا ہی نہیں ہے تو وعظ کے دلائل میں
علحدگی کے عواقب کا ذکر ہی کیوں کرآئیگا، جب نشوز والی عادت اور طبیعت وعظ سے نہیں
بدلی، تو وعظ کے بعد باری آتی ہے خوابگاہوں اور اٹھنے بیٹھنے کے کمروں سے علحدگی کی
اب ضروری اور لازم بنتا ہے کہ معاملہ کو علحدہ کمروں کی تقسیم میں محدود نہ کیا جائے بالآخر اسکا
بھی انجام بیان کیا جائے کہ وہ کہاں تک ہوسکتا ہے اس کیلئے جو لیکچر دیا جائے گا اسی کو قرآن
نے کہا ہے **واضربوھن** یعنی بیان کرنے (بات چیت) سے۔ جھگڑے کو نمٹاؤ، علحدہ قیام
گاہ کا جھنجھٹ بھی ختم کرو، اس حدیث خطبہ کے اخیر میں حدیث گھڑنے والوں نے ایک تو
حقوق زوجین میں عورتوں پر شوہروں کا حق یہ ٹھرایا ہے کہ اس کے ناپسندیدہ آدمی کو ان کی
غیر موجودگی میں ان کے بستر پر وطی نہ کرائی جائے، اور انکی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ کھلی
فحاشی نہ کریں، اگر کریں تو اللہ نے شوہروں کو اجازت دے رکھی ہے کہ ان سے بستر جدا
کردیں اور ہلکی سی پٹائی بھی کریں اگر اتنی سزا کے بعد باز آجائیں تو پھر انکو روٹی کپڑا
معروف طریقے سے دیں، جناب عالی! حدیث بنانے والے نے روٹی کپڑے دینے کے
آخری جملہ کو بھی خلاف قرآن اپنی طرف سے کھلی فحاشی سے بچکے رہنے سے منتھی کیا ہے جبکا
ذکر قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے جیسے کہ حدیث سازوں نے اسی حدیث میں بستروں کی
علحدگی کو بھی فحاشی سے منسلک کیا ہے، جبکہ قرآن نے اس بات کو بیوی کی طبعی برانگیختگی
کے حوالہ سے لایا ہے، اسی طرح روٹی کپڑے کا معاملہ بھی فحاشی سے منتھی کرنا خلاف قرآن
ہے، اور روٹی کپڑا ایسا بنیادی حق ہے جس کا شریف اور بدکار سے کوئی تعلق نہیں ہر بدمعاش
اور نیکوکار بنیادی حقوق میں برابر کے شریک ہوتے ہیں **ان لک الا تجوع فیھا و**

**لاتعری وانک لاتظموء افیھا ولا تضحیٰ** (۱۱۹-۱۱۸/۲۰) روٹی، کپڑا،
پانی اور مکان یہ جملہ انسانوں کے بنیادی حقوق میں سے ہیں اور سب مسلم وکافر اس میں
برابر کے حقدار ہیں، ہمارے رسول سلام علیہ پر اہل مجوس کے ایکسپورٹ کردہ اماموں نے
جھوٹ باندھے ہیں، کیوں کہ قرآن طلاق شدہ عورتوں کیلئے روٹی کپڑے سے بڑھ کر متاع
دینے کا بھی شوہر کو حکم دے رہا ہے دیکھئے آیت (۲۴۱-۲) کیا اس قرآن کا ترجمان جناب
رسول سلام علیہ کسی کے روٹی کپڑے کے حق کو کھلی فحاشی کے ساتھ نتھی کرکے بیان کریں
گے؟

**وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ عَوَانٍ لَكُمْ لَا يَمْلِكْنَ لِأَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَاتِ اللهِ**

ترجمہ: اور عورتوں سے بہتر سلوک کرو کیونکہ وہ تمہارے لئے مددگار ہیں اور وہ خود اپنے لئے
کسی چیز کی بھی مالک نہیں ہیں پھر ڈرو اللہ سے عورتوں کے معاملے میں، کیونکہ تم نے انہیں
لیا ہے اللہ کی امانت کے طور پر اور تم نے انکے فروج کو حلال کیا ہے اللہ کے کلمات سے۔

## تبصرہ

قارئین اس حدیث کے شروع کے جملہ میں جو عورتوں کی خیال داری کی بات
کے ساتھ دلیل دیا گیا ہے کہ یہ آپکی عوان ہیں، عون عوان یہ لفظ مدد کی معنی میں آتا ہے۔
لیکن عبارت کے سیاق سباق سے جو معنی بنتی ہے وہ ہے نوکرانی، کیونکہ عون کی معنی مدد کے
ہیں تو مدد کم سے کم برابر کا آدمی کرسکتا ہے جبکہ اس حدیث میں ان عورتوں کیلئے یہ جملہ بنایا گیا
ہے کہ **لایملکن لانفسھن شیئا** یعنی یہ عورتین اپنے لئے کسی بھی چیز کی مالک نہیں



ہیں یہ عورتین اتنی تو بے قیمت ہیں جیسے کہ آپکے پاس یہ اللہ کی امانت ہیں اور جو آپ نے ان
کو لیا ہوا ہے تو وہ بھی کوئی خرچہ آپ نے نہیں کیا ہوا، صرف اللہ کے کلمات کے عوض انکو آپ
نے حاصل کیا ہے محترم قارئین! ان حدیث سازوں نے ایسے تو آنکھیں بند کرکے حدیثیں
بنائی ہیں جیسے کہ دنیا میں اللہ کی کتاب انکی خرافات کا پوسٹ مارٹم کرنے کیلئے موجود ہی نہیں
ہے جناب قارئین! اس حدیث کا پہلا ٹکڑا ہے کہ **واستوصوا بالنساء خیرا** اس
جملہ کی حقیقت آپکے سامنے کھل جائیگی پہلے تو حدیث کے اگلے ڈائلاگ ملاحظہ
فرمائیں! حدیث سازوں نے جو عورتوں کو عوان کہا ہے مرے پاس موجود خطبہ حجۃ الوداع
نامی کتابچہ کے مرتب اور مدون جناب حافظ عبدالوھاب صاحب منگریو اسسٹنٹ پروفیسر
کیڈٹ کالج لاڑکانہ نے لفظ عوان کا ترجمہ لکھا ہے، ''زیردست'' جناب منگریو صاحب نے
بلکل درست ترجمہ لکھا ہے اور وہ اس حوالے سے کہ یہی مقصد ہے حدیث بنانے والوں کا،
اور اس ترجمہ کی تائید حدیث کے اگلے جملہ سے ہوتی ہے کہ عورتیں اپنے لئے کسی چیز کی
مالک نہیں ہیں، میرا خیال ہے کہ حدیث سازوں کے اس نظریہ اور سوچ کو قرآن کی کسوٹی
سے ملا کر دیکھا جائے اور اس کے بعد آپ خود فیصلہ کریں کہ حدیث سازوں کا کیا مقصد
ہے۔

جناب قارئین! قرآں میں حکم ہے کہ **للرجال نصیب مما اکتسبو
وللنسآء نصیب مما اکتسبن** (۳۲-۴) یعنی مردوں کی کمائی مردوں کیلئے اور
عورتوں کی کمائی عورتوں کیلئے۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن ہر مرد اور عورت کو
مستقل طور پر کمانے کاروبار (Business) کرنے کی اجازت دیتا ہے، نہ صرف اتنا
بلکہ کمائی ہوئی پونجی کیلئے بھی فرماتا ہے کہ عورت **علی سبیل الاستقلال** ملکیت کی
مالک ہوسکتی ہے، اسی طرح ورثہ کے حوالہ سے بھی قرآن حکیم نے فرمایا **للرجال**

**نصیب مما ترك الوالدان ولاقربون وللنسآء نصیب مما ترك**
**الوالدان والاقربون مما قل منه اوکثر نصیبا مفروضا** (۴-۷)
یعنی والدین اور دیگر رشتہ داروں کی ملکیت میں جس طرح مردوں کا ورثہ (حصہ) ہے اس
طرح عورتوں کا بھی حصہ ہے اس ملکیت میں جو چھوڑ جائیں ان کے والدین اور دیگر
رشتیدار خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ عورت باقائدہ اپنے حصہ کی وارث اور مالک ہے، عورت کیلئے
جو بھائی کے حصہ کے آدھے کے برابر حصہ دیا گیا ہے میں نے ان حصص کو اپنی کتاب امامی
علوم اور قرآن کے اندر برابر ثابت کیا ہے اسکا تفصیل قدرے لمبا چوڑا ہے جو اس موقعہ کا
متحمل نہیں ہے اس لیئے اس کو نہیں دہرا رہا، بہر حال محترم قارئین خطبہ حجۃ الوداع کے نام
سے احادیث بنانے والوں نے جناب رسول اللہ کے نام سے کیسی کیسی جھوٹی حدیثیں بنا کر
منسوب کی ہوئی ہیں۔ اللہ کے لاکھوں کروڑوں اربوں اور لاتعداد احسانات ہیں جو اس نے
اپنی کتاب قرآن حکیم کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے رکھی ہے ورنہ یہاں تو دشمنانِ
قرآن سامراج کے تنخواہ داروں کے اتنے تو دارلاشاعت ہیں جو کبھی کا قرآن کو میڈان یو
ایس اے (U.S.A) بنا دیتے، اب آپ قرآنی شواہد کی روشنی میں دیکھ چکے ہیں کہ عورت
ایک آزاد اور مستقل پرسنلٹی ہے جو اپنا کاروبار بھی کرسکتی ہے اور اپنی ملکیت کی مالک بھی بن
سکتی ہے، اس حدیث خطبہ میں احادیث گھڑنے والوں نے جو عورت کی تذلیل وتحقیر کی ہے
اور اس کو گھٹیا لونڈی کی حیثیت دے رکھی ہے جیسے کہ اس کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ہے میں
عزیز اللہ اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ قرآن کی روشنی میں عورت کا مقام ومنزلت ثابت کروں کہ
عورت آزاد اور مستقل شخصیت کی مالک ہے اور نہ ہی وہ کسی کی غلام ہے۔ **یاایھا الذین**
**امنو لا یحل لکم ان ترثوا النسآء کرھا ولا تعضلوھن**
**لتذھبوا ببعض مآ اتیتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینت و**



**عاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھو شیئا**
**و یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔** (۴-۱۹) اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ
جائز نہیں ہے کہ عورتوں کے اوپر اپنی مالکی جبر اور طاقت چلاؤ (اس سے یہ ثابت ہوا کہ شوہر
کے انتخاب میں عورت خود مختار ہے اور کوئی شخص ایک طرفہ پسند کی بنیاد پر عورت پر اپنا فیصلہ
مسلط نہیں کرسکتا) **ولا تعضلوھن** سے مراد ہے کہ عورت اگر مرد کو پسند نہ کرے اور
اسکے نکاح سے آزاد ہو کر طلاق لینا چاہے تو یہ اس کا حق ہے، اس سلسلے میں قرآن مردوں کو
حکم دیتا ہے کہ تمہیں اجازت نہیں ہے کہ عورتوں کو روکے رکھو خصوصا اس لالچ میں کہ آپ
نے جو خطیر رقم ان کو بطور مہر دے رکھی ہے اس کے ہتھیانے کیلئے، ہاں مہر کی رقم میں لالچ
والی بات یعنی گھر والی سے پیسے لے کر اسے طلاق دینا یہ اس حال میں ہوسکتا ہے جو کوئی
عورت کھلی فحاشی کرے پھر طلاق کی صورت میں عدالت مہر کی رقم کا کچھ حصہ عورت سے لیکر
شوہر کو دلاسکتی ہے قرآن مردوں کو حکم دیتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ قوانین کی حدود میں رہ کر
معاشرت کرو اور اگر کوئی چھوٹی موٹی بات ہو بھی جائے اور تم اس سے نفرت کرنے لگو اور اس
میں اللہ کی طرف سے کوئی بھلائی ہو تو بہتر ہے کہ جلد بازی میں فیصلے نہ کیا کرو۔
جناب قارئین! اس حدیث خطبہ میں یہ جملہ ہے کہ تم نے ان عورتوں کو لیا ہے
**اخذتموھن بامان اللہ** فاضل مرتب علامہ عبدالوھاب مگریو صاحب نے اسکا
ترجمہ کیا ہے کہ ''تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے'' میں اسی ترجمہ کے حوالہ
سے عرض کرتا ہوں کہ قارئین لوگ غور فرمائیں کہ حدیث ساز لوگ عورتوں کو **اخذتم** کے
لفظ سے لائے ہیں وہ اس سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ جیسے عورت کوئی بازار کی چیز ہے جو لی
جاتی ہے یا اسکی لین دین ہوتی ہے محترم قارئین! قرآن حکیم کے اندر لفظ اخذ اپنے مختلف
صیغوں سے دوسَو اسی بار استعمال ہوا ہے کسی ایک بھی موقعہ پر اللہ تعالی عورتوں (بیویوں

) کے رتبہ کا ذکر کرنے کے باوجود کسی ایک بھی مقام پر عورتوں کے ساتھ بیویوں کے ساتھ
اخذت اخذنا کا لفظ نہیں لایا ہے یہ احتیاط ہے قرآن کا، کہ کہیں ایک مقام پر بھی اگر عورت
کے ساتھ اخذت کا لفظ لایا گیا تو یہ خراسان کے امام لوگ جھٹ سے عورت کو بازار کا بکاؤ
مال بنا کر رکھ دیں گے اور اس کا ثبوت قرآن سے ہی دینے لگ جائیں گے۔ قرآن کے
اتنے احتیاط کے باوجود ان حدیث ساز اماموں نے خطبہ حجۃ الوداع کی اس حدیث میں
اپنے اندر کی بھڑاس نکالنے کے لئے لکھ دیا ہے کہ **فانکم اخذتموھن بامان
اللہ** یعنی تم مردوں نے ان عورتوں کو (مفت میں لیا ہے) اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا
ہوا ہے۔ اے لوگو! دیکھو کہ کتنے تو جھوٹے ہیں یہ امام لوگ جو قرآن کہتا ہے کہ **واٰتوا
النساء صدقٰتھن نحلۃً** (۴-۴) یعنی عورتوں کو ان کا مھر بغیر معاوضہ کے ھدیہ اور تحفہ
میں دو، جیسے کہ نحل یعنی شہد کے چھتے سے تم جو اسکی کمائی لیتے ہو اور ان مکھیوں کو کچھ بھی نہیں
دیتے اس طرح تمہاری بیویوں کا مھر بھی شہد کی طرح کا بغیر بدلہ اور معاوضہ کے نحلۃ کی معنی
والا مھر ہے۔ قرآن حکیم کی اتنی وضاحت کے باوجود حدیث ساز لکھتے ہیں کہ یہ بیویاں آپ
نے امانت کی طور پر مفت میں لے رکھی ہیں جناب قارئین! مجھے اعتراض ہے حدیث کے
لفظ **اخذتموھم** پر جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حدیث ساز اسلام دشمن لوگ
عورت کو بازاری چیز بنانا چاہتے ہیں یعنی اس کی خرید و فروخت جائز سمجھتے ہیں اس حدیث
سے یہ حدیث ساز لوگ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جو اسلام نے قرآن کہ اندر عورتوں کو
عزت واحترام دے رکھا ہے وہ سب فضول کی چیز ہے، اور ان امام لوگوں کے اندر عورتوں
کے متعلق بڑا غصہ ہے اور قرآن نے جو ان کو مقام دے رکھا ہے یہ قرآن سے انتقام لینے
کیلئے، حدیث کی عبارت میں بڑی لفاظی کی ہے کہ یہ تمہاری خادمائیں ہیں اور اپنی کسی چیز
کی بھی مالک نہیں ہیں، کیونکہ تم نے ان کو امانت کے طور پر لیا ہوا ہے سو تم ان کے بارے میں



خدا کا خوف کھاؤ۔ جناب قارئین! آخری گالی اس حدیث میں حدیث بنانے والوں نے
یہ دی ہے کہ **واستحللتم فروجھن بکلمات اللہ** یعنی ان کے فرجوں کو تم نے
اللہ کے کلمات سے لیا ہوا ہے کیا کریں ہماری مسلم امت کے محراب و منبر کے خطیبوں نے
سامعین کے ذہنوں پر عقیدتوں کے اتنے تو کوٹ و قلعے چڑھا رکھے ہیں جن کی حصار توڑنا
بڑا مشکل مسئلہ ہے، اور عام لوگوں کیلئے یہ سجھنا بڑا مشکل ہے کہ عورتوں کو کلمات اللہ سے ہم
نے کس طرح لیا ہے، جناب قارئین! کتاب بخاری میں کتاب النکاح ہے اسکے اندر باب
ہے التزویج علی القرآن وبغیر صداق یعنی تعلیم قرآن کی ٹیوشن کے عوض نکاح کرنا اور بغیر مھر
کے شادی کرنا باب کا نمبر میرے پاس موجود نسخے میں ۸۰ ہے اور حدیث ۱۳۵ اس حدیث کا
راوی سھل بن سعد ساعدی ہے (دیکھو حدیث ساز لوگ کس طرح تجنیس حرفی سے نام ایجاد
کرتے ہیں جناب علیؑ کے تین بیٹوں کے نام بھی تجنیس حرفی پر رکھے ہیں حسن، حسین، اور
محسن) حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ کی مجلس میں کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسول
اللہ میں نے اپنے آپ کو ھبہ کیا، آپ سوچ کر مجھے جواب دیں اس طرح اس عورت نے
رسول اللہ کے سوچ و فکر میں پڑ جانے اور جواب نہ ملنے کی وجہ سے تین بار اسی مجلس میں اپنی
بات کو دہرایا پھر ایک شخص مجلس سے اٹھا اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے اس عورت سے نکاح
کرائیں تو جناب رسول نے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس مال میں سے کوئی چیز ہے، اس
نے کہا کہ نہیں، تو رسول اللہ نے اسے کہا کہ **اذھب فاطلب ولوخاتم من
حدید** یعنی جاؤ جا کر کوئی لوہے کی مندری (RING) ہی لے آؤ" تو وہ گیا پھر واپس آیا
اور کہا کہ مجھے مندری بھی نہیں مل سکی، پھر جناب رسول نے اسکو کہا کہ **ھل معك من
القرآن شیء** کیا تجھے کچھ قرآن یاد ہے تو جواب میں اس نے کہا کہ **سورۃ کذا و
سورۃ کذا** مجھے فلاں فلاں سورۃ یاد ہے تو فرمایا رسول اللہ نے کہ **اذھب فقد**

**انکحتکھا بما معک من القرآن** یعنی جاؤ میں نے تیرا نکاح اس عورت کے ساتھ جو قرآن کی سورتیں تجھے یاد ہیں ان کے عوض میں کر دیا'' جناب قارئین اس خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث کا آخری جملہ ہے کہ **واستحللتم فروجھن بکلمات اللہ** یعنی جناب رسول سوا لاکھ انسانوں کے مجمع کو اپنی وفات سے تین ماہ پہلے فرما رہا ہے کہ تم لوگوں نے ان عورتوں کے فرجوں کو کلمات اللہ کے عوض اپنے لئے حلال کیا ہوا ہے جناب قارئین کلمات اللہ تو قرآن ہے، فرمان ہے کہ **واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لامبدل لکلماتہ** (۲۷-۱۸) یعنی تابعداری کر ان احکام کی جو وحی کئے گئے ہیں تیرے رب کی کتاب سے جسکے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جاسکتی جناب قارئین! ایک طرف آپ یہ حدیث خطبہ حج والی رکھیں یعنی بیویوں کے فرجوں کو کلمات اللہ سے حلال کرنے کی بات، اور اسکے مقابل لاؤ قرآن کی آیت **وان اردتم استبدال زوجٍ مکان زوجٍ و اٰتیتم احدٰھن قنطارًا فلا تاخذوا منہ شیئًا اتاخذونہ بھتانًا واثمًا مبینا** (۲۰-۴) یعنی اگر تم نے ایک بیوی کو بدل کر اس کی جگہ دوسری بیوی کو لانے کا ارادہ کیا ہے اور اس پہلی بیوی کو تم (مہر میں) سونے کا ڈھیر بھی دے بیٹھے ہو تو اس سے کچھ بھی واپس نہ لیں اور اس ملکیت واپس لینے کی لالچ میں اپنی پہلی بیوی پر فحاشی وغیرہ کا کوئی جھوٹا الزام بھی نہ لگانا ایسا کرنا یہ تمہارا اثم مبین ہوگا جرم عظیم ہوگا، جناب قارئین! عورتوں کو مہر میں اتنی بڑی خطیر رقم دینا جسکو سونے کا ڈھیر کہا جائے اسکی کوئی بھی دوسری تاویلی معنی جھوٹی حدیثوں سے نہیں بنائی جاسکتی کیونکہ قرآن کا صاف حکم ہے کہ **ولیستعفف الذی لایجدون نکاحًا حتٰی یغنیھم اللہ من فضلہٖ** (۲۴-۳۳) یعنی عفت کی زندگی گذاریں وہ لوگ پاکدامنی کی زندگی گذاریں وہ لوگ جو نکاح کے اخراجات یا دوسرے موانعات کی وجہ سے



شادی نہیں کر پائے اتنے تک جو اللہ اپنے فضل سے انکی رکاوٹیں دور فرمادے (اس آیت میں متعہ کے ممنوع ہونے کا ثبوت بھی موجود ہے) جناب قارئین! لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آجکل اتنی مہنگائی اور لوگوں کی غربت میں کون سونے کا ڈھیر دے سکتا ہے اس طرح سے تو جائز اور قانونی شادیاں تو نہیں ہو سکیں گی انکی خدمت میں عرض ہے کہ یہ اشکال آپکو اسلیئے پیش آرہا ہے جو آپ نے قرآن کو مولویوں پیروں کی تعویذوں کا کتاب سمجھا ہوا ہے یہ قرآن تو حکمرانی اور معاشروں کی اجتماعی رہنمائی کے منشور کی کتاب ہے آپ کو قرآن کے اس مفہوم سے ہٹا کر، سرمایہ داریت اور جاگیرداریت کے ایجنٹ حدیث ساز امام مافیا نے قرآن کو انفرادی ثواب کمانے کیلئے بن سمجھے رٹے لگانے پر ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں دینے کا حکم دیا ہوا ہے، سو جو لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مہنگے مہر سے سونے کے ڈھیر سے شادیاں تو ہو نہیں سکتی ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اس آیت سے پہلے والی آیت (۲۴-۳۳) پر غور گور کریں۔ جس میں ریاست کے حکمرانوں اور معاشرے کے ناظمیں اور منتظمین کو حکم دیا گیا ہے کہ **وانکحوا الایامٰی منکم والصّٰلحین من عبادکم وامآئکم ان یکونوا فقرآء یغنھم اللہ من فضلہٖ واللہ واسع علیم** (۲۴-۳۲) یعنی نکاح کراؤ اپنے کنوارے مردوں کنواری عورتوں کا اور رنڈوے مردوں اور رنڈوی عورتوں کا جو صالحین ہوں یہاں صالحین کی معنی میڈیکل پوائنٹ آف ویو سے بھی ہے یعنی کسی نامرد کے متھے کسی عورت کو نہ لٹکادیں وغیرہ۔ آگے اللہ نے فرمایا کہ اے ریاست کے افسرو! اگر دولھا دلہن غریب ہیں تو کوئی بات نہیں انکو ملانے کیلئے پہلے خرچہ اسٹیٹ کرے بعد میں اللہ اپنے فضل سے انکو غنی بنادے گا اسکا دامن فضل بڑا وسیع ہے وہ اپنے قوانین کی افادیت کو جاننے والا ہے، اب غور کرنے کی بات ہے کہ آیت نمبر ۳۲ میں ہے کہ فقیر لوگوں کی شادی کراؤ پھر فوراً اسی جگہ پر فرمایا کہ سرکاری بجٹ اگر مثال کے طور

پر سالانہ دو ہزار جوڑوں کی شادی کرانے کا خرچہ پاس کرتی ہے اور کچھ غیر شادی شدہ لوگ
اس عدد سے بچ جاتے ہیں تو ان کو قرآن فرماتا ہے کہ اتنی بجیٹ ریلز ہونے تک عفت او
رپاکدامنی سے رہیں، جناب قارئین! اسی آیت میں ریاست کو حکم ہے کہ اپنے ملک کے
اسلامی انقلاب آنے سے پہلے جو غلام تھے سرکاری رقومات سے انکو بھی آزاد کرائیں اور خود
انحصاری کے لئے سرکاری خزانے سے انکی مدد کریں یہ بات پہلے عرض کر چاہوں، سونے
کے ڈھیر کی مالیت ہر دور یکساں نہیں ہوگی قیمتیں ہر وقت بدلتی رہیں گی میں نے اپنی کتاب
امامی علوم اور قرآن میں دس سے پندرہ لاکھ روپے لکھا ہے لیکن مہنگائی بڑھتی جارہی ہے ہر
حال یہ مسئلہ اسٹیٹ کا ہے یہ بھی بات یادرکھنی چاہیئے کہ اسٹیٹ ضروری نہیں کہ کیش میں مدد
کرے جائداد گھر گائے بھینس بکریاں انکی حیثیت بھی سونے چاندی جیسی ہے قرآن کو
سونے چاندی کا بدل قرار دینا غلط ہوگا کیوں کہ سونے چاندی کو رقم کے طور پر لین دین میں
استعمال کیا جاتا ہے، قرآن کا علم، قرآن کی ہدایات اور بصیرت افروز رہنمائی والے قوانین
جن کو اللہ نے کلمات سے تعبیر فرمایا ہے (۲۷-۱۸) یہ کوئی بازار کا سکہ نہیں ہیں ایسی حدیث
بنانے والے اسکو صحیح مانتے ہوئے پڑھنے پڑھانے شائع کرنے والے ایسے سب لوگ
قرآن کی توہین کررہے ہیں قرآن کی بے حرمتی کررہے ہیں قرآن کی ہتک عزت کررہے
ہیں۔ کاش کوئی منصف معلوم ہوجائے کوئی عدالت تیار ہوجائے تو ان دشمنان قرآن اور
دشمنان رسول پر مقدمہ چلا کر ان کو کیفر کردار تک پہنچائے جو جناب رسول علیہ السلام کے نام
سے ایسی حدیث بنائی ہے کہ کس بھی عورت کو قرآن کی چار سورتیں سنا کر اسے اپنالو میں
یہاں مناسب سمجھتا ہوں اہل شیعت کو مبارک دوں کہ ان کے ہاں متعہ کے مہر میں قرآن کی
چار سورتیں سنانا بدل نہیں ہیں، جس طرح اہل سنت یا اہل حدیث لوگوں کے ہاں نکاح کے
مہر میں قرآن کی دو چار سورتیں یاد رکھنا کافی ہے۔



**وَاِنِّیْ قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَالَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ اَبَدًا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِہٖ کِتَابَ اللّٰہِ۔**

ترجمہ: یقین سے میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم نے اسے مضبوطی
سے تھامے رکھا تو تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوسکو گے وہ اللہ کی کتاب ہے۔

## تبصرہ

محترم قارئین! قرآن دشمن سازشیوں کو سمجھنے کیلئے بڑی باریک بینی کی ضرورت
ہے پورے قرآن میں لفظ ترک ۴۳ بار مختلف صیغوں میں استعمال ہوا ہے کسی ایک بھی مقام
پر اسے جناب رسول اللہ ہے ترکہ کے نام سے قرآن کے نام کا استعمال نہیں کیا گیا ہے اس
حدیث میں قرآن کو رسول کے ترکہ کے طور پر متعارف کرانے میں جو سازش پنہاں ہے وہ
یہ ہے کہ اللہ نے جو اعلان فرمایا کہ میں نے محمد کو آل نہیں دی **ماکان محمد
ابا احد من رجالکم** (۴۰-۳۳) جبکہ اسکے مقابلہ میں حدیث ساز امام لوگوں نے
شاہ فارس یزدگر کی بیٹی سے اس کو روٹ (Root) والی آل دے رکھی ہے (بحوالہ الکافی
للامام یعقوب کلینی) اب قرآن کو جو جناب رسول کے ترکہ کے طور پر قبول کرایا تو ایک
قرآن جناب علی اونٹ پر لاد کر وفات رسول کے بعد اصحاب رسول کو مسجد نبوی میں دینے
آئے تھے جس کو اصحاب رسول نے قبول نہیں کیا پھر وہ اس نسخے کو واپس لے گئے جو آج کل
امام غائب کے پاس موجود ہے وہ اپنے ظہور کے وقت ساتھ لائینگے۔ سو اس نسخہ کو قبول
کرانے کیلئے حدیث ساز لوگوں کی ٹیم نے ضروری سمجھا کہ قرآن کو رسول اللہ کا ترکہ قرار دیا
جائے، میری یہ بات سمجھنے کیلئے پھر سے اس بات پر غور کریں کہ قرآن میں ۴۳ بار لفظ
**ترک** لانے کے باوجود قرآن کو رسول کا ترکہ نہیں بنایا گیا، سو اس کے لئے ضروری سمجھا گیا

کہ ایک صاف ستھری حدیث بنائی جائے جس میں اپنی آئندہ کی اسکیم کو منوانے کیلئے صرف ایک لفظ فٹ کیا جائے کہ قرآن رسول اللہ کا ترکہ اور میراث ہے۔ جس کیلئے ایک جعلی آل رسول بنادی گئی اوران کو وارثِ قرآن قرار دیا گیا۔

**وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ۔**

ترجمہ: اور خاص طور پر دین میں غلو (ملاوٹ) سے بچنا، کیوں کہ تم سے پہلے کے لوگ اسی سبب ہلاک ہوئے یعنی دین میں ملاوٹ کرنے سے۔

## تبصرہ

قارئین: علم حدیث نے قرآن میں جو مطلق زنا کی سزا سو چابک رکھی تھی

**الزانية والزاني فاجلدوا كل واحدٍ منهما مائتة جلدةٍ**

(۲-۲۴) اس میں ترمیم کر کے شادی شدہ زانی (مرد و عورت) کو سنگسار کرنے (پتھر مارنے) کی احادیث بنا ڈالیں۔ کیا یہ قرآن کے اندر کھلی ترمیم نہیں کہ غیر شادی شدہ زانی مرد و عورت کو توسّو چابک لگائے جائیں مگر شادی شدہ زانی جوڑے کو سنگسار کیا جائے جب تک وہ مر نہ جائیں قرآن نے نکاح کیلئے مہر کا نصاب سونے کا ڈھیر مقرر کیا ہے (۲۰-۴) جب کہ علم حدیث بنانے والوں نے اس کو ایک لوہے کی مندری اور قرآن کی دو چار سورتیں یاد کرنا مقرر کیا ہے۔

قرآن میں اللہ نے اپنے پیغمبر محمد سلام علیہ کو فرمایا ہے کہ اے محمد! جمع قرآن تعلیم قرآن، تفسیر قرآن کے مسئلہ میں آپ کو زبان ہلانے کی بھی ضرورت نہیں، یہ تینوں ذمہ داریاں میرے ذمہ ہیں **ان علینا جمعه و قرانه ۔۔۔ ثم ان علینا بیانه** (۱۷ تا ۱۹-۷۵) لیکن اسکے باوجود امام بخاری احادیث لایا ہے کہ وفات رسول



کے بعد قرآن منتشر حالت میں لکڑیوں پتھروں اور بدبودار ہڈیوں پر لکھا ہوا تتر بتر حالت میں تھا جناب قارئین! آپ نے دیکھ لیا کہ دین میں کس نے غلو کیا ہے۔ **افضل الشهادة ماشهدت به الاعداء۔**

**وَإِنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ يَئِسَ مِنْ أَنْ يُعْبَدَ فِي أَرْضِكُمْ هٰذِهِ أَبَدًا وَلٰكِنْ سَتَكُونُ لَهُ طَاعَةٌ فِيمَا تَحْتَقِرُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَسَيَرْضَى بِهِ فَاحْذَرُوهُ عَلٰى دِينِكُمْ۔**

ترجمہ: بیشک شیطان اب مایوس ہو چکا ہے اس بات سے کہ تمہاری اس سرزمین پر اسکی عبادت بھی کی جائے گی، لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ تم جن چیزوں کو معمولی سمجھو پھر انکی ایسی باتوں سے اسکی اطاعت کرنے لگ جاؤ جبکہ شیطان کیلئے تمہاری اتنی بھی اطاعت کافی ہے اسلئے اسکے شر سے اپنے دین کو بچائے رکھیں۔

## تبصرہ

قارئین محترم! اس جڑتو (بناوٹی) حدیث کو بار بار پڑھ کر سمجھیں پھر بتائیں کہ ان حدیث سازوں نے یہ احادیث کیوں بنائی ہیں جو بخاری کے اندر بھی موجود ہیں کہ رسول کی وفات کے بعد اصحاب رسول مرتد ہو گئے تھے اور اس وجہ سے وہ جہنمی ہونگے حوالہ کیلئے دیکھئے بخاری کتاب التفسیر میں سورۃ مائدہ سے متعلق آخری دو باب اور انکی دو عدد احادیث جس میں ان حدیث سازوں کی چالاکی اور عیاری بھی ملاحظہ فرمائیں جس میں لکھا ہوا ہے کہ رسول اپنی وفات سے تین ماہ قبل فرماتے ہیں کہ اب آپکی اس سرزمین سے شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ اس کی عبادت ہوسکے گی پھر نبی کے نام سے دوسری حدیث بنائی کہ آپ سلام علیہ کی وفات کے بعد اصحاب رسول مرتد ہو گئے تھے۔

أَلَا فَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ وَصُومُوا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوا زَكٰوةَ أَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا أَنْفُسُكُمْ وَتَحُجُّوا بَيْتَ رَبِّكُمْ وَأَطِيعُوا وُلَاةَ أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ۔

ترجمہ: خبردار اپنے رب کی عبادت کرو! اپنی پانچ صلاتیں (نمازیں) پڑھا کرو، اور اپنے مہینہ (رمضان) کے روزے رکھا کرو، اور اپنے مالوں کی زکواۃ دل کی خوشی سے ادا کرو، اور اپنے رب کے گھر کا حج کرو، اور اپنے والیان امر کی اطاعت کرو، تو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے (ترجمہ ختم)

## تبصرہ

خطبہ حجۃ الوداع کی اس حدیث میں عبادت رب کی جو چیزیں حدیث سازوں نے گنوائی ہیں ان میں سے ایک نماز ہے، جو یہ لوگ انکے اپنے مذہب کے ایک بڑے پیشوا حکیم مانی صاحب جو قبل از اسلام عیسوی سن ۲۱۵ ع میں پیدا ہوا تھا اس نے اپنے خدا آگ کی پوجا کیلئے موجودہ نماز جو مسلم امت میں مروج ہے ایجاد کی تھی، اہل فارس کی جنگ جب جناب صدیق اکبر کے زمانہ سے شروع ہوئی اور عمر بن الخطاب کے زمانہ خلافت میں جا کر فارس فتح ہوا، فارس کا بادشاہ جب میدان قادسیہ میں شکست کھا کر فارس کے شمال مشرقی علاقوں میں آکر اپنی شکست کا بدلہ لینے کیلئے اپنی درباری اساورہ اور ملکی دانشوروں سے مختلف تدبیریں روبعمل لانے لگے، انکی دار الندوہ اور مجالس میں یہ پاس ہوا کہ مسلم امت کے طاقتور بننے کا سارا راز ان کو ملی ہوئی کتاب قرآن کے قوانین اور ہدایات میں ہے اسلئے جب تک یہ کتاب سلامت ہے تب تک مسلم امت کو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے اسلئے انہوں نے اپنے دانشوروں کو حکم دیا کہ جاؤ اور خود ان کے رسول کے نام سے ایسے فرمان فیصلے خطابات



بناؤ جن کے مفہوم سے قرآن کا انقلابی فلسفہ پاش پاش ہو جائے، کیونکہ محمد نے قرآن کے کہنے پر غلام سازی کو بند کر دیا ہے تم جا کر ایسی حدیثیں بناؤ جو خود رسول کیلئے لکھو کہ اس نے جنگ خیبر میں یہودیوں کے ایک جنرل کو قتل کروا کر اسکی نئی نویلی دلہن صفیہ سے شادی کی اور محمد کے اپنے ساتھیوں نے غلاموں کی تجارت کی اور لونڈیوں کو بغیر نکاح کے استعمال کر کے پھر انہیں کنواری بتا کر مہنگے داموں فروخت کرنے کی پرمٹ خود رسول اللہ سے لی اور ایسی حدیثیں بناؤ جو قرآن کا وہ اسپرٹ جس سے مٹی کا بنا ہوا آدمی فولاد کا بن کر دنیا جہان کی قیادت کر رہا تھا، اس قرآن کے انقلابی فارمولوں کی معانی اور مفاہیم حدیثوں کے نام سے بگاڑ ڈالو ماجرا لمبی ہے اس کیلئے میری کتاب فتنہ انکار قرآن کب اور کیسے مطالعہ کی جائے نیز امامی علوم اور قرآن بھی، بہر حال جناب قارئین! بادشاہ یزدگرد اور اسکے امراء نے جو دانشور لوگ اسلام کے اندر داخل کئے ان کو امام اور آل رسول کا پروموشن دلایا انہوں نے جو قرآن کے اندر تحریفات معنوی کے چکر چلائے انکا صدیوں سے بالخصوص ہلاکو خان کے حملے کے بعد تیزی سے غلبہ ہو گیا قرآن کے متن کا تو امام لوگ کچھ نا بگاڑ سکے کیونکہ اس کا ذمہ اللہ نے لیا ہوا تھا، قرآنی علوم کا حقیقی تفہیمی لٹریچر جو کچھ بھی ساڑھے چھ سو سال میں لکھا گیا تھا اس کو ہلاکو خان کے حملہ کے وقت دریا برد کیا گیا اور آگ میں جلایا گیا۔ اس المناک ماجرا کا بڑا لمبا تفصیل ہے محترم قارئین خطبہ کی اس حدیث میں **صلوا خمسکم** کے جملہ سے قرآن کی صلواۃ کو پانچ نمازوں کا نام دے کر محدود کیا گیا ہے نماز فارسی پہلوی زبان کا لفظ ہے اسکا عربی لفظ صلوۃ سے کوئی جوڑ نہیں ہے نماز آگ کے سامنے کی پوجا ہے جو آج تک مجوسی لوگ اپنے آتش کدوں میں پڑھتے آرہے ہیں وہ آپ بھی اس کو نماز پنجگانہ کہتے ہیں صلوۃ لفظ کا ترجمہ تو خود قرآن حکیم نے کا سکھایا ہوا ہے کہ تابعداری کرو اور پیچھے پیچھے چلتے رہو **فلا صدق ولا صلیٰ ولاکن کذب و تولیٰ** (۳۱-۳۲/۷۵)۔

محترم قارئین خمس (پانچ) یہ لفظ یہ عددی فگر (صورت) قرآن حکیم میں اپنی مختلف عددی شکلوں میں آٹھ بار استعمال ہوا ہے، اس میں ایک جگہ **خمسة الاف** یعنی پانچ ہزار ایک اور جگہ پر یہ لفظ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے اور دوسری جگہ دو بار **والخامسه** بولا گیا ہے تیسری جگہ دو مرتبہ **خمسین** کا لفظ بولا گیا ہے جسکی معنی ہے پچاس ایک اور جگہ خمس بولا گیا ہے جسکی معنی ہے پانچواں حصہ تو آخر کونسی بات ہے جو قرآن نے لفظ صلوۃ کے ساتھ اسکی عددی فگر پانچ یا تین صلواتیں نہیں گنوائیں، کچھ لوگ خود کو اہل قرآن کہلواتے ہیں پھر بھی فارس والی نماز کیلئے تین کا عدد مشہور کیا ہوا ہے۔ قرآن میں ثلاث، ثلاثون، ثلث اور ثلثان کے الفاظ ۳۲ بار مختلف شکلوں میں استعمال ہوئے ہیں، معلوم نہیں اللہ نے ان الفاظ خمس اور ثلاث کو صلاۃ کے ساتھ کیوں بیان نہیں کیا اور چھوڑ دیا ہے جسکو اہل قرآن کہلانے والے لوگ اور روایتی مسلمان تین اور پانچ نمازیں قرار دیتے ہیں جبکہ صلوۃ کی معنی نماز ہے ہی نہیں اور جو حکم دیا گیا ہے کہ **اقم الصلوٰة طرفی النهار وزلفا من اليل** (۱۱-۱۱۴) یہ ایک ہی صلوۃ ہے اسکے بعد جو دوسرا حکم ہے کہ **اقم الصلوٰة لدلوك الشمس الى غسق اليل** (۱۷-۷۸) یعنی قائم کر صلوۃ کو سورج کے سرکنے سے لیکر رات کے اندھیرے تک یہ بھی ایک صلوۃ ہوئی معلوم نہیں کہ علماء کے عقل پر کیوں تالے پڑے ہوئے ہیں ان آیات میں صلوۃ مفرد کا صیغہ ہے اس سے جمع کی معنی پانچ یا تین کس طرح ہوسکتی ہیں ایک تو صلوۃ نماز نہیں ہے جو لوگ بضد ہیں کہ صلوۃ اور نماز ایک ہی چیز ہے تو وہ بتائیں کہ اللہ نے جو فرمایا ہے کہ **اقم الصلوٰة لدلوك الشمس الى غسق اليل** بقول ان حضرات کے کہ اس حکم میں صلوۃ ایک نہیں ہے بلکہ پانچ یا تین ہیں تو پھر قرآن کی عبارت ان کے کہنے کے مطابق غلط ہو جاتی ہے اور وہ اس طرح ہونی چاہیئے تھی کہ **اقم الصلوٰت لدلوك الشمس الى غسق اليل** یعنی لفظ صلوۃ



کو جمع کے صیغہ میں لایا جاتا، سو صلوۃ کی معنی ہی نظام صلوۃ کی ڈیوٹی دینا ہے اور اقامۃ نظام صلوۃ کیلئے جو احکام قرآن کی طرف سے ملے ہوئے ہیں انکا ہمیں اتباع کرنا ہے، سو اس مفہوم والی صلوۃ کے ساتھ آگ کے سامنے اسکی پوجا کرنے والی نماز کا کوئی تعلق نہیں ہے اسلئے اس خطبہ حج والی حدیث میں جملہ **صلوا خمسكم** خلاف قرآن ہے اور اس کے بعد حدیث میں دوسرا جملہ ہے **وصوموا شهركم** یعنی اپنے مہینے کے روزے رکھو، جناب قارئین! یہ جو دعوی کی جاتی ہے الزام لگایا جاتا ہے کہ قرآن مبہم اور مغلق کتاب ہے سواء علم حدیث کے قرآن سمجھ میں نہیں آسکتا جناب رسول اللہ کے نام سے سوا لاکھ انسانوں کے مجمع کے سامنے خطبہ کی یہ جو حدیث بنائی گئی ہے **وصوموا شهركم**" لوگو یہ تو ہوا علم حدیث قرآن کا تفسیر و تفصیل جس کے سعودی حکومت والے حکمران شاہی خاندان والے ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مالک ہیں وہ ان لوگوں کو امریکا برطانیہ کی قائم کردہ جھنگل کی حویلیوں کے مثل ادارے جنکے اندر امامی علوم وفنون کو تیار کر کے خلاف قرآن میدان میں لایا جاتا ہے یہ سب جھگڑے مناظرے فتوے انکے پیسوں کے بل بوتے پر ہیں قرآن سے جنگ عالمی سامراج کی ہے جو اس کتاب کا نظریہ معیشت **سواء السائلين** (۴۱-۱۰) کا ہے یہ اس نظریہ سے جنگ ہے یعنی کلاس لیس سوسائٹی اپر لوئر کی کوئی تمیز نہ ہو سو لوگو! قرآن کے خلاف آج جو ملا سعودی کے پیسوں سے مل اونروں کے پیسوں گزیٹیڈ گریڈ کی عمارتیں مسجدوں کے نام سے بنا کر لڑ رہا ہے یہ ملا تو ایسے ہی قرآن کے سامنے کھڑے ہوگئے ہیں اصل میں پیچھے سے حرامخور استحصالی سرمایہ دار قرآن سے لڑ رہا ہے ملا کو اگر سعودی والا یہ سرمایہ دار نذر نیاز دینا بند کریں پھر ہم دیکھنگے کہ انکو حدیثوں سے محبت کتنی ہے جناب قارئین صوم پر قرآن سورت بقرہ کی آیت ۱۸۳ سے لیکر جو ۱۸۸ تک روشنی ڈالتا ہے یعنی ان پانچ چھ آیات میں جو تفصیل ہے وہ انکے حدیثوں کے انبار کتابوں میں اتنا تفصیل نہیں ہے

یہ حدیث ساز لوگ تو قرآن کی فلاسفی برائے حکمرانی کو رہبانیت میں بدلنے آئے تھے اسلئے
انہوں نے صوم سے متعلق صوم کی فلاسفی سمجھانے والی چابی ایاما معدودات پر کوئی تفصیل نہیں
دی الٹا امام بخاری نے جو دیکھا ہمارا صوم سے متعلق رہبانی محل تو گر رہا ہے سو اسے جھٹ
سے قرآن کے اس حکم

کو منسوخ قرار دے دیا صوم گنے چنے دن ہیں جو محکمہ جاتی ایڈمن کے فائلوں
میں معلوم ہوتے ہیں اس کا تفصیل میری کتاب کیا علم حدیث قرآن کی تفسیر کرسکتا ہے، کے
اندر موجود ہے، جناب قارئین! اس حدیث خطبہ میں ہے کہ **وادوا زکوٰۃ
اموالکم طیبة** یعنی دل کی خوشی سے اپنے مالوں کی زکوۃ دو، محترم قارئین قرآن نے تو
**الذین ان مکنهم فی الارض اقاموا الصلواة واٰتوا الزکوٰة
وامروا بالمعروف ونهوا عن المنكر ولله عاقبة الامور** (۲۲-۴۱)
یعنی زکواۃ حکومت کی ذمہ داری قرار دی ہوئے ہے حدیث میں گورنمینٹ کے بہت بڑے
کام کو جان بوجھ کر عوام کے گلے میں ڈال رہے ہیں انکا یہ چکر ثابت کر رہا ہے کہ حدیث
ساز یزدگر شاہی کے کارندے تھے زکواۃ کی معنی پرورش اللہ نے رعیت کے ہر فرد کے پرورش
کی ذمہ داری حکومت وقت پر عائد کی کہ جملہ افراد رعیت کے بنیادی حقوق علاج تعلیم خورد و
نوش مکان سب صاحب اقتدار لوگوں کے ذمے ہے، تو حدیث ساز سازشیوں نے ایک
طرف زکوۃ کی تشریح کی ایک سو روپیہ پر سال میں ایک بار ڈھائی روپیہ دینا اور صلوۃ کی معنی
کی روزانہ پانچ نمازیں پڑھنا" جبکہ صلوۃ وزکوۃ کا حکم ایک ساتھ ہے لیکن علم حدیث کی
تفصیل کہ نمازیں روزانہ پانچ بار زکواۃ سال میں ایک بار وہ بھی پبلک کے مالدار لوگ دیں
اب کوئی بتائے کہ ان حدیث سازوں نے بادشاہوں کو رعیت کی پرورش کے بوجھ سے آزاد
کیا یا نہیں، حدیث میں لکھا ہے کہ لوگ زکوۃ اپنے مالوں میں سے دیں قرآن حکیم میں کہیں



بھی یہ حکم زکواۃ دینا اموال کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا۔

جناب قارئین! اس حدیث میں آگے ہے کہ **وتحجوا بيت ربكم** یعنی
اپنے رب کے گھر کا حج کرو، حج کا اصل مقام و مرتبہ تو یہ ہے کہ وہاں بین الاقوامی لیول کے
جھگڑے فیصل کیے جاتے ہیں وہاں کا حج اور حکمران جب سے حج شروع کیا گیا تھا تو وہ
ابراھیم تھا جسکا منصب **انی جاعلك الناس اماما** تھا اور اسکے زمانہ میں جو حج
کی فرضیت تھی اس میں شرط تھی **واذن فی الناس بالحج
یاتوك** (۲۲-۲۷) یعنی حج کیلئے اذن عام کرو کہ وہ آئیں تیرے پاس جناب قارئین!
اس لفظ تیرے پاس پر غور کریں ابراھیم کی وفات کے بعد حج کی فرضیت ختم کیوں کہ وہ ناس
کیلئے نبی تھا اسکے بعد اسماعیل، اسحاق، یعقوب، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام قوموں کے نبی تھے
انکے وقت میں حج بند تھا حج کیلئے بین القوامی حاکم کی ضرورت ہے جو ذات انسانی کیلئے
ہو۔

ستاروں کو کہہ دو کہ کوچ کریں کیوں کہ شمس منور آتا ہے
قوموں کے پیغمبر آچکے اب سب کا پیغمبر آتا ہے

اب جب جناب خاتم الانبیاء سلام علیہ کا دور آتا ہے تو اسکے زمانے میں بند شدہ
حج کو پھر سے کھولا جاتا ہے کیوں کہ جیسے ابراھیم علیہ السلام **انی جاعلك للناس
اماما** یعنی ذات انسانی کی قیادت کے عہدہ پر فائز تھے اسی طرح انکا پوتا جناب محمد رسول
اللہ بھی **یاایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا** کے بین الانسانی
منصب پر فائز ہو کر آیا ہے، سوا اسکے زمانے میں جو بند شدہ حج تھا وہ بین الاقوامی عدالت
آج ڈھائی ہزار سال بعد پھر کھولی جاتی ہے تو اسکے نوٹیفکیشن کی ورڈنگ بھی بڑی عجیب ہے
ملاحظ فرمائیں **ان اول بيت وضع للناس للذی ببكة مبٰركہ**

**وھدی للعلمین فیه ایت بینت مقام ابرھیم ومن دخله کان امنا ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا ومن کفر فان الله غنی عن العلمین** (۹۷-۳) بلاشک پہلا گھر جو (کمزور لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے والا ۹۷-۵) بنایا گیا لوگوں کیلئے یہ وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت دیا گیا ہے اور ساری اقوام کیلئے ہدایت ہے اسکی عدالت کا منشور قرآن ہے (۱۶-۲۲) جسکی ریخ وہی ابراھیم والی ہے **انی جاعلك الناس اماما** (۲-۱۲۴) جو اس پروگرام کا میمبر بنا وہ بھی دنیا والوں کو امن دینے والوں میں سے ہوگیا ساتھ ساتھ خود بھی امن میں رہیگا لوگوں پر اللہ کی طرف سے یہ لازم ہے کہ اس گھر کا حج کریں جو جو لوگ اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھیں جو بھی اس آیات بینات والے منشور کتاب کا انکار کریگا اللہ کو کسی کی پرواہ نہیں اسکا پروگرام نہایت ہی حمد وستائش والا ہے۔

بات چلی ہے کہ خطبہ حج کی حدیث میں تحجوا بیت ربکم کا جملہ لایا گیا ہے سو یہ بات یاد رکھی جائے کہ حج کی معنی ہے بین الاقوامی جھگڑوں کو فیصل کرنے والا بڑا جرگہ" اور اتنی بڑی عدالت کا جج جب ابراھیم اور محمد علیہما السلام کی لیول کا ہوگا تو حج بھی ہوگا لیکن ان کی ریخ والے جج نہ ہونگے فیصلے فیصل نہ ہوں گے تو حج کسی رسم کا نام نہیں ہے۔

حج کیلئے ضروری ہے کہ لیشھدوا منافع لھم (۲۸-۲۲) حج کرنے والے وہاں اپنی بقا اور زیست کے منافع کا مشاہدہ کریں اوپر کے نوٹیفکیشن کی عبادت میں دو چیزوں کا ذکر گیا گیا ایک آیات بینات کا یعنی اس عدالت کے فیصلے علم قرآن کے سوا دوسرے علوم سے نہیں ہونگے اور مقام ابراھیم سے مراد بین الاقوامی فیصلہ جات کرنے کا پاور عرصہ سے یہ دونوں چیزیں ہمارے مرکز حج سے مفقود ہیں، اسلئے آجکل کا حج قرآن والا نہیں۔



**أَلَا لَا يَجْنِي جَانٍ إِلَّا عَلَى نَفْسِهِ أَلَا لَا يَجْنِي جَانٍ عَلَى وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ عَلَى وَالِدِهِ۔**

ترجمہ: یاد رکھو مجرم خود ہی اپنے جرم کا ذمہ دار ہوگا نہ تو باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار ہوگا اور نا ہی بیٹے کے جرم کا ذمہ دار باپ ہوگا۔

## تبصرہ

محترم قارئین! حدیث میں بیان کردہ مسائل کو پہلے ہم قرآن کے حوالہ سے آپکی خدمت میں پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں! **ولا تکسب کل نفس الا علیها ولا تزر وازرة وزر اخری** (۶-۱۶۴) یعنی کوئی بھی شخص (برائی) نہیں کماتا مگر (اسکا وبال) اسکے اوپر ہوگا اور کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگا۔

دوسرے مقام پر ہے کہ **من اھتدی فانما یھتدی لنفسه ومن ضل فانما یضل علیها ولا تزر وازرة وزر اخری وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا** (۱۵-۱۷) یعنی جو شخص ہدایت پر چلا وہ اپنے لئے ہدایت پر چلا اور جو شخص گمراہ ہوا تو وہ اپنی ذمہ داری سے گمراہ ہوا ہے کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھانے والا" اور ہم بھی کسی کو سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہ بھیجیں۔

محترم قارئین! غور فرمائیں حدیث کے الفاظ کا مفہوم قرآنی آیات میں نھایت نکھرے ہوئے انداز سے بیان کیا ہوا ہے میں نے آیتوں سے حدیث والا موضوع پیش کیا ہے لیکن قرآن میں یہی موضوع اندازاً دس بار یا اس سے بھی زیادہ تکرار سے لایا گیا ہے اب اس حقیقت کی طرف بھی توجہ فرمائیں کہ اللہ عزوجل نے جناب رسول کو حکم دیا ہوا ہے کہ

وذکر ابالقرآن من یخاف وعید (۴۵-۵۰) یعنی جو شخص میری وارننگ عذاب سے ڈرے اسے قرآن سے نصیحت کیا کریں سو اس حدیث کے موضوع والی دس عدد آیات رسول سے بھول گئی تھیں یا رسول کو اللہ کے حکم کی کوئی پرواہ نہیں تھی جو اسے حدیثوں کے حوالہ سے القرآن کو قریب ہی نہیں دیکھتے، جناب قارئین! اللہ کا رسول ان حدیث سازوں پر اللہ کے ہاں فریاد کرینگے کہ انہوں نے قرآن کو بند کر کے چھوڑ دیا تھا امت والوں کو اس سے دور رکھا تھا مجھے ایک پروفیسر نے بتایا کہ جرمن میں کسی شخص نے علم حدیث کی جملہ روایات میں رسول اللہ کے اقوال فیصلے لڑائیاں سفر سب کے سب کمپیوٹر میں فیڈ کئے پھر ان سب معاملوں کے لئے سوال معلوم کیا کہ کتنا عرصہ درکار ہوگا ان سب چیزوں کو جمع کرنے کیلئے تو جواب ملا کہ ساڑھے سات سو (750) سال۔

**اَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ۔**

ترجمہ: سنو! جو شخص یہاں موجود ہے، اس پر لازم ہے کہ یہ باتیں پہنچادے اس آدمی تک جو یہاں موجود نہیں ہے کیوں کہ کئی سارے غیر موجود لوگ ایسے ہیں جنکو سننے والوں سے زیادہ سمجھ بوجھ ہو (ترجمہ ختم)

## تبصرہ

میرا خیال ہے کہ اس حدیث میں بڑے گہرائی سے غور کریں کیوں کہ فارس کے حدیث سازوں نے حدیث اس لئے گھڑی ہے کہ ایک تو رسول اللہ کی اپنے سامنے والوں پر بے اعتمادی دکھائیں اور دوسری طرف جیسے کہ رسول اللہ کی دوربینی ان فارس والوں کی ذہانت کو بھانپ گئی تھی۔۔۔۔۔ اسی لئے تو ان حدیث سازوں نے اس طرح کی کئی پیش گوئیاں کی ہیں جن سب کو میں یہاں ذکر نہیں کر سکوں گا صرف ایک پیش گوئی عرض ہے کہ ایک دن جناب رسول کے ساتھ انکے اصحابی سلمان فارسی بیٹھے تھے (جسکی صحیح خبر نہیں کہ وہ



تھے بھی یا نہیں) رسول اللہ نے انکی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر دین اوپر ثریا تک دور ہوگا تو بھی اس شخص کی نسل سے ایسے آدمی پیدا ہونگے جو دین کو وہاں سے نیچے لاکر دکھائیں گے اور لکھا ہے کہ یہ رسول کی پیش گوئی امام ابوحنیفہ کیلئے تھی سو جناب قارئین ہم نے بھی دیکھا کہ واقعی بلکل سلمان فارسی کی نسل سے ایسے امام پیدا ہوئے تھے، جو قرآن نے فرمایا کہ عورتوں کو نکاح کے مہر میں سونے کا ڈھیر دیا جائے تو امام لوگ ثریا سے جو دین لے آئے اس میں آٹے کی لپی، کپڑے کے ٹکڑے لوہے کی مندری دو چار قرآن کی سورتیں سنانے سے نکاح آسان کر دیا"

**وَاَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَاذَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ قَدْ اَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَبَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ۔**

ترجمہ: اور تم سے میرے متعلق (قیامت میں) سوال کیا جائے گا، بتاؤ کہ تم کیا جواب دوگے! صحابہ نے عرض کیا کہ ہم اس بات کی گواہی دینگے کہ آپ نے (دین کی) امانت ادا کر دی اور رسالت پہنچادی اور امت کی خیر خواہی فرمادی۔

## تبصرہ

محترم قارئین! جب فارس کی یزدگرشاہی کی امامی نام والی ٹیم حجاز کی سرزمین پر ایمان کا چوغہ پہن کر آئی اور یہاں بسنے والے انڈر گراؤنڈ ابن سبا کی ٹیم اور کچھ عیسائیوں سے انہوں نے جان پہچان بھی کرلی تو انہی دنوں سے اس اتحاد ثلاثہ نے قرآن کو امت مسلم سے چھین کر گم کرنے کا تہیہ کرلیا تھا پھر انہوں اسی مفروضہ کہ قرآن کے بدلہ میں عوض میں رسول اللہ کے نام سے منسوب جو حدیثیں بنائیں ان میں جب انکے گھڑے ہوئے احوال پڑھینگے تو ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے کہ یہ لوگ قرآن کو موجود ہی تسلیم نہیں کرتے جیسے کہ اللہ کا

قرآن زمین پر کہیں بھی نہیں ہے، انہوں نے اس زمانے میں یہ بھی سوچا تھا کہ اگر ہم دنیا
سے قرآن کو بلکل ختم اور گم نہ کر سکے تو اتنا ضرور کریں کہ لوگ مسائل حیات سمجھنے کیلئے ہماری
بنائی ہوئی حدیثیں فقہ اور تفسیر بالروایات پڑھیں باقی قرآن صرف بن سمجھے مردوں کے
ثوابوں کی ٹرانسمیشن پوائنٹ بنی رہے، اس لئے تو اس حدیث میں رسول سے حج کے مجمع میں
شریک لوگوں سے ووٹ طلب کرا رہے ہیں کہ جب آپ اللہ کے پاس جاؤ گے تو میرے
متعلق تم کیا کہو گے ایسی من گھڑت فرضی بات امت مسلمہ کے بے خبر سادہ لوگوں کو بیوقوف
بنانے والی باتیں جناب قارئین یہ امام مافیا والے سمجھے بیٹھے ہیں کہ جیسے قرآن انکے اندر کی
عداوت کھولنے کیلئے موجود ہی نہیں ہے قرآن فرماتا ہے کہ ہم جو لوگوں سے سوال کرینگے وہ
یہ ہوگا کہ **یا معشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم یقصون
علیکم ایٰتی وینذرونکم لقآءَ یومکم هذا قالو شهدنا علی
انفسنا وغرتهم الحیٰوة الدنیا وشهدو علیٰ انفسهم انهم کانو
کافرین** (۱۳۱-۶) یعنی اے جنو! اور انسانو! بتاؤ کہ کہ میرے رسول جو تم میں سے تھے وہ
تمہارے پاس نہیں آئے تھے؟ جو میری آیات تمہیں بیان کرتے تھے اور آج کے اس دن
سے تمہیں ڈراتے تھے اور سورۃ ملک میں ہے کہ **کلما القی فیها فوج ساء لهم
خزنتها الم یاتکم نذیر قالو بلیٰ قد جائنا نذیر فکذبنا** یعنی جب
انکے لشکروں کے لشکر دوزخ میں پہنچائے جائینگے تو ان سے سوال کرینگے دوزخ کے خازن
فرشتے کہ **الم یا تکم نذیر** کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔

جناب قارئین! قرآن حکیم میں ہر بات موجود ہے اس خطبہ والی حدیث میں جو
حدیث ساز لوگ بتا رہے ہیں کہ یہ تو سوال ہوئے کفار لوگوں سے رہا امت محمدیہ کا مسئلہ سو
ان سے کبھی بھی جناب محمد علیہ السلام کے متعلق کوئی بھی سوال نہیں کیا جائیگا، قرآن نے



بتایا ہے کہ اے امت محمد سلام علیہ **وکذالك جعلناكم امة وسطا
لتكونوا شهدآءَ على الناس ويكون الرسول عليكم
شهيدا** (۱۴۳-۲) ہم نے دنیا کے اندر تم امت محمدیہ کو لوگوں کا نگران بنایا ہے اور میرا
رسول تم پر نگرانی کریگا، جہاں تک آخرت کی بات ہے تو وہاں کے سوالات تم سے تمہارے
اعمال سے متعلق ہونگے کہ **ولتسئلن عما كنتم تعلمون** (۹۳-۱۶) کہ
تمہارے اعمال کہ بارے میں پوچھا جائیگا، اس خطبہ والی حدیث میں جوامت والوں سے
قیامت میں سوال کی بات کی گئی ہے تو وہ جھوٹی ہے امت والوں سے رسول کی کارکردگی کا
سوال کرنا یہ حدیث کی من گھڑت بات قرآن میں اسکا ذکر نہیں ہے بلکہ الٹا امت والوں
کے متعلق رسولوں سے سوال کیا جائیگا کہ **يوم يجمع الله الرسل فيقول
ماذآ اجبتم قالوا لا علم لنا انك انت علام الغيوب** (۱۰۹-۵)
یعنی جب اللہ رسولوں کو اکٹھا کریگا تو ان سے پوچھیگا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا، جواب میں
کہیں گے کہ ہمیں کوئی علم نہیں ہے آپ ہی غیب کی باتیں جاننے والے ہیں یعنی ہمیں
ہماری وفات کے بعد کا کوئی پتہ نہیں ہے، قارئین! دیکھیں غور کریں کہ حدیثیں بنانے والے
کتنا تو جھوٹ بول رہے ہیں کہ حج کے مجمع والے لوگوں کو رسول نے فرمایا کہ **انتم
تسالون عنی** تم سے میرے بارے میں پوچھا جائیگا، میں نے اس مضمون میں قیامت
میں دنیا میں سوالوں شاہدیوں کی مثالیں لاکر پڑھنے والوں کا اس لئے ٹائیم لیا ہے کہ دیکھیں
کہ یہ خطبہ والی حدیث کس طرح تو جھوٹی بنائی گئی ہے جس کا قرآن میں کہیں بھی ذکر نہیں
ہے، ویسے آخرت میں نبیوں سے سوالات ہیں لیکن وہ سوالات اور ہیں اس حدیث خطبہ والا
سوال جھوٹا ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَابَةِ يَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَآءِ وَيَنْكُتُهَا اِلَى النَّاسِ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ! اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ! اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔

ترجمہ: (لوگوں سے اپنے بارے میں اللہ کے ہاں فیور میں گواہی دینے کی بات سن کر) رسول اللہ ﷺ نے آسمان کی طرف اپنی شہادت والی انگلی اٹھا کر پھر لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ تم بھی گواہ ہو! اے اللہ تم بھی گواہ ہو! اے اللہ تم بھی گواہ ہو! (ترجمہ ختم)

## تبصرہ

جناب قارئین! پتا نہیں کہ پاکستانی وڈیروں اور چودھریوں نے ان حدیثوں سے الیکشن میں دھاندلی سیکھی ہے یا حدیثیں بنانے والوں نے ایسی الیکشنوں کو دیکھ کر حدیثیں بنائی ہیں کوئی بتائے کہ اللہ نے اپنے جلیل القدر خاتم الرسل جسکو خود سرٹیفکیٹ دیا ہے کہ **وانك لعلی خلق عظیم** (۴-۶۸) اور **لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة** (۲۱-۳۳) تو اتنا بلند مقام والا اللہ کا پیارا رسول ابھی سے آخرت آئی نہیں آخرت کے لئے اپنے گواہ خدا کو انگلی اٹھا کر دکھا رہا ہے"

جو اللہ لوگوں کے دلوں کے بھید جانتا ہے اسے اسکا رسول بڑے مجمع سے شاہدی لے کر قیامت والے سوال کا جواب دنیا میں وصول کرا رہا ہے" جناب قارئین! اس حدیث سے جناب رسول اللہ کے مرتبہ اور شان میں گستاخی ہوتی ہے" اس حقیقت کو کیا سمجھے دو رکعت کا امام" امت والوں سے قیامت میں رسول کی رسالت کی ڈیوٹی کے بارے میں کچھ بھی نہیں پوچھا جائیگا اور پر بتائی ہوئی آیات کی روشنی میں یہ حدیث جھوٹی ہے۔



ہوتے ہیں، صبر اور شکر صلوۃ وزکوہ حج قرآن کی انقلابی اصطلاحات کی جو تحریفی اور تاویلی تشریحیں کی جاتی ہیں اس کے لئے احبار و رہبان پیر اور مولوی جھوٹ بولتے ہیں کہ ان اردنا الا الحسنیٰ ہم نیک نیتی سے قرآن کی معنائیں بتا رہے ہیں پھر جب ان کو کہا جاتا ہے کہ اگر آپ درست کہتے ہیں تو پھر قرآن کے فرمودات کی تشریح تصریف آیات کے حوالوں سے خود اللہ کی بتائی ہوئی تفسیر کیوں نہیں بتاتے اور اس کے عوض قرآن مخالف جھوٹی حدیثوں سے اور امامی اقوال سے قرآن کی تحریفی تفسیر کیوں کرتے ہو، تو قرآن نے ان کا حال سنایا کہ واذا ذکرت ربك فی القرآن وحده ولوا علی ادبارهم نفورا (۴۶-۱۷) یعنی قرآن کی تفسیر اکیلے اللہ کی کردہ تفسیر سے یہ نفرت کرتے ہوئے پیٹھ دکھا کر بھاگ جاتے ہیں قرآن دشمنوں کی پہچان اور نشانی اللہ نے یہ بتادی کہ واذا ذکر الله وحده اشمأزت قلوب الذین لا یؤمنون بالآخرة واذا ذکر الذین من دونه اذاهم یستبشرون (۴۵-۳۹) یعنی جب ان کے سامنے اکیلے اللہ کی (رہنمائی اور تعلیمات) کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل نفرت سے سکڑ جاتے ہیں لیکن ان کے کسی بڑے اور امام کے قول کا ذکر کیا جاتا ہے تو بڑے خوش ہو جاتے ہیں، اصل میں ان کو آخرت میں چل کر اللہ کے سامنے جواب دینے کے نظریہ پر ایمان نہیں ہے۔ اب انہوں نے عالمی سرمایہ داروں کی تنخواہوں کو، اپنے مفادات کو قائم ودائم رکھنے کے لئے یہ طئے کیا ہوا ہے کہ وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فیه لعلکم تغلبون (۲۶-۴۱) یعنی قرآن کے منکروں نے اور قرآن کو وحدہ لاشریک تسلیم کرنے کے منکروں نے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ قرآن کی باتوں کو سنو ہی نہیں اگر کوئی قرآن کی بات شروع کرے تو اس کے رد میں اور جواب میں جملہ امامی لغویات پیش کرنے کا شور مچاؤ اور بغیر شور اور پروپگنڈا کے کامیابی مشکل ہے۔ ان کے ایسے شور اور لغویات پر ہی تو جناب رسول فریادی بنے ہیں کہ وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجورا (۳۰-۲۵) یعنی میری قوم نے اس قرآن کو ایک چھوڑی ہوئی چیز کی طرح قرار دے دیا ہے۔

# قرآن فہمی کے خلاف سازش

کہا جاتا ہے کہ رائج الوقت علم حدیث قرآن کا تفسیر ہے۔اس دعوی کو تو ایسی صورت میں قبول کیا جا سکتا ہے جب تفسیر کرنیوالی احادیث میں قرآن حکیم کی وہ ایات اور متن قرآن پہلے لکھا ہوا ہو، اسکے بعد اسے تفسیر کرنے والی احادیث ان ایات کی ایک طرح سے لفظی تحقیق کرتی ہوں دوسری طرف اس متن قرآن سے ثابت ہونے والے قوانین، اصول، اور مسائل کا بیان کرتی ہوں، جبکہ ہماری دعوی ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں جو انبار کتابوں والی جملہ احادیث اگر اکٹھی کی جائیں تو ان سب میں سے کوئی آدمی ایک بھی ایسی حدیث نہیں لا سکتا، نہیں دکھا سکتا جس میں جناب رسول اللہ نے پہلے کوئی سی بھی آیات قرآن تلاوت فرمائی ہوں پھر ان کا تفسیر کیا ہو، اور یہ حقیقت بھی جانی جائے کہ دنیا کا کوئی علم بھی تفسیر قرآن ہونے کی اتنے تک دعوی نہیں کر سکتا جب تک اس میں یہ نہ بتایا جاتا ہو کہ وہ کن کن ایات اور سورتوں کی کون کونسی تفسیر کر رہا ہے۔اور دنیا بھر میں ہزاروں تفاسیر قرآن لکھی ہوئی موجود ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ایسی تفسیر نہیں ہے جس میں قرآن کا متن لکھے بغیر، بتائے بغیر وہ قرآن کی تفسیر کہلاتی ہو۔ان حدیث سازوں نے حدیثوں میں جناب رسول کو جبریل کے سامنے قرآن پڑھنے کی حدیثیں تو بنائی ہیں لیکن پورے ذخیرہ احادیث میں جو لاکھوں کی تعداد میں بتائی جاتی ہیں ان میں سے ایک بھی ایسی حدیث بتائی نہیں گئی ہے جس میں جناب رسول نے کوئی سورت قرآن یا کچھ ایات قرآن لوگوں کے سامنے تلاوت فرما کر پھر اس کی تفسیر سنائی ہو تو کیا ایسے علم کو تفسیر قرآن کہنا اور قرار دینا جس میں متن قرآن موجود ہی نہ ہو، یہ قرآن کے ساتھ دنیا والے لوگوں کے ساتھ دھوکہ اور فراڈ نہیں ہے، مذاق نہیں ہے؟ اور کیا جن حدیثوں کو تفسیر قرآن کے نام سے مشہور کیا جاتا ہے ان حدیثوں کے ساتھ جن ایات کا وہ تفسیر کرتی ہیں انہیں نہ لکھنا یہ انکے اندر کی چوری اور بد باطنی پر دلالت نہیں کرتا، آخر کیا بات ہے جو حدیث سازوں نے جناب رسول کو ان کی ساری زندگی میں ایک بار بھی تقریر اور وعظ کے دوران قرآن پڑھنے کے بعد اس کی تفسیر کرتے ہوئے نہیں دکھایا۔ !!! پھر جتنی بھی احادیث لکھی گئی ہیں ان میں قرآن کے انقلابی اصولوں اور اعلانات کو توڑا گیا ہے جس کے لئے پڑھی جائے کتاب "فتنہ انکار قرآن کب اور کیسے"